بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان بالقرآن (کامل)

مع اضافاتِ جدیدہ

از افادات

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب دامت برکاتہم

مرتبہ

حافظ عبدالرزاق ایم۔ اے

ناشر [illegible]

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ چکوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان بالقرآن (کامل)

مع اضافاتِ جدیدہ

از افادات

حضرت العلام مولانا اللہ یار خاں صاحب دامت برکاتہم

مرتبہ

حافظ عبدالرزاق ایم۔ اے

ناشر

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ چکوال

اوضح البیان
فی
عدم تحریف القرآن

المعروف بہ

ایمان بالقرآن کامل

باضافات جدیدہ ومفیدہ

افادات

حضرت العلام مولانا اللہ یار خاں صاحب مدظلہ

مرتبہ

حافظ عبدالرزاق ایم، اے

ناشر

نقشبندیہ اویسیہ، چکوال پاکستان

۳۰/=

(ہدیہ ۔ تیس روپے)

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	صفحہ	نمبر	مضمون	صفحہ
۱	مقدمہ	۵	۱۶	شیعہ مذہب پر عقیدہ تحریف قرآن کے اثرات	۵۲
۲	بعثت نبوی اور مقصد نزول قرآن (تحریف قرآن کی زد میں)	۱۰	۱۷	قرآن کریم میں کمی کی چند روایات	۵۸
۳	موجودہ قرآن محرف ہے	۱۷	۱۸	قرآن میں اضافہ کرنے کی چند روایات	۶۹
۴	موجودہ قرآن کے محرف ہونیکی دلیل اقرار اوّل	۱۹	۱۹	قرآن کی معنوی تحریف	۷۱
۵	اقرار دوم	۲۰	۲۰	عقیدہ توحید۔ تحریف معنوی کی زد میں۔	۷۹
۶	اقرار سوم	۲۱	۲۱	عقیدہ رسالت تحریف قرآن کی زد میں	۸۳
۷	اقرار چہارم	۲۲	۲۲	حضرت ابراہیمؑ تحریف قرآن کی زد میں	۹۰
۸	اقرار پنجم	۲۲	۲۳	خلفائے ثلاثہ تحریف قرآن کی زد میں	۹۳
۹	اقرار ششم	۲۳	۲۴	صحابہ رسولؐ تحریف قرآن کی زد میں	۹۸
۱۰	متقدمین علمائے شیعہ اور عقیدہ تحریف قرآن	۲۸	۲۵	عقیدہ آخرت تحریف قرآن کی زد میں	
۱۱	تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والے چند جید اور مستند علمائے شیعہ	۳۵	۲۶	دین و ایمان تحریف قرآن کی زد میں	۱۰۵
۱۲	تحریف قرآن کے موضوع پر شیعہ کتب	۳۸	۲۷	اصل دین ائمہ کی محبت ہے۔	۱۱۴
۱۳	مشائخ اربعہ	۳۹			
۱۴	مسئلہ تحریف قرآن اور مذہب شیعہ کے تین دور	۴۵			
۱۵	حرکت مذبوحی	۴۷			

۲۸	تحریف قرآن اور مدح امامت و ائمہ شیعہ	۱۱۸
۲۹	امام کے علوم اور امام پر وحی کا نزول	۱۲۸
۳۰	امامت اور ولایت ہی دین و ایمان ہے	۱۳۳
۳۱	تحریف قرآن اور مدح شیعہ	۱۴۰
۳۲	تحریف قرآن اور دین شیعہ	۱۴۸
۳۳	شیعہ اماموں کا تعارف	۱۵۲
۳۴	شیعہ [illegible]ہب میں حلال و حرام [illegible]ول	۱۵۷
۳۵	تحریف قرآن اور تقابل ادیان	۱۶۱
۳۶	موجودہ قرآن اور پوشیدہ قرآن میں فرق ۔	۱۷۳
۳۷	شیعہ کی مجبوری اور اسکا حل	۱۸۳
۳۸	افہام و تفہیم	۱۹۱
۳۹	کتب حوالہ	۲۰۶

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین و رحمۃ للعالمین من قال انا نبی و آدم بین الماء والطین ۔

دنیا میں دو قسم کے مذاہب پائے جاتے ہیں الہامی اور غیر الہامی ۔ الہامی مذاہب کی بنیاد الہامی کتاب پر ہوتی ہے حقیقت میں الہامی مذہب تو صرف ایک ہی ہے جس کا نام "اسلام" ہے مگر جب اس پر نسلی رنگ چڑھا تو اس پر "یہودیت" اور "عیسائیت" کے لیبل لگائے گئے ۔

درحقیقت اپنے دور میں "اسلام" ہی تھا جس کی تعلیم حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے الہامی کتاب تورات کے ذریعہ بنی اسرائیل کو دی اسی طرح یہ اسلام ہی تھا جس کی تعلیم حضرت عیسیٰ علیہ اسلام نے الہامی کتاب انجیل کے ذریعہ بنی اسرائیل کو دی ۔ ان دو کتابوں کے علاوہ "زبور" "صحف ابراہیمؑ" و دیگر انبیاء کرام کے صحف بھی الہامی تعلیمات ہی کے مجموعے تھے ۔ مگر ان میں سے کوئی کتاب اپنی اصل متن سے محفوظ نہ رہ سکی جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ہر کتاب کسی خاص قوم یا کسی خاص دور کے لئے رہنمائی کی خاطر نازل کی گئی تھی ۔ جب اللہ کی آخری کتاب یعنی قرآن کریم پوری انسانیت کے لئے نازل کی گئی تو اس کی حفاظت کی ضمانت بھی ساتھ ہی دی گئی کہ "وانا لہ لحافظون" پہلی کتابوں کے متعلق اس قسم کی کسی ضمانت کا ثبوت نہیں ملتا ۔ لہٰذا ان میں رد و بدل و تحریف ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ۔ مگر قرآن مجید کا معاملہ ان سے مختلف ہے ۔

اس لئے اس اعلان الٰہی کے بعد اس کی حفاظت اس طرح کی جاتی رہی کہ اسے سینوں اور سفینوں میں محفوظ رکھنے کا خصوصی اہتمام ہوتا رہا اور انشاء اللہ قیامت تک ہوتا رہے گا ۔

علمی اور سیاسی میدان میں جب اسلام کی برتری کا انکار ناممکن ہو گیا اور نزول قرآن سے پہلے یہود و انصاری کو ان دونوں میدانوں میں جو برتری حاصل تھی۔ وہ بالفعل ختم ہو گئی اور ان دونوں قوموں نے یہ محسوس کر لیا کہ امت محمدیہ کو بگاڑنا یا نیچا دکھانا ممکن نہیں تو ایک سازش کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ سازش یہود کے ذہن کی پیداوار تھی۔ اور اس کی ابتداءیوں کی گئی کہ اس آخری کتاب ہدایت کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے ایک گروہ نے "عقیدۂ تحریف قرآن" کو ضروریات دین میں شامل کر لیا اور اس عقیدے کا انکار "کفر" قرار دیا۔ لیکن ان کی مجبوری یہ تھی کہ موجودہ قرآن کو محرف اور مبدل قرار دینے کے بعد اس کا بدل پیش کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی کتاب موجود نہیں تھی لہٰذا اپنے "عقیدۂ تقیہ" سے کام لیتے ہوئے مجبوراً انہیں یہ کہنا پڑا کہ موجودہ قرآن پر ہمارا "ایمان" ہے اس بنا پر ان سے دلیل طلب کی گئی کہ اپنے عقائد کے اس تضاد کو رفع کیجئے

اس مطالبہ کی چند وجوہ ہیں۔

وجہ اوّل:۔ مذہب شیعہ کی بنیاد اور عقیدہ کی بنا اس امر پر ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن نازل ہوا۔ اور جو دین حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سکھایا اس کو آئندہ نسلوں تک پہنچانے والے ناقلین قرآن اور راویان دین اسلام کی سب سے پہلی جماعت بغیر کسی استثنار کے ساری کی ساری جھوٹی تھی۔ البتہ اس جھوٹ کے لئے دو اصطلاحیں استعمال کی گئیں کیونکہ شیعہ نے اس مقدس جماعت کو دو گروہوں میں منقسم تسلیم کیا ایک گروہ خلفائے ثلاثہ اور ان کے ساتھیوں کا تھا یہ سب سے بڑا گروہ تھا دوسرا گروہ حضرت علیؓ اور ان کے چار ساتھیوں کا تھا شیعہ نے پہلے گروہ کے جھوٹ کا نام "نفاق" رکھا ہے اور دوسرے گروہ کے جھوٹ کا نام "تقیہ" رکھا ہے جھوٹ ہونے کے اعتبار سے تو وہ ایک ہی چیز تھی۔ مگر اتنا فرق ضرور تھا کہ پہلا گروہ جھوٹ تو بولتا ہے مگر جھوٹ کو عبادت نہیں سمجھتا تھا۔ مگر دوسرے گروہ نے جھوٹ کو اتنی بڑی عبادت قرار دیا کہ وہ ٩/١٠ حصہ دین ہے اور جھوٹ نہ بولنے والے کو یہ بشارت دی کہ لا دین لمن لا تقیۃ لہ۔ یعنی جو جھوٹ نہ بولے دین شیعہ سے خارج ہے

شیعہ کا عقیدہ ہے کہ یہ گروہ اپنے اندر ایک مافوق الفطرت قوت رکھتا تھا جس سے مختلف طبائع مختلف مذاہب اور مختلف اقوام کے لوگوں کو جنکی کثرت حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھی بڑی آسانی سے جھوٹ پر متفق اور متحد کر لیتا تھا۔ حالانکہ یہ عقلاً محال ہے اور دوسرا گروہ ایسا کمزور تھا کہ وہ اپنے دل کی بات اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں بتا سکتے تھے۔

اس صورت حال پر اگر غور کیا جائے۔ تو اس کے بغیر کوئی نتیجہ نہیں نکلتا کہ شیعہ کا ایمان قرآن پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر آپ کے معجزات پر آپ کی تعلیمات پر بلکہ دین کی کسی چیز پر بھی نہیں ہوتا کیونکہ صحابہؓ کی جماعت، وہ گروہ ہے۔ جو آنے والی نسلوں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ اور حضور کی نبوت کے عینی گواہ ہیں اور شیعہ عقیدہ کے مطابق یہ سارے کے سارے جھوٹے ہیں۔ لہٰذا جھوٹے گواہوں کی شہادت سے کوئی دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔

وجہ دوم:۔ شیعہ کا اقرار ہے اور اس پر ان کا اتفاق ہے کہ موجودہ قرآن خلفائے ثلاثہ کے اہتمام سے جمع ہوا۔ ان ہی کے ذریعے دنیا میں پھیلا اور چونکہ یہ غیر معصوم ہیں اور شیعہ ائمہ معصومین سے اس کی تصدیق شیعہ کی کتابوں میں کہیں نہیں ملتی لہٰذا یہ قرآن کیونکر صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

دشمن دین کے ہاتھ سے جو چیز ملے اور دشمن بھی وہ جو خائن ہو کاذب ہو تخریب دین کے درپے بھی ہو۔ صاحب اقتدار بھی ہو اور ایسی قوت کا مالک ہو کہ بے بنیاد چیز کو مستحکم اور باطل کو حق بنا سکے۔ وہ چیز کیونکر قابل اعتماد ہو سکتی ہے چنانچہ شیعہ کا دعویٰ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت جھوٹی اور بے بنیاد تھی۔ مگر انہوں نے اپنی قوت سے سب کو اس جھوٹ پر متفق کر لیا تھا۔ حضرت علی کی بیعت غدیر خم متواتر تھی۔ اس کو بے بنیاد بنا دیا۔ لہٰذا ان کا جمع کیا ہوا قرآن کیونکر صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

وجہ سوم:۔ شیعہ کی مستند اور معتبر ترین کتابیں اس مضمون کی روایتوں سے بھری پڑی ہیں کہ شیعہ کے ائمہ معصومین و مفترض الطاعہ نے فرمایا کہ اس موجودہ قرآن میں سے بے شمار آیتیں اور صورتیں نکال دی گئی ہیں، الفاظ و حروف بدل دیئے گئے ہیں۔

قابل نفرت اور خلاف فصاحت و بلاغت عبارتیں داخل کر دی گئی ہیں اور اس کی ترتیب خبط بے ربط بنا دی گئی ہے اور یہ قرآن بجائے دین کے لئے دشمنی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس میں کفر کے ستون قائم کئے گئے ہیں اس میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کی گئی ہے۔ لہٰذا یہ قرآن قابل اعتبار نہیں۔

شیعہ کتب میں قرآن کی تحریف کے سلسلہ میں جو روایات بیان کی گئی ہیں ان کے متعلق اکابر علمائے شیعہ کا اقرار ہے کہ۔

(۱) یہ روایات تحریف قرآن مذہب شیعہ کی ایسی معتبر کتب میں موجود ہیں جن پہ شیعہ مذہب کا مدار ہے۔

(۲) یہ روایات کثیر التعداد ہیں۔ زائد از دو ہزار ہیں اور روایات امامت سے کم نہیں ہیں

(۳) یہ روایات تحریف قرآن پر ایسی صاف اور صریح دلالت کرتی ہیں کہ ان میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی۔

(۴) یہ روایات صحیح، مستفیض اور متواتر ہیں۔

(۵) ان روایات تحریف کے مطابق شیعہ کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ قرآن محرف ہے۔

(۶) تحریف قرآن کا عقیدہ ضروریات مذہب شیعہ سے ہے اور ضروریات دین کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔

(۷) شیعہ کا یہ اقرار بھی ہے کہ تحریف قرآن کا عقیدہ جس طرح مطابق نقل ہے اس طرح مطابق عقل بھی ہے۔

یہاں یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ اگر اہلسنت کی کتابوں میں سے کوئی روایت جو اختلاف قراءت یا نسخ کے متعلق ہو اسے آڑ بنا کر شیعہ یہ کہیں کہ دیکھو اہلسنت بھی تحریف کے قائل ہیں تو شیعہ کی یہ بات صرف اس صورت میں قابل تسلیم ہے کہ اکابر علماء اہلسنت کی طرف سے یہ سات اقرار پیش کئے جائیں۔

دونوں طرف کے علماء سے درخواست ہے کہ چھوٹے چھوٹے اور فروعی مسائل پر جھگڑنا اور مناظرہ کی دعوت دینا مناسب نہیں بلکہ سب سے بڑی اور اصولی بات یہ

ہے کہ شیعہ کو یہ دعوت دی جائے کہ وہ اپنی کتب سے اور اپنے ائمہ کی واضح اور صریح متواتر اور کثیر روایات سے یہ ثابت کریں کہ موجودہ قرآن محرف نہیں اور شیعہ کا اس پر ایمان ہے کہ موجودہ قرآن صحیح، غیر محرف اور محفوظ ہے اور یہ ثابت کرنا شیعہ کے بس کی بات نہیں کیونکہ نزول قرآن کے اور نبوت کے عینی گواہ یعنی صحابہ کرام رضؓ کو شیعہ حضرات امین تو کیا صاحب ایمان بھی نہیں سمجھتے۔

یہ کتاب پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے ساتھ ہی لکھی گئی تھی۔ اس سے پہلے تین بار طبع ہو چکی ہے، پہلی دفعہ اس کتاب کے معرض وجود میں آنے کے بعد جون ۱۹۵۵ء میں مولوی اسمٰعیل شیعہ سے کالو وال کے مقام پہ ایک مناظرہ کے دوران میں نے مطالبہ کیا تھا کہ ان چھ اقراروں کیساتھ آپ قرآن پر ایمان ثابت کریں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ شیخین بالخصوص اور صحابہ رضؓ بالعموم کو مسلمان نہ تسلیم کرنے کے بعد قرآن کو اللہ کی کتاب ثابت کرنا، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ثابت کرنا۔ اور حضرت علی رضؓ کی خلافت کو خلافت حقہ ثابت کرنا ممکن ہی نہیں۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ بھولے بھالے مسلمان قرآن کے مقام اور منصب کو پہچانیں اور قرآن کے خلاف یہودی سازش کے ہتھکنڈوں سے باخبر ہو کر اپنے ایمان کی حفاظت کرنے کی اہمیت سے آشنا ہوں۔ وما علینا الا البلاغ

بعثت نبوی اور مقصد نزول قرآن

تحریف قرآن کی زد میں

ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالےٰ نے اولادِ آدم کو زمین پر چلنے کا ڈھنگ سکھانے اور نیابتِ الٰہی کا فریضہ ادا کرنے کے لئے یہ مژدہ سنایا تھا کہ فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یعنی تمہاری رہنمائی تو میں کرتا رہوں گا۔ البتہ تمہارا کام یہ ہے کہ جب میری طرف سے تمہیں ہدایت پہنچے تو اس کا اتباع کرنا۔ ہاں جو میری دی ہوئی ہدایت کا اتباع کرے گا اس کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم۔
تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ پورا فرمایا اور مختلف زمانوں مختلف قوموں اور ملکوں میں اپنی طرف سے ہدایت دے کر انبیاء مبعوث فرمائے۔ وہ موعودہ ہدایت آسمانی کتابوں اور صحائف کی صورت میں انبیاء پر نازل فرماتا رہا۔ حتیٰ کہ جب انسانیت ذہنی اور تمدنی اعتبار سے سن بلوغ کو پہنچی تو اللہ تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر نوع انسانی کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ اور حضور سے یہ اعلان کرایا کہ :-

قل یاایھا الناس انی رسول — یعنی آپ اعلان کردیں کہ اے بنی

اللہ الیکم جمیعا — نوع انسان میں تم سب کے لئے اللہ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں

اس عظیم الشان فریضۂ رسالت کی ادائیگی کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضور اکرمؐ کو جو دستور العمل عطا فرمایا اس کا نام قرآن کریم ہے اور اس کی حیثیت متعین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِّلْعٰلَمِيْنَ هُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۱۶/۸۹

اور حضور اکرمؐ کو حکم ہوا کہ اس قرآن کے ذریعے تمام اہل دنیا کو ہدایت کا رستہ دکھائیں۔

پھر فرمایا تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

اور حضور نے مخاطبین اولین کو اور ان کے ذریعے آنے والی نسلوں کو یہ فریضہ سونپا کہ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم۔

ان حقائق کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱ حضور اکرمؐ کو اللہ تعالےٰ نے یہ ذمہ داری سونپی کہ ہر شخص تک میرا پیغام اور میرا کلام نہ صرف پہنچائیں بلکہ اس پر عمل کرنے کا طریقہ بھی سکھائیں۔

۲ حضور اکرمؐ نے اس سلسلے میں جتنا کام کیا اس کے ساتھ یہ اعلان بھی فرماتے گئے کہ ان اتبع الا ما یوحی الی

۳ حضور اکرمؐ نے یہ کتاب ہدایت سب کو پڑھ پڑھ کے سنائی اور اس کی حفاظت کا انتظام دو طرح کیا کہ حفظ بھی ہو اور کتابت بھی ہو اور یہ قدرتی عمل تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو فریضۂ رسالت کی کما حقہٗ ادائیگی ممکن ہی نہیں تھی۔

ان ابدی اور تاریخی صداقتوں کے باوجود ایک گروہ جو مسلمان ہونے کا مدعی ہے اس معاملے میں بالکل مختلف نظریہ اور عقیدہ رکھتا ہے۔ چنانچہ اصول کافی ۱:۲۸۴ طبع جدید۔ باب کا عنوان ہے انہ لم یجمع القرآن کلہ الا الائمہ علیھم السلام (یعنی پورا قرآن اماموں کے بغیر کسی نے جمع نہیں کیا)

پھر اس عنوان کے تحت لکھا ہے :-

عن جابر قال سمعت اباجعفر علیہ السلام یقول ما ادعیٰ احد من الناس انہ جمع القرآن کلہ کما انزل الا کذاب وما جمعہ وحفظہ کما انزل اللہ تعالیٰ الا علی بن ابی طالب	حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میں نے امام باقرؒ سے سنا کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے پورا قرآن جمع کیا وہ جھوٹا ہے کیونکہ پورا قرآن سوائے علیؓ بن ابی طالب کے کسی نے جمع نہیں کیا نہ یاد کیا ہے ۔
عن ابی جعفر انہ قال ما یستطیع احد ان یدعی ان عندہ جمیع القرآن کلہ ظاہرہ و باطنہ غیر الاوصیاء	امام باقر فرماتے ہیں کہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرنے کی قوت نہیں رکھتا کہ اس کے پاس سارا قرآن موجود ہے ظاہر اور باطن سوائے اماموں کے ۔

روایت سے ظاہر ہے کہ :-

۱ نبی کریمؐ نے قرآن کے جمع کرنے اور حفاظت کرنے کا کام کوئی ایسا اہم نہیں سمجھا تھا۔ کہ اس کا اہتمام فرماتے ؛

۲ یہ کام حضرت علیؓ نے از خود کیا ۔

۳ قرآن صرف حضرت علی کی ہدایت کے لئے مخصوص تھا اس لئے صرف انہیں ہی سنایا گیا ۔

روایت نمبر ۲ سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ :-

۱ قرآن صرف ائمہ کے پاس موجود ہے ۔

۲ یعنی پہلے امام حضرت علیؓ نے بھی قرآن کو عام مسلمانوں کی ضرورت کی چیز تصور نہیں کیا اس لئے اسی پر اکتفا کیا کہ دوسرے امام کے سپرد کر دیں اور اس طرح پوری رازداری سے یکے بعد دیگرے اماموں کے سپرد کیا جاتا رہے

۳ کسی امام نے بھی یہ قرآن اللہ کے بندوں تک پہنچانا مناسب نہ سمجھا ۔

یہ دو روایتیں ان حقائق کی تردید کرتی ہیں کہ نبی کریمؐ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے

کے لئے رسول بنا کے بھیجا ہے ۔ کیونکہ آپؐ نے قرآن کے پھیلانے ، سنانے ، لکھوانے کا کوئی اہتمام نہیں کیا (بقول اصول کافی) اور اس بات کی تردید ہوتی ہے کہ قرآن پوری انسانیت کے لئے کتاب ہدایت ہے ۔ ہاں یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ کے مقرر کردہ ائمہ کے کام کی کوئی چیز ضرور ہے اس لئے ہر امام نے دوسرے امام تک پہنچانے کا اہتمام کیا ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس قرآن کے متعلق اعلان باری ہے ان ھو الا ذکری للعالمین وہ صرف ائمہ کی ذات تک کیوں محدود رہا تو اس عقدے کا حل بتایا گیا۔

احتجاج طبرسی طبع قدیم ص۸۲، فصل الخطاب ص۸ تفسیر صافی ص۲۷ اور تفسیر مراۃ الانوار ومشکوۃ الاسرار ص۳ (یہ سب شیعہ کی مستند کتابیں ہیں ۔

لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع علی علیہ السلام القرآن وجاء بہ الی المہاجرین والانصار و عرضہ علیہم لما قد اوصاہ بذلک رسول اللہ فلما فتحہ ابوبکر خرج فی اول صفحۃ فتحہا فضائح القوم فوثب عمر وقال علی اردہ فلاحاجۃ لنا فیہ فاخذ علی وانصرف	جب نبی کریم فوت ہوئے تو حضرت علیؓ نے قرآن جمع کیا ۔ اور مہاجرین والنصار کے پاس لائے اور ان کے پیش کیا ۔ کیونکہ حضور نے حضرت علیؓ کو اس کی وصیت فرمائی تھی ۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کو کھولا تو پہلے ہی صفحے پر قوم کی برائیاں نکل آئیں (یعنی مہاجرین وانصار کی) پس حضرت عمرؓ نے کہا اے علیؓ یہ قرآن واپس لے لے ہمیں اس کی ضرورت نہیں حضرت علیؓ قرآن لے کے چلے گئے ۔
فلما استخلف عمر سئل علیا ان یدفع الیہم القرآن ان یحرفوہ فیما بینہم فقال یا ابا الحسن ان جئت بالقرآن الذی جئت	جب حضرت عمرؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے حضرت علیؓ سے وہ قرآن طلب کیا تاکہ اس میں ردوبدل کر دیں ۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے فرمایا

به الی ابی بکر حتی نجتمع علیه

قال علی علیه السلام هیهات لیس
الی ذلک سبیل انما جئت به الی
ابی بکر لتقوم الحجته و تقولوا
یوم القیامه انا کنا عن هذا
غافلین وتقولوا ما جئتنا به
ان القرآن الذی عندی
لا یمسه الا المطهرون والاوصیاء
من ولدی. فقال عمر
هل وقت لاظهاره فقال علی علیه
السلام نعم اذا قام القائم من
ولدی یظهره و یحمل الناس
علیه۔

اے ابوالحسن! اگر آپ وہ قرآن لے
آئیں جو آپ نے ابوبکرؓ کو دکھایا تھا تو
ہم اُس پر متفق ہو جائیں۔
حضرت علیؓ نے فرمایا بات دور چلی گئی اب
تو اس قرآن تک پہنچنا ممکن نہیں۔ میں
ابوبکرؓ کے پاس صرف اس لئے لے گیا
تھا کہ حجت پوری ہو جائے اور قیامت
کو تم یہ نہ کہو کہ ہم قرآن سے غافل
رہے۔ یا یہ کہو کہ علی ہمارے پاس قرآن
لایا ہی نہ تھا۔ اور فرمایا کہ وہ قرآن تو
ہمارے پاس ہے مگر اسے پاک لوگوں
اور میری اولاد کے بغیر کوئی ہاتھ
نہیں لگا سکتا۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا
تو اس قرآن کے ظاہر ہونے کا بھی کوئی
وقت ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں
میری اولاد سے جب امام مہدی ظاہر
ہوگا تو وہ قرآن لائے گا اور لوگوں سے
اس پر عمل کرائے گا۔

یہ روایت بڑی طویل ہے بقدر ضرورت حصہ یہاں نقل کیا گیا ہے۔ پوری روایت اپنے مقام پر آئے گی۔ بہر حال یہ حصہ بھی بہت معلومات افزا ہے۔ مثلاً

حضرت علیؓ نے اکیلے یہ قرآن جمع کیا اور حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد جمع کیا۔ مگر جو قرآن اس وقت امت کے پاس ہے وہ تمام صحابہ کے سینوں اور سفینوں کی مدد سے جمع کیا گیا مگر پھر بھی وہ تو نقلی قرآن ہے اور حضرت علیؓ اکیلے نے جو جمع کیا وہ اصلی قرآن ہوا۔

۲۔ حضرت علی اپنا قرآن مہاجرین و انصار کے پاس لے گئے۔ جونہی کھولا گیا اس میں مہاجرین و انصار کی برائیاں سامنے آگئیں۔ یہاں کئی سوال پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً

ا۔ مہاجرین و انصار وہ جماعت تھی جو حضور اکرمؐ نے ۲۳ برس کی محنت شاقہ سے تیار کی تھی۔ اس قرآن میں ایسی جماعت کی برائیاں درج تھیں۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ خوبیاں کس جماعت کی درج تھیں۔ ظاہر ہے مہاجرین و انصار کو چھوڑ کر باقی تو صرف مشرکین اور یہود و نصاریٰ ہی رہ جاتے ہیں تو کیا حضرت علیؓ کے قرآن میں ان لوگوں کے فضائل اور خوبیاں درج تھیں۔

ب۔ اگر اس میں مہاجرین و انصار کی برائیاں درج تھیں تو یہ جماعت تیار کس نے کی تھی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت علی کے قرآن نے حضورؐ کی محنت کو قابلِ مذمت قرار دیا۔

۳۔ اگر یہ برائیاں مہاجرین و انصار نے آج پہلی دفعہ دیکھی تھیں تو جب یہ نازل ہوئیں۔ کیا حضور اکرمؐ نے مہاجرین و انصار کو یہ برائیاں والی آیات پڑھ کر نہیں سنائی تھیں؟ اگر سنائی تھیں تو مہاجرین و انصار کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ پھر تعجب کرنے کی کیا وجہ ہے۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مہاجرین و انصار کی برائیاں تو حضورؐ نے سنا دیں کیا ان کی اصلاح کرنا حضورؐ کے ذمے نہیں تھا؟ جو قرآن اُمت کے پاس ہے۔ اس میں تو مہاجرین و انصار کے اوصاف اور فضائل شروع سے اخیر تک بھرے پڑے ہیں۔ بلکہ مہاجرین و انصار کے ایمان کو یہ قرآن تو معیار قرار دیتا ہے

فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم به — اے میرے نبی کے صحابہ! اگر لوگ اس طرح ایمان لائیں
فقد اھتدوا — جیسے تم لائے ہو تب ہدایت یافتہ ہوں گے۔

اور یہ سب کمالات مہاجرین و انصار میں حضور کی تربیت کے ذریعے ہی پیدا ہوئے۔ اور اگر حضورؐ نے یہ آیات مہاجرین و انصار کو سنائی ہی نہیں تو گویا حضور نے خود یہ اہتمام کیا تھا کہ قرآن کو چھپائے رکھیں۔ اس سے بڑھ کر منصب نبوت اور حضور کی توہین اور کیا ہو سکتی ہے

• حضرت عمر کو حضرت علیؓ نے جو جواب دیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کا مقصد یہ نہیں

تھا کہ لوگ قرآن کو پڑھیں یا اس پر عمل کریں۔ بلکہ امام حجت مقـ ... لہذا ایک دفعہ دکھا دینا
کافی سمجھا۔ پھر کوئی لاکھ کوشش کرے۔ قرآن کسی کو دکھایا نہیں جا ... گا یعنی قرآن چھپا رکھنے کے
لئے نازل کیا گیا تھا۔ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے نازل نہیں ہوا تھا۔

۵- قرآن کے اظہار کے وقت جو حضرت علیؓ نے بتایا یہ بھی ایک راز سربستہ معلوم ہوتا ہے
سوال یہ ہے کہ گیارہ امام قرآن کی ضرورت سے واقف نہیں تھے یا ان میں اتنی ہمت
نہیں تھی کہ اللہ کی بات اللہ کے بندوں کے سامنے کہہ سکیں اور یہ آخری امام کوئی بڑا
باہمت ہوگا کہ آخر قرآن کو ظاہر کر کے رہے گا۔

۶- پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بارھویں امام کے ظہور تک اُمتِ محمدیہ کس کتاب سے
رہنمائی حاصل کرے۔ جب اُمت کے پاس کتاب ہدایت سرے سے موجود نہیں تو
ظاہر ہے کہ نہ اُس پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے نہ وہ مکلف ہے۔

مختصر یہ کہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ نبی کریمؐ کا کام صرف یہ تھا کہ اللہ کی طرف
سے جو وحی آئے چپکے سے حضرت علیؓ کے کان میں کہہ دیں اور مہاجرین و انصار میں سے
کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ کیا نبی کی بعثت کی یہی غرض ہوتی ہے اور کتاب کے نزول کا
یہی مقصد ہوتا ہے۔

موجودہ قرآن محرف ہے

انوار نعمانیہ - شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری ۱ : ۲۴۷

قد استفاضته فی الاخبار ان
القرآن کما انزل لم یؤلفه
الا امیر المؤمنین علیه السلام
بوصیته من النبی صلی الله
علیه وسلم فبقی بعد موته
ستة اشهر مشتغلا بجمعه
فلما جمعه کما انزل اتی به
الی المتخلفین من بعد رسول
الله .... وفی ذلک القرآن
زیادة کثیرة وهو خال من
التحریف

مستفیض روایتوں میں آچکا ہے کہ قرآن
جس طرح اور جتنا نازل ہوا تھا اس کو
حضرت علیؓ کے بغیر کسی نے جمع نہیں کیا
کیونکہ نبی کریمؐ نے ان کو وصیت فرمائی
تھی۔ حضور کی وفات کے بعد حضرت
علیؓ چھ ماہ تک قرآن کے جمع کرنے میں
مشغول رہے پھر خلفائے ثلاثہ کے پاس
لائے . . . .
.. حضرت علیؓ کا جمع کردہ قرآن موجودہ
قرآن سے کئی گنا زیادہ ہے اور وہ تحریف سے
بالکل پاک ہے۔

محدث صاحب کی تحقیق قابلِ قدر ہے۔ البتہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے جو قرآن جمع کیا۔ کہاں سے کیا؟ یہی کہا جاسکتا ہے کہ اپنے حافظے کی مدد سے یا اپنی تحریروں کی مدد سے جب ہمہ وقت اسی کام میں لگے ہیں۔ سارا مواد بھی سینے میں ہے یا سفینے میں اپنے پاس ہے تو اس پر چھ مہینے کیونکر صرف ہوئے؟ یہ کام تو بہت جلد ہونا چاہیئے تھا۔ ہاں یہ ممکن ہے آپ نے "عالم کان وما یکون" ہونے کی وجہ سے یہ معلوم کر لیا ہو کہ رکھنا تو چھپا کے ہی ہے لہذا اتنی جلدی کیا پڑی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ محدث صاحب نے حضرت علیؓ کے قرآن کا تعارف ان اوصاف سے کرایا کہ ایک تو وہ قرآن موجودہ قرآن سے کئی گنا بڑا ہے۔ دوسرا وہ تحریف سے بالکل پاک ہے۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ موجودہ قرآن میں تحریف یقیناً ہو چکی ہے۔ مگر کمی کے سلسلے میں تحریف اتنی ہے کہ موجودہ قرآن اصل قرآن کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔

موجودہ قرآن کے محرف ہونے کا یقین پختہ کرنے کے لئے یہی محدث آگے اسی صفحہ پر اور صاحبِ فصل الخطاب ص ۳۰ پر رقم طراز ہیں:۔

ان تسلیم تواترها عن الوحی الالهی وکون الکل قد نزل به الروح الامین یفضی الی طرح الاخبار المستفیضة بل المتواترة الدالة بصریحها علی وقوع التحریف فی القرآن سلاماً ومادةً واعراباً مع ان اصحابنا رضوان الله علیهم قد اطبقوا علی صحتها وتصدیق بها ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیف و هؤلاء الاعلام رووا فی مؤلفاتهم اخبارا کثیرة تشتمل علی وقوع تلک الامور فی القرآن وان الآیة انزلت ثم غیرت الی هذا حکمه

ان سات قراءتوں کو متواتر تسلیم کیا جائے کہ جبریل امین یہ لے کر نازل ہوئے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا تو شیعہ کی وہ روایات جو مستفیض بلکہ متواتر ہیں اور تحریف قرآن پہ صریح دلالت کرتی ہیں کہ تحریف پاروں میں بھی ہوئی اور اعراب میں بھی ہوئی ان سب کو رد کرنا پڑے گا۔ حالانکہ سارے شیعہ علماء نے ان روایات کی صحت اور متواتر ہونے پر اتفاق و اجماع کیا ہے اور ان روایات کی تصدیق کی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ روایت کیسے رد کی جاسکتی ہیں جبکہ بڑے بڑے فضلا شیعہ نے ان کو اپنی کتابوں میں جمع کیا اور روایت کیا۔ روایات بھی کثیر ہیں اور ان امور کے واقع ہونے پر مشتمل ہیں کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی اور اس طرح قرآن میں اس کو متغیر کیا گیا۔

اس روایت سے حضرت علیؓ کے قرآن کے تعارف کے ساتھ موجودہ قرآن کے محرف ہونے کے متعلق شیعہ کا جو عقیدہ ہے اس کی بنیاد کے استحکام کا اظہار بھی کیا گیا کہ:۔

۱ موجودہ قرآن محرف ہے۔

۲ اس محرف ہونے پر شیعہ روایات کثرت سے موجود ہیں

۳ یہ روایات جہاں متواتر ہیں وہاں موجودہ قرآن کے محرف ہونے پر صریح دلالت کرتی ہیں۔ کوئی ابہام نہیں۔

۴ بڑے بڑے مقتدر شیعہ علماء نے ان روایات کی تصدیق کی ہے کہ یہ صحیح اور متواتر ہیں اور اپنی کتابوں میں ان روایات کو اسی تصدیق کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اس روایت میں کوزے میں دریا بند کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ہم ذرا تفصیل سے شیعہ کا یہ عقیدہ اور ان کے یہ اقرار ان کی ثقہ اور مستند کتابوں سے لکھتے ہیں۔

اقرار اول

تحریف قرآن کی روایت شیعہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں جن پر شیعہ مذہب کا مدار ہے۔

۱ فصل الخطاب ص ۲۱۱

وهی متفرقة فی الکتاب المعتبرة التی علیها المعول والیها المرجع عند الاصحاب جمعت ما عثرت علیها فی هذا الباب

تحریف قرآن کی یہ روایات شیعہ کی ان متفرق معتبر کتابوں میں موجود ہیں جن پر شیعہ مذہب کا مدار ہے اور اعتماد ہے۔ میں نے ان روایتوں کو جمع کر دیا جو مجھے مل سکیں۔ تحریف قرآن کے بارے میں۔

٢ ایضاً صـ ٢٢٨

اعلم ان تلک الاخبار منقولة من الکتب المعتبرة التی علیها معول اصحابنا فی اثبات احکام الشریعة والآثار النبویة

خوب جان لو کہ تحریف قرآن کے متعلق یہ روایات معتبر کتب سے منقول ہیں جن کتابوں پر علماء شیعہ کا پورا اعتماد ہے اور احکام شریعت اور احادیث نبوی کو ثابت کرنے میں ان پر مذہب کا مدار ہے۔

اقرار دوم

تحریف قرآن کی روایات کثیر ہیں بلکہ زائد از دو ہزار ہیں۔

فصل الخطاب صـ ٢٢٧

الاخبار الواردة فی الموارد المخصوصة من القرآن الدالة علی تغییر بعض الکلمات والآیات والسور باحدی الصور المتقدمة وهی کثیرة جدا حتی قال السید نعمة اللّٰہ الجزائری فی بعض مؤلفاته کما حکی عنه ان الاخبار الدالة علی ذلک تزید علی الفی حدیث وادعی استفاضتها جماعة کالمفید والمحقق الداماد والعلامة المجلسی وغیرهم بل الشیخ ایضا صرح فی التبیان بکثرتها بل ادعی تواترها جماعة یاتی ذکرهم۔

روایات جو مخصوص موارد میں قرآن سے وارد ہوئی ہیں وہ قرآن کے کلمات، آیات اور سورتوں کے متغیر ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور یہ روایات اتنی کثیر ہیں کہ سید نعمت اللّٰہ الجزائری نے اپنی بعض تصانیف میں بیان کیا ہے کہ یہ روایات ٢ ہزار سے زائد ہیں۔ اور علمائے شیعہ کی ایک جماعت نے ان روایات کے مستفیض ہونے کا دعوی کیا ہے۔ جیسا کہ شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ بلکہ شیخ ابوجعفر طوسی نے اپنی تفسیر التبیان میں کثرت کی تصریح کی ہے بلکہ تحریف قرآن کی روایات کے متواتر ہونے کا دعوی کیا ہے۔ ان علماء کا ذکر آگے آئے گا۔

پھر فصل الخطاب صـ ٢١١

الاخبار الکثیرة المعتبرة الصریحة فی وقوع السقط ودخول النقصان فی

کثیر التعداد روایات جو معتبر ہیں اور صاف دلالت کرتی ہیں کہ موجودہ قرآن محرف ہے۔

الموجود من القرآن زیادة علی ما مر متفرقا فی ضمن الادلة السابقة وانه اقل من تمام ما نزل اعجازا علی قلب سید الانس والجان من غیر اختصاصها بآیة او سورة

اس میں کمی اور زیادتی کی گئی ہے۔ سابقہ دلیلوں کے ضمن میں متفرق بیان کی گئی ہیں۔ اور یہ کہ موجودہ قرآن بہت کم ہے اس قرآن سے جو سید الانس والجن کے قلب اطہر پر نازل کیا گیا تھا۔ اور یہ تحریف جو کی گئی ہے۔ کسی ایک آیت یا سورة سے مخصوص نہیں۔

اقرار سوم

قرآن میں ہر قسم کی تحریف کی گئی ہے۔ یعنی کلمات میں۔ آیات میں سورتوں میں وغیرہ کمی اور زیادتی میں۔

١ تفسیر مرآة الانوار ومشکوة الاسرار۔ سید حسن شریف صـ ١٠١ طبع تہران

وقد مر فی فصول المقدمة الثانیة ما یدل علی وقوع التبدیل والتحریف فی القرآن خصوص منه سوال الزندیق الدال صریحا علی ان اعداء الائمة هم المبدلون له

مقدمہ ثانیہ کے پہلے فصلوں میں گذر چکا ہے کہ روایات دلالت کرتی ہیں۔ قرآن میں تحریف پر خصوصاً زندیق کے سوال کی روایت صاف دلالت کرتی ہے کہ اماموں کے دشمن وہ ہیں جنہوں نے قرآن کو تبدیل کیا ہے

٢ ایضاً صـ ٣٧

وامثالها من الآیات الکثیرة سوی ما ورد فی التقدیم والتاخیر واسقاط اسم علی واسماء اعدائه من الاخبار المتواترة التی تاتی فی مواضعها

اسی طرح کی اکثر آیات ہیں سوائے ان کے جن میں تقدیم تاخیر ہو گئی۔ بالخصوص حضرت علی رضی کا نام ساقط کرنا اور ان کے دشمنوں کے نام گرا دینا وغیرہ اس بارہ میں روایات متواتر آئی ہیں۔

٣ ایضاً مقدمہ ثانیہ صـ ٣٦

اعلم ان الحق لا محیص عنه بحسب الاخبار المتواترة الآتیة

خوب جان لو کہ حق بات یہ ہے جس سے کوئی چارہ نہیں باعتبار روایات متواترہ

وغیرھا ان ھذا القرآن الذی فی الدنیا قد وقع فیہ بعد رسول اللہ شیٔ من التغیرات والسقط الذین جمعوہ بعدہ کثیرا من الکلمات والآیات وان القرآن المحفوظ ماجمعہ علی

کے جو آنے والے ہیں اور ان کے سوا بھی کہ اس قرآن میں جو ہمارے ہاتھوں میں ہے کئی قسم کے تغیرات واقع ہوئے۔ اور جمع کرنے والوں نے بہت سے کلمات اور آیات اس قرآن سے نکال دی ہیں۔ اور جو قرآن محفوظ ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔

اقرار چہارم قرآن کی تحریف کا عقیدہ رکھنا ضروریات دین شیعہ سے ہے (واضح رہے کہ ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔ لہذا قرآن کو محرف نہ ماننا شیعہ کے نزدیک کفر ہے)

۱ تفسیر مراۃ الانوار صـ ۱۹

واعلم ان الاحادیث بغیر المحصورۃ تدل علی ھذا الامور المذکورۃ بل اکثرھا مماھو مجمع علیہ عند علمائنا الامامیین وقد نص علی حقیقتھا بل کون جلھا من ضروریات ھذا المذھب

خوب جان لو کہ لاتعداد حدیثیں امور مذکورہ پر دلالت کرتی ہیں بلکہ اکثر ان میں وہ ہیں جن پر علماء شیعہ امامیہ کا اجماع ہے اور ان کے حق ہونے پر نص کی گئی بلکہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تحریف قرآن کا عقیدہ شیعہ مذہب کی ضروریات دین سے ہے

۲ اور انوار نعمانیہ صـ ۲۸۴

الوارد فی ھذا الکتب والسنۃ المتواترۃ بحیث صار من الضروریات الدینیۃ یکفر منکرھا اجماعا ووفاقا۔

اس کتاب یعنی انوار نعمانیہ میں اور سنت متواترہ میں ان روایات کا وارد ہونا اس حیثیت سے ہے کہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے جس کا منکر کافر ہے اجماع اور اتفاق سے۔

اقرار پنجم تحریف قرآن کی روایات کا انکار کریں تو امامت کے عقیدے کا انکار بھی کرنا پڑتا ہے۔

فصل الخطاب صـ ۳۳۹

لا یخفی ان ھذا الخبر وکثیرا من الاخبار الصحیحۃ صریحۃ فی نقص القرآن وتغییرہ وعندی ان الاخبار فی ھذا الباب متواترۃ معنی وطرح جمیعھا یوجب رفع الاعتماد عن الاخبار راسا بل ظنی ان الاخبار فی ھذا الباب لا یقصر عن اخبار الامامۃ فکیف یثبتونھا بالخبر

یہ امر پوشیدہ نہ رہے کہ یہ حدیث اور کثیر تعداد میں شیعہ احادیث جو صحیح ہیں اور تحریف قرآن پر صریح دلالت کرتی ہیں کہ قرآن میں کمی ہوئی اس میں تغیر و تبدل ہوا اور میرے نزدیک تحریف قرآن کے باب میں روایات متواترہ ہیں۔ ان سب کو رد کر دینا واجب کر دیتا ہے کہ شیعہ روایات سے اعتماد اٹھ جائے اور فن حدیث بے معنی ہو جائے بلکہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ تحریف قرآن کی روایات امامت کی روایات سے کم نہیں۔

یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ مسئلہ امامت شیعہ مذہب کی بنیاد اور جان ہے اور یہ مسئلہ قرآن مجید اور حدیث نبوی سے ثابت ہو نہیں سکتا بلکہ اس کا اشارہ تک نہیں ملتا۔ لے دے کے بس روایات ہی تو ہیں جن کے سہارے امامت کا مسئلہ کھڑا کیا گیا ہے۔ لہذا تحریف قرآن کی روایات کا انکار کرنے سے دو قسم کی محرومی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پہلا اپنے ذخیرہ روایات سے دستبردار ہونا۔ دوسرا امامت کے عقیدے کا انکار کرنا، یہاں آکر شیعہ حضرات عجیب دوراہے پر پہنچ جاتے ہیں۔ اگر تحریف قرآن کا انکار کریں تو امامت ہاتھ سے جاتی ہے اور اگر امامت کے عقیدے پر قائم رہیں تو قرآن سے ایمان جاتا ہے۔ مگر کوئی ایک فرد بھی زیادہ دیر تک کسی ایسی کشمکش میں رہنا پسند نہیں کرتا تو ایک جماعت سے یہ کیونکر توقع ہو سکتی ہے کہ مسلسل گومگو کی حالت میں رہے آخر شیعہ نے فیصلہ کر لیا کہ امامت سے چمٹے رہو قرآن کا انکار کرنا پڑتا ہے تو ہماری بلا سے۔

اقرار ششم تحریف قرآن عادت اور عقل کے عین مطابق ہے۔

فصل الخطاب صہ ۳

۱ - ان کیفیت جمع القرآن وتالیفہ مستلزمۃ عادۃ لوقوع التغییر والتحریف فیہ وقد اشار الی ذلک العلامۃ المجلسی فی مرأۃ العقول حیث قال والعقل یحکم بانہ اذا کان القرآن متفرقا منتشرا عند الناس وتصدی غیر المعصوم لجمعہ یمتنع عادۃ ان یکون کاملا موافقا للواقع

قرآن کی تالیف اور جمع کرنے کی کیفیت سے عادۃً یہ لازم آتا ہے کہ قرآن میں تغیر و تبدل واقع ہو۔ علامہ مجلسی نے اپنی کتاب مرأۃ العقول میں اس تحریف کی طرف اشارہ کیا ہے، جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ عقل کا فیصلہ یہ ہے کہ جب قرآن کریم لوگوں کے پاس متفرق اور بکھرا ہوا تھا۔ اور غیر معصوم اس کے جمع کرنے کے درپے ہوئے تو یہ امر عادۃً محال ہے کہ قرآن کامل واقع کے مطابق جمع ہوا ہو۔

۲ - مرأۃ العقول شرح اصول۔ علامہ باقر مجلسی ۱:۱۷۱

والعقل یحکم بانہ اذا کان القرآن منتفرقا منتشرا عند الناس وتصدی غیر المعصوم لجمعہ یمتنع عادۃ ان یکون کاملا موافقا للواقع

ترجمہ اوپر دیکھئے

اس اقرار کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن حکیم ان لوگوں نے جمع کیا جو غیر معصوم تھے اور غیر معصوم کا کامل طور پر صادق القول اور امین ہونا محال ہے لہذا قرآن میں تحریف ہونا گویا امر عادی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر معصوم لوگ قرآن کو جمع کرتے تو وہ قابل اعتبار ہوتا۔ لیکن ایک پیچیدگی کا حل کوئی نظر نہیں آتا کہ "معصوم" تو سارے تقیہ کے دلدادہ تھے بلکہ ایک معصوم کے وقت تو شیعہ نے یہ بھی لگا رکھا ہے کہ ۹/۱۰ حصہ دین تقیہ میں ہے تو یہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اگر معصوم بھی قرآن کو جمع کرتے تو اس امر کی کیا ضمانت ہوتی کہ اس کا کونسا حصہ کی تقیہ کی نذر ہوا اور کتنا

حصہ ... قرآن ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ معصوم جمع کرتے جب بھی اللہ کی مخلوق تو اس سے محروم ہی رہتی کیونکہ بقول شیعہ معصوم نے جو قرآن جمع کیا وہ ۱۴ سو سال تک کسی کو دیکھنا نصیب نہیں ہوا آگے کی اللہ جانے۔

ہاں جن غیر معصوم نے قرآن جمع کیا ان کی کارکردگی کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

۱- فصل الخطاب صہ ۱۴۶

ومن امثال تلک الامور فما کان معروفا فجعلوہ منکرا وما کان منکرا جعلوہ معروفا

(تحریف کی) مثالوں میں سے یہ باتیں ہیں کہ اچھی باتوں کو برا بنا دیا اور بری باتوں کو اچھا بنا دیا۔

۲- اور احتجاج طبرسی صہ ۱۴۶

فصار الحق فی ذلک الزمان عندھم حقا والکذب صدقا والصدق کذبا

خلفاء کے زمانے میں حق کو باطل بنا دیا اور باطل کو حق۔ جھوٹ تو سچ بن گیا اور سچ جھوٹ بن گیا۔

اس الٹ پلٹ کا نتیجہ کیا نکلا۔

فصل الخطاب صہ ۵۱

فان ھذہ الامۃ الی الآن متحیرون تاتھون فی ادیانھم واحکامھم

بیشک یہ امت اس وقت تک اپنے دین اور دین کے احکام کے بارے میں حیران ہے۔

واقعی نتیجہ تو یہ ہونا چاہیئے تھا مگر ایک بات تحقیق طلب ہے کہ ھذہ الامۃ سے کیا مراد ہے علامہ نوری طبرسی جس امت کی نمائندگی کر رہے ہیں وہ مراد ہو سکتی ہے۔ اور وہ شیعہ جماعت ہے اور ان کا تحیر بھی کوئی غیر فطری نہیں کیونکہ دعوٰی ہے کہ الہامی اور آسمانی دین ہے۔ الہامی مذہب کے لئے الہامی کتاب ہونا ضروری ہے کہ اس سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ اب شیعہ کے متحیر ہونا کا سبب یہ ہے کہ جو کتاب موجود ہے

وہ قابلِ اعتبار نہیں اور جو قابلِ اعتبار ہے وہ موجود نہیں بلکہ معصوموں کے بغیر کسی نے وہ کتاب دیکھی نہیں۔ اس صورت میں سوائے اس کے کہ کوئی چارہ نہیں احکام خود بنا لیے جائیں اور انہیں ٹکسالی بنانے کے لیئے منسوب کیئے جائیں مذہب کے ساختہ۔ ایک عقدہ تو حل ہوگیا۔ مگر دوسری مشکل یہ پیدا ہوگئی کہ انسانوں کا تیار کیا ہوا مذہب آسمانی دین کیونکر ہوگیا؟ یہ ہیں وہ حالات جن کی وجہ سے اُمّت شیعہ تحیّر مسلسل کی کیفیت کا شکار ہے

متقدمین علمائے شیعہ
اور عقیدہ تحریفِ قرآن

ان امور پر تفصیلی بحث ہوگئی کہ

① تحریفِ قرآن کی روایات شیعہ کی معتبر کتب میں ہیں۔
② یہ روایات کثیر التعداد ہیں۔
③ زائد از دو ہزار ہیں۔
④ یہ روایات صحیح متواتر اور مستفیض ہیں
۵ یہ روایات تحریفِ قرآن پر صحیح دلالت کرتی ہیں۔
⑥ یہ روایات علمائے شیعہ کے عقیدہ تحریفِ قرآن کی بنیاد ہیں۔
⑦ تحریفِ قرآن کا عقیدہ شیعہ مذہب کے ضروریاتِ دین سے ہے۔

اب ذرا ان علمائے شیعہ سے بھی ملیں جو اس مہم میں پیش پیش ہیں۔

فصل الخطاب صہ ۳۳۸

قد عرفت مشروحا ان النقصان انما تطرق على القرآن بسبب خلافة اهل الجور والعدوان .... وبلوغ ماذكرناه و نقلناه من اول المقدمات الى ههنا ازيد من حد تواتر كما لا يخفى على منصف مع عدم عنوانا على كثير من كتب الاخبار وقد ادعى

آپ تفصیل سے معلوم کر چکے ہیں کہ اہل ظلم و جور کی خلافت کی وجہ سے قرآن میں نقصان و تحریف نے راہ پائی جیسا کہ میں نے نقل کیا ہے۔ تحریفِ قرآن کی روایات حد تواتر سے زائد ہیں۔ ایک منصف مزاج آدمی خواہ وہ حدیث کی بہت سی کتابوں سے واقف نہ ہو یہ امر پوشیدہ نہیں۔ اور تحریف

تواترها جماعته منهم المولوی محمد
صالح فی شرح الکافی. حیث قال
فی شرح ماوردات القرآن الذی
جاء به جبرئیل الی النبی صلی الله
علیه وسلم سبعة عشرة الف
اٰیته وفی روایته سلیم ثمانیته
عشرة ایته. واسقاط بعض القرآن
وتحریفه ثبت من طرقنا بالتواتر
معنوی کما یظهر لمن تأمل فی کتب
الاحادیث من اولها الی آخرها. ومنهم
الفاضل قاضی القضاة علی بن عبدالعالی
مالفظه ان ابرادا کابر الاصحاب
لاخبار نافی کتبهم المعتبر التی ضمنوا
صحة ما فیها قاض بصحتها فان لهم
طرقا فی تصحیحها غیر جهة الرواة
کالاجماع علی مضمون المتن ولیس عندی
تنصیص هولاء الفحول بصحة
المتن بادون من توثیق الرواة. و
منهم الشیخ المحدث الجلیل الشیخ
ابوالحسن الشریف فی مقدمات
تفسیره. ومنهم العلامة المجلسی
قال فی مراة العقول فی باب انه
لم یجمع القرآن کله الا الائمته و

قرآن کی ہر روایتوں کے متواتر ہونے کا شیعہ
محدثین کی ایک جماعت نے دعویٰ کیا ہے
ان میں مولوی محمد صالح ہے جس نے شرح
کافی میں بیان کیا کہ جو قرآن جبرئیل امین محمد
رسول اللہ پر لے کے آیا تھا وہ ۱۷ ہزار آیات
کا آیا تھا اور سلیم کی روایت میں ہے کہ
۱۸ ہزار آیت کا ہے۔ قرآن کے بعض حصوں
کا ساقط ہونا اور اس میں تحریف ہونا شیعہ
مذہب میں تواتر سے ثابت ہے۔ یہ
حقیقت ہر اس شخص پہ واضح ہو گی۔ جو
حدیث کی کتابوں کو اوّل سے آخر تک
دیکھے۔ ان میں سے ایک فاضل قاضی
القضاۃ علی بن عبدالعالی ہے۔ اس نے کہا
ہے کہ ہمارے اکابر محدثین نے ان احادیث
کو اپنی معتبر کتب میں درج کیا ہے جو کچھ
ان کتابوں میں لکھا ہے۔ اس کی صحت پہ
وہ محدثین ضامن ہوئے ہیں۔ روایات پر
جرح کرنے کے علاوہ بھی ان کے صحیح ہونے
کے کئی طریقے ہیں جیسا کہ اس مضمون کی تین
کتب پہ اجماع ہونا۔ اور میرے نزدیک
ان بڑے بڑے فضلاء شیعہ کا روایات
کی صحت کی نص کر دینا راویوں کی توثیق کرنے
سے کم نہیں۔ پھر ان میں شیخ محدث جلیل ابوالحسن

ومنهم السید المحدث الجزائری
فی منبع الحیوة ومنهم المولوی
محمد تقی المجلسی ومنهم الفاضل
الامیرزا علاء الدین کلستانی فی شارح
النهج ...... وقال الفاضل المتبع المولوی
الحاج محمد الاردبیلی تلمیذ العلامة
المجلسی فی اول کتاب جامع الرواة
وبالجملة ببرکته نسختی هذه یمکن
ان یصیر قریبا من اثنی عشر الف
حدیث او اکثر من الاخبار التی کانت
بحسب المشهور بین علمائنا

شریف بھی ہے جیسا کہ اس نے اپنی تفسیر
مراۃ الانوار کے مقدمے میں لکھا ہے۔ پھر
ان میں علّامہ باقر مجلسی بھی ہے۔ اس نے
مراۃ العقول شرح اصول میں ایک باب
باندھا ہے کہ پورا قرآن صرف اماموں نے
جمع کیا۔ پھر ان میں سیّد محدّث الجزائری
بھی ہے۔ اس نے منبع حیات میں بیان
کیا۔ پھر ان میں مولوی محمد تقی مجلسی بھی ہے
پھر ان میں فاضل مرزا علاء الدین بھی ہے
جو شارح النہج ہے اور حاجی محمد اردبیلی جو
علّامہ مجلسی کا شاگرد ہے اس نے کتاب
جامع الرواۃ کی ابتداء میں کہا کہ حاصل
کلام یہ ہے کہ میری کتاب کے اس نسخہ
کی برکت سے ممکن ہے کہ تحریف قرآن
کی روایات ۱۲ ہزار یا اس سے بھی زیادہ
ہوں بمقابلہ ان روایتوں کے جو ہمارے
علمائے کے نزدیک مشہور ہیں۔

ایضا صـ ۳۴۴

اعلم انا قد ذکرنا فی ذیل
الدلیل السابق صراحته دلالته ما
تضمن کلمته السقوط والتغیر والتبدیل
والتحریف والمحو علی المطلوب

خوب جان لو ہم نے دلیل سابق میں
ذکر کیا ہے جو صاف اور صریح دلالت کرتی
ہیں۔ قرآن میں کلمات کو ساقط کرنے تحریف
کرنے، بدل دینے اور مٹا دینے پر۔

یہ اکابر شیعہ علماء تحریف قرآن کے عقیدے میں صرف ذاتی طور پر ہی رسوخ
نہیں رکھتے بلکہ اس عقیدہ کے مبلّغ ہیں اور اس کے انکار کو کفر قرار دیتے ہیں۔ مگر

بااین ہمہ یہ قدرتی بات ہے کہ شیعہ کوئی بات بھی کرے اس عقیدہ کا امکان ضرور ہوتا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ شیعہ کے نزدیک ۹/۱۰ حصہ دین جب تقیہ میں مضمر ہے تو اس گنج بادآورد کو کوئی کیسے جانے دے۔ اللہ جزا دے ان کے علّامہ نوری طبرسی کو بات صاف کر گئے ہیں۔

فصل الخطاب صـ۱۲

فیقول العبد المذنب حسین بن محمد تقی النوری الطبرسی جعله الله تعالیٰ من الواقفین ببابه المتمسکین بکتابه هذا کتاب لطیف وسفر شریف عملته فی تحریف القرآن وفضائح اهل الجور والعدوان وسمیته فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب وجعلت له ثلاث مقدمات وبابین واودعت فیه من بدائع الحکمة ما تقربه کل عین وارجوا ممن ینتظر رحمته المسیئون ان ینفعنی به یوم لا ینفع مال ولا بنون۔

گنہگار بندہ حسین بن محمد تقی النوری الطبرسی۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے دروازے پر کھڑا ہونے والوں میں کرے اور اپنی کتاب سے تمسّک کرنے والوں سے بنائے کہتا ہے کہ یہ کتاب بڑی لطیف اور گراں قدر ہے میں نے اس میں تحریف قرآن کا مسئلہ اور ظالموں کی برائیاں بیان کی ہیں۔ اور اس کا نام رکھا ہے فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب میں نے اس میں تین مقدمات اور دو باب رکھے ہیں اور میں نے اس کتاب میں عجیب حکمتیں بیان کی ہیں جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور میں خدا سے اُمید کرتا ہوں اُس کی رحمت کی جس کے گنہگار لوگ منتظر ہیں کہ یہ کتاب مجھے قیامت کے دن نفع دے گی جس روز مال اور اولاد کچھ نفع نہ دیں گے۔

علّامہ نوری طبرسی نے عقیدہ تحریف قرآن کی اہمیت واضح کر دی۔ کہ یہ عقیدہ رکھنا

ہی شیعی نجات کے لئے کافی ہے۔ بھلا کس کا دل گردہ ہے کہ قرآن پر ایمان لا کر نجات اخروی سے دستبردار ہو جائے۔ خلفائے ثلاثہ کے جور و ظلم کے عقیدہ سے تو عقیدہ تحریف قرآن میں اور جلا آجاتی ہے۔ لہذا علّامہ نوری نے اپنی نجات کو یقینی بنانے کے لئے تحریف کتاب رب الارباب کے ساتھ ساتھ ضمنی طور پر صحابہ کرامؓ بالخصوص اصحابِ ثلاثہؓ کو بھی ثواب پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

علّامہ نوری طبرسی پر ہی موقوف نہیں۔ شیعہ علماء کے نزدیک تحریفِ قرآن کا عقیدہ تو دراصل شیعہ مذہب کی بنیاد ہے۔ علّامہ نوری نے متقدمین شیعہ علماء کے نام لکھے ہیں۔ اب متقدمین اور متاخرین علمائے شیعہ میں سے چند اور چوٹی کے حضرات کے نام دیئے جاتے ہیں۔

تفسیر مراۃ الانوار شیعہ محدث عظیم ابوالحسن شریف صـ۴۹ فصل رابع

اعلم ان الذی یظهر من ثقة الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی طاب ثراه انه کان یعتقد التحریف والنقصان فی القرآن لانه روی روایات کثیرة فی هذا المعنی فی کتاب الکافی الذی صرح فی اوله بانه کان یثق فیما رواه فیه ولم یتعرض لقدح فیها ولا ذکر معارضا لها وکذلک شیخه علی بن ابراهیم القمی فان تفسیره مملوءة وله غلو فیه .... ووافق القمی والکلینی جماعة من اصحابنا المفسرین کالعیاشی

خوب جان لو کہ جو چیز ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی کے متعلق ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ وہ تحریف قرآن اور قرآن میں کمی کا عقیدہ رکھتا تھا، کیونکہ شیخ نے اس سلسلے میں بہت سی روایات اپنی کتاب کافی میں درج کی ہیں۔ اور انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں لکھ دیا ہے کہ جتنی روایتیں اس کتاب کافی میں ہیں ان پر مجھے یقین اور وثوق ہے کہ سب صحیح ہیں۔ اور شیخ نے ان روایات پر کوئی جرح اور تنقید نہیں کی۔ اسی طرح کلینی کے استاد علی بن ابراہیم قمی بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے ان کی تفسیر روایات تحریف قرآن سے پُر ہے۔ اور ان کو اس مسئلہ

والنعمانی وفرات بن ابراهیم وغیرهم وهو مذهب اکثر محققی محدثی المتاخرین وقول الشیخ الاجل احمد بن ابی طالب الطبرسی کما ینادی کتابه الاحتجاج ونصره شیخنا العلامه باقر علوم اهل البیت وخادم اخبارهم فی کتابه بحار الانوار وبسط الکلام فیه بما لامزید علیه وعندی فی وضوح هذا القول بعد تتبع الاخبار وتفحص الاثار بحیث یمکن الحکم بکون من ضروریات مذهب التشیع وانه اکبر مفاسد غصب الخلافه فتدبر حتی تعلم توهم الصدوق حیث قال فی اعتقاداته۔ ...... الخ

میں بڑا غلو تھا۔ اس مسئلہ پر شیعہ مفسرین کی جماعت نے اتفاق کیا ہے۔ مثلاً مفسر عیاشی نعمانی اور فرات بن ابراہیم وغیرہ۔ اور اکثر محدثین محققین متاخرین شیعہ وغیرہ کا یہی مذہب ہے اور شیخ اجل احمد طبرسی کا بھی یہی فرمان ہے جیسا کہ ان کی کتاب احتجاج طبرسی اس عقیدے کا اعلان کرتی ہے۔ اور باقر مجلسی جو اہل بیت کے علوم کا خزانہ اور ان کی روایات کا خادم ہے اس نے بھی اپنی کتاب بحار الانوار میں اس مسئلہ کے متعلق بسط سے بحث کی ہے تحریف قرآن کے مسئلہ پر اس سے زیادہ بحث کرنا ممکن نہیں۔ میرے نزدیک روایات کی پیروی کرنے اور آثار کی پڑتال کرنے کے بعد تحریفِ قرآن کا قول واضح ہے۔ اس پر حکم کرنا ممکن ہے کہ مسئلہ تحریف قرآن ضروریات مذہب شیعہ سے ہے اور سب سے بڑا افساد غصبِ خلافت کا ہے اس پر غور کرو تاکہ تم پر شیخ صدوق کا وہم عدم تحریف قرآن واضح ہو جائے جو انہوں نے رسالہ اعتقادیہ میں لکھا ہے

یہ کتاب پوری تفسیر قرآن نہیں بلکہ صرف سورہ بقرہ کے نصف تک ہے۔ مگر یہ تفسیر اس قدر بلند پایہ ہے کہ علامہ نوری طبرسی اپنی کتاب فصل الخطاب ص۲۱ میں لکھتے ہیں۔

الشیخ ابی الحسن الشریف جد شیخنا صاحب الجواهر وجعله فی تفسیره المسمی بمراة الانوار من ضروریات مذهب التشیع

شیخ ابوالحسن الشریف ہمارے شیخ صاحب الجواہر کا دادا ہے۔ اس نے مسئلہ تحریف قرآن کو اپنی تفسیر مراۃ الانوار میں ضروریات مذہب شیعہ کے طور پر ذکر کیا ہے،

مختصر یہ کہ اس "عظیم" مفسر نے بڑی تحقیق کی ہے اور اس کا حاصلِ تحقیق یہ ہے کہ

① مسئلہ تحریفِ قرآن میں اکابر شیعہ مفسرین متفق ہیں۔
② تمام محدثین جو محقق ہیں۔ متقدمین میں سے ہوں یا متاخرین میں سے اس مسئلہ پر متفق ہیں۔
③ مثال کے طور پر جو نام شیخ نے ذکر کئے ہیں شیعہ مذہب میں بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔
④ مسئلہ تحریف قرآن شیعہ مذہب کے ضروریات دین سے ہے۔ یعنی جو شخص تحریفِ قرآن کا قائل نہیں اور قرآن کو صحیح اور کامل سمجھتا ہے وہ شیعہ مذہب سے خارج ہے۔

یہ آخری شق بڑی فیصلہ کن اور مابہ الامتیاز ہے۔ یعنی مذہب اسلام کا فیصلہ ہے کہ جو شخص قرآنِ کریم کو اللہ تعالےٰ کی صحیح اور کامل کتاب نہ سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور مذہب شیعہ کا فیصلہ ہے کہ جو شخص تحریف قرآن کا عقیدہ نہ رکھے یعنی جو شخص موجودہ قرآن کو تحریف شدہ ، بدلا ہوا نہ سمجھے وہ مذہب شیعہ سے خارج ہے واقعی یہ مقام بڑا نازک ہے۔ تحریفِ قرآن کا مسئلہ ایسی حد فاصل ہے کہ تحریف قرآن کا عقیدہ رکھو تو اسلام سے خارج اور یہ عقیدہ نہ رکھو تو مذہب شیعہ سے خارج۔ انسان کو فیصلہ کی آزادی ہے جو پہلو چاہے اختیار کرے۔ آخر آزادی رائے انسان کا پیدائشی حق جو ہوا۔

شیعہ محدث سید نعمت اللہ الجزائری کا ذکر ہو چکا کہ آپ نے اپنی کتاب انوار نعمانیہ ۲ : ۳۸۴ پر یہی فیصلہ دیا ہے۔

الوارد فی الکتاب والسنته المتواترة بحیث صارمن الضروریات الدینیته یکفر منکرها اجماعا و وناقا	جو مسئلہ قرآن میں یا حدیث متواتر میں آجائے وہ ضروریاتِ دین سے ہے اور ضروریاتِ دین کا منکر اجماعاً و اتفاقاً کافر ہے

ہم نے تحریفِ قرآن کے منکر کے لئے شیعہ مذہب سے خارج کی ترکیب استعمال کی تھی۔ مگر شیعہ محدّث الجزائری نے تو کوئی ابہام نہیں رہنے دیا اور بات دوٹوک کر دی کہ تحریفِ قرآن کا منکر کافر ہے۔ اب تو تقیہ کی ڈھال بھی کوئی کارآمد نظر نہیں آتی۔ یعنی اگر کوئی شیعہ بزرگ کسی مصلحت کے تحت یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ ہم تحریفِ قرآن کے قائل نہیں ہیں تو اسے اعلان کرنا پڑے گا کہ شیعہ علماء از اوّل تا آخر سب کافر تھے کیونکہ وہ سب تحریفِ قرآن کا عقیدہ اپناتے رہے بلکہ اس عقیدہ کو ضروریاتِ دین میں شامل کرتے رہے۔ لہٰذا اس جھوٹی رواداری اور تصنع سے کوئی فائدہ نہیں۔ اپنے دین کی ضروریات کی حفاظت کیجئے اور تحریفِ قرآن کے عقیدے پر قائم رہئے ورنہ آپ کے سارے شیوخ اور ثقۃ الاسلام اور مفسرین محدّثین آپ کے نزدیک کافر قرار پائیں گے۔

اس امر کی نزاکت کا احساس نہ کرتے ہوئے چار شیعہ علماء نے نہ جانے کس بنا پر عدمِ تحریفِ قرآن کے متعلق لب کشائی کی۔ ظاہر ہے کہ متقدمین اور متأخرین شیعہ مفسرین، محدّثین، محققین جب دہائی دے رہے ہیں کہ قرآن بدل گیا، قرآن کم ہو گیا۔ قرآن میں من مانے اضافے ہو گئے۔ قرآن کے مضامین آگے پیچھے کر دیئے گئے تو ان کے مقابلے میں چار آدمیوں کی زیرِ لب گفتگو کی مثال وہی ہے کہ نقار خانے میں طوطی کی آواز ہے تو کون اس آواز پر کان دھرے۔ پھر بھی انکی خوب "نوا صنح" کی گئی۔ علّامہ طبرسی نے فصل الخطاب صفحہ ۲۵ پر شیخ صدوق کی بات کو مبنی بر وہم قرار دیتے ہوئے ایک طویل فہرست ان علماء کی دی ہے جو شیعہ مذہب کے ستون ہیں اور وہ سب تحریفِ قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

تحریفِ قرآن کا عقیدہ رکھنے والے جیّد شیعہ علمائ

علی بن ابراہیم القمی	شیخ کلینی	مفسر		مصنف تفسیر قمی
محمد بن یعقوب کلینی	ثقۃ الاسلام	محدّث	〃	اصول کافی
سیّد محسن کاظمی		محدّث		شرح الوافیہ
علّامہ باقر مجلسی		〃	〃	مراۃ العقول
محمد بن الحسن الصفار	ثقۃ الجلیل	〃	〃	البصائر
محمد بن ابراہیم نعمانی کلینی			〃	کتاب غیبۃ
سعد بن عبداللہ قمی	ثقۃ الجلیل		〃	ناسخ و منسوخ
علی بن احمد کوفی			〃	بدعۃ المحدثہ
محمد بن مسعود عیاشی	شیخ جلیل	مفسر	〃	تفسیر عیاشی
فرات بن ابراہیم کوفی		〃		
محمد بن عباس ماہیار		متکلم		
ابو سہیل اسمٰعیل بن علی نوبخت			〃	کتب کثیرہ
اسحاق کاتب	جس نے امام مہدی کو دیکھا ہے			
انیس الطائفہ ابوالقاسم حسین بن روح	سفیر ثالث			
حاجب بن لیثب بن سراج				
شیخ جلیل فضل بن سراج				
محمد بن حسن شیبانی	مصنف تفسیر نہج البیان فی معانی القرآن			
احمد بن محمد بن خالد برقی	〃 کتاب محاسن			

(محقق طوسی نے اپنی کتاب فہرست اور کشی نے رجال میں ان کی کتابوں میں سے کتاب تحریفِ قرآن کو شمار کیا ہے)

ثقہ محمد بن خالد
شیخ ثقہ علی بن حسن بن فضال — جن سے کوئی غلطی علم حدیث میں ظاہر نہیں ہوئی
محمد بن حسن الصیرفی
احمد بن محمد سیار
شیخ حسن بن سلیمان تلمیذ شہید
ابو طاہر عبدالواحد بن عمر قمی بن علی بن شہر آشوب
شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی
مولوی صالح محمد
فاضل سید علی خاں
مولوی محمد مہدی نراقی
استاد اکبر بہبہانی
محقق کاظمی
شیخ ابوالحسن شریف
شیخ علی بن محمد المقابی
سید جلیل علی طاؤس
شیخ الاعظم محمد بن محمد بن نعمان مفید
آخر میں علامہ نوری طبرسی لکھتے ہیں :-

وھو مذھب جمھور المحدثین
الذین عثرنا علی کلماتھم

یہ جمہور محدثین کا مذہب ہے جن کی
باتیں ہم تک پہنچی ہیں۔

اس فہرست کے بعد علامہ نوری نے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۱ اور پھر صفحہ ۳۲
پر مزید شیعہ علماء کے نام درج کئے جو تحریف قرآن کے قائل تھے۔ پھر لکھتے ہیں :-

ان ناقلھا فی الکتب المعتبرۃ
ثقۃ الاسلام الکلینی وشیخہ علی

تحریف قرآن کی روایات معتبر کتب
میں نقل کرنے والے ثقۃ الاسلام کلینی

بن ابراھیم وتلمیذہ النعمانی والکشی
وشیخہ العیاشی والصفار وفرات
بن ابراھیم وشیخ الطبرسی صاحب
الاحتجاج وابن شھر آشوب والثقۃ
الثقۃ محمد بن العباس الماھیار
واضرابھم
وھؤلاء اجل من ان یتھم فیھم
سوء العقیدۃ وضعف فی المذھب
وفتور فی الدین وعلیھم
تدور رحی آثار الائمۃ الاطھار
فبل محدث لم یشرب
من انائھم وای
فقیہ لم ینزل رحلہ
بفنائھم وای مفسر
غیر ذی رای استغنی
عن اقتطاب
جنائھم۔

ان کے استاد علی بن ابراہیم اور ان کے
شاگرد نعمانی اور کشی اور ان کے شیخ عیاشی
اور الصفار اور فرات بن ابراہیم اور
شیخ طبرسی مصنف احتجاج اور ابن شہر
آشوب اور محمد بن عباس الماہیار اور
اسی پائے کے لوگ۔
یہ جلیل فضلائے شیعہ اس بات
سے بہت بلند ہیں کہ ان کے مذہب یا عقیدہ
کے متعلق بدظنی کی جائے۔ یا ان کے دین
میں فتور کا گمان کیا جائے۔ یہی وہ لوگ
ہیں جن کے گرد ائمہ کی احادیث اور روایات
کی چکی گھومتی ہے کوئی شیعہ محدث نہیں
جس نے ان کے کسی برتن سے نہ پیا ہو
کوئی شیعہ فقیہ نہیں جس نے اپنی سواری
ان کے دروازے پر نہ بٹھائی ہو۔ کوئی
شیعہ مفسر ایسا نہیں جو ان کے باغ سے
پھل کھانے سے مستغنی ہو۔

علامہ طبرسی نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے تحریف قرآن کا عقیدہ ان فضلاء شیعہ کا ہے جو شیعہ تفسیر، حدیث اور فقہ بلکہ پورے دین شیعہ کا مصدر، مرکز اور ملجا و ماوی ہیں۔ لہذا کوئی شیعہ تقیہ کے بہانے سے بھی تحریف قرآن کا انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اس پوری جماعت کو کافر قرار دینا پڑتا ہے۔

تحریفِ قرآن کے موضوع پر شیعہ کتب

شیعہ علماء نے تحریف قرآن کے عقیدہ کی اہمیت کے پیش نظر نہایت وسیع علمی ذخیرہ بھی تیار کیا۔ چنانچہ چند کتابوں کے نام دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ کتاب السیاری احمد بن محمد سیار

۲۔ تفسیر نہج البیان فی کشف معانی القرآن۔ محمد بن حسن شیبانی۔
اس کتاب میں آیات اور حروف کی تعداد بتائی گئی ہے جو قرآن سے خارج کیے گئے۔

۳۔ کتاب التحریف — احمد بن محمد بن خالد برقی

۴۔ کتاب التنزیل التغییر — محمد بن خالد

۵۔ کتاب التنزیل فی القرآن والتحریف — علی بن حسین بن فضال

۶۔ کتاب التحریف والتبدیل — محمد بن حسن صیرفی۔

۷۔ کتاب التنزیل والتحریف — شیخ حسن بن سلیمان علی۔

۸۔ التفسیر المقصور علی ما انزل فی اہل البیت علیہم السلام — محمد بن عباس بن علی بن مروان ماہیار المعروف بابن الحجام۔
علماء شیعہ کا کہنا ہے کہ ایسی کتاب شیعہ مذہب میں نہیں لکھی گئی۔ جو ۱۰۰۰ صفحہ کی ہے غالباً یہ طبع نہیں ہوئی (صاحب تفسیر البرہان نے اس کتاب کا تعارف یہ کرایا ہے)

۹۔ کتاب قرأت امیر المومنین — ابو طاہر عبد الواحد بن عمر قمی

۱۰۔ مراۃ الانوار و مشکوۃ الاسرار — شیخ محدث جلیل ابو الحسن شریف

۱۱۔ فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب — علامہ نوری طبرسی

۱۲۔ کتاب تاویل الایات الباہرہ فی عترۃ الطاہرہ — شیخ کامل شرف الدین نجفی

ان میں سے بعض تو مستقل طور پر تحریف قرآن کے موضوع پر لکھی گئی ہیں اور بعض میں زیادہ حصہ تحریف قرآن کے متعلق ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ شیعہ کے لیے فرار کی کوئی راہ نہیں نظر آتی اس لیے ان کتابوں کو نابود کرنے کی مہم چلی ہوئی ہے ہمیں اس موضوع پر چند کتب بڑی جستجو اور کوشش کے بعد ایران سے مل سکی ہیں۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے یا اس پر قلم اٹھانے کے لئے ذیل کی کتب کے موجود ہونا ضروری ہے۔

۱۔ تفسیر قمی — علی بن ابراہیم شاگرد امام حسن عسکری

۲۔ تفسیر مراۃ الانوار و مشکوۃ الاسرار — شیخ ابو الحسن شریف

۳۔ تفسیر صافی۔ مناقب شہر بن آشوب۔ فصل الخطاب۔ احتجاج طبرسی

۴۔ اور اصول کافی — ویسے اجمالی طور پر تحریف قرآن کا مسئلہ شیعہ کی ہر کتاب میں ملتا ہے۔

مشائخ اربعہ

اس "امت" میں سے چار آدمیوں نے قرآن میں عدم تحریف کا عقیدہ پیش کیا۔ شیخ صدوق[۱]۔ شریف مرتضی[۲]، ابو جعفر طوسی[۳] اور ابو علی طبرسی[۴]۔ نہ جانے کس ترنگ میں یہ بزرگ یہ بات کہہ گئے۔ اتنا بھی نہ سوچا کہ ایسا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگلے پچھلے تمام شیعہ مفسر محدث اور فقیہہ کافر قرار پائے۔ اس بنا پر علامہ خلیل قزوینی شارح اصول کافی نے ان چاروں کو عقل کا واسطہ دے کر جواب دیا ~~و بروایت~~

"ان القرآن الذی جاء بہ جبریل الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سبعۃ عشرۃ الف آیہ۔"

دعوی اینکہ قرآن ہمیں است کہ در یہ دعوی کرنا کہ یہی قرآن ہے جو موجودہ

مصاحف مشہورہ است خالی از اشکال نیست و استدلال بریں اہتمام اصحاب واہل اسلام بضبط قرآن بغایت رکیک است بعد اطلاع بر عمل ابوبکر و عمر و عثمان
(کتاب فضل القرآن جز ششم)

شکل میں موجود ہے اشکال اور اعتراض سے خالی نہیں۔ باوجود اس کے شیعہ اصحاب اور اہل اسلام کا ضبط قرآن کے ساتھ استدلال کرنا نہایت رکیک اور کمزور ہے جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ اسے جمع کرنے والے ابوبکر، عمر اور عثمان ہیں۔

بات وہی ہے جو فصل الخطاب اور احتجاج طبرسی میں سے اوپر بیان ہوئی ہے مگر انداز اپنا ہے کہ جب قرآن کے جمع کرنے والے غیر معصوم ہیں تو اس قرآن پر کیا اعتبار۔ لہذا ان چاروں کو جو شیعہ ہو کر عدم تحریف قرآن کے قائل ہیں عقل سے کام لینا چاہیے تھا۔

اس امر کا امکان ہو سکتا تھا کہ شاید شیعہ علماء میں سے اور بھی کوئی اس عقیدے کا ہو تو اس امکان کو بڑے اہتمام سے رفع کر دیا گیا۔

فصل الخطاب ص۳۲۔

ولم یعرف من القدماء موافق لھم ایضاً ص۳۴
ولم یعرف الخلاف صریحاً الا من ھذہ المشائخ الاربعۃ۔

متقدمین شیعہ میں سے ان چار سے اتفاق کرنے والا کوئی نہیں ملتا۔
تحریف قرآن کے عقیدے کی صریح مخالفت ان چار مشائخ کے بغیر کسی نے نہیں کی۔

علامہ خلیل قزوینی نے کہا کہ قرآن کے غیر محرف ہونے کا دعویٰ ہی غلط ہے اور علامہ نوری نے کہا کہ ان چار کا مذہب غلط ہے خود ساختہ ہے۔ متقدمین سے ماخوذ نہیں۔ متقدمین یعنی بارہ امام ان کے شاگرد ان کے شاگردوں کے شاگرد چوتھی صدی ہجری تک سب تحریف قرآن کا عقیدہ رکھتے تھے۔ لہذا ان چار کا عقیدہ بارہ اماموں کے خلاف ہے پھر علامہ نوری نے ترقی کر کے یہ بھی بتا دیا شیعہ متقدمین اور متاخرین میں کوئی ایک بھی ان چار کا ہم نوا نہیں ہوا۔ لہذا ان چاروں کا عقیدہ غلط ہے۔ حق ہاشیہ جمہور کے ساتھ آتا ہے۔ صرف یہی ایک وجہ نہیں بلکہ یہ چاروں حضرات اگر عدم تحریف قرآن کا عقیدہ منوانا چاہتے تھے تو انہیں

(ا) تحریف پر روایات کثیرہ پیش کرنی تھیں۔
(ب) روایات بھی مستفیضہ متواترہ اور صحیح
(ج) اماموں کا عقیدہ پیش کرتے۔
(د) وہ روایات صریح طور پر عدم تحریف قرآن پر دلالت کرتیں۔

ان چاروں کی تردید جس انداز سے کی گئی ہے اس سے ایک اصول مستنبط ہوتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ اگر کوئی شیعہ عالم یا عامی یہ کہے کہ میں تحریف قرآن کا قائل نہیں ہوں تو اسے یہ ثبوت پیش کرنے پڑیں گے۔

۱۔ کتب شیعہ میں جو زائد از دو ہزار یا ۱۲ ہزار روایات تحریف قرآن کی موجود ہیں اور جن کو شیعہ محدثین مستفیض متواتر اور صحیح قرار دیتے ہیں اور جو صاف طور پر تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں ان سب کے غیر مقبول اور غیر معتبر ہونے کی کوئی ایسی خاص وجہ بیان کرے جس سے شیعہ کے اصول ائمہ کے فن حدیث پر کوئی اثر نہ پڑے۔ اور روایات امامت مردود نہ قرار پائیں۔

۲۔ اپنی معتبر کتابوں میں ایسی روایات پیش کرے جو ائمہ سے منقول ہوں صحیح ہوں معتبر ہوں عدم تحریف پر صریح دلالت کرتی ہوں۔ صرف اقوال علماء کے پیش کرنے سے کام نہ چلے گا۔

۳۔ ایسا شخص یہ اعلان کرے کہ جو شخص تحریف قرآن کا عقیدہ رکھے وہ قطعی کافر ہے۔ خواہ کوئی مفسر ہو، محدث ہو، فقیہ ہو یا سفیر ہو۔

اگر یہ نہ کر سکے تو تقیہ کا تکلف نہ کرے۔ اپنے عقیدے پر جما رہے۔ کوئی دشواری نہیں

ھذہ المشائخ الاربعۃ کی ترکیب جو علامہ نوری نے استعمال کی ہے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی علامہ نوری طبرسی تفسیر مراۃ الانوار کی تعریف کے ضمن میں یہ اعتراف کر چکے ہیں کہ تحریف قرآن کا عقیدہ شیعہ مذہب کی ضروریات دین سے ہے، اور ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔ اور یہ چاروں حضرات تحریف قرآن کا انکار کر رہے ہیں پھر بھی علامہ نوری انہیں مشائخ ہی سمجھتے ہیں۔ اپنا اپنا ظرف ہے۔ کفر اور مشیخیت کا جمع کرنا علم کے زور سے ہی ممکن ہے ورنہ تو اجتماع نقیضین ہی نظر آتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ چار حضرات شیعہ کے چوٹی کے علماء ہیں انہوں نے کس دلیل سے یہ نئی روش اختیار کی۔ تو اس کے لئے انہوں نے ایک دلیل پیش کی ہے۔

دلیل "کہ قرآن کریم ہمیں تواتر سے ملا ہے اور متواتر میں راوی کی جانچ پڑتال نہیں کی جاتی۔ جس طرح بصرہ کوفہ کا وجود ہم تک تواتر سے آیا اس میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ راوی جھوٹا ہے یا سچا ہے بلکہ مسلم ہے یا کافر ہے اسی طرح کتاب سیبویہ تواتر سے آئی ہے اگر کوئی آدمی اور مزید باب داخل کردے تو دیکھنے والا یقیناً کہے گا کہ یہ باب ملحق ہے اصل کتاب کا نہیں ہے یہی حال قرآن کریم کا ہے"

یہ بات واقعی ان حضرات نے "مشائخ" والی ہی کی ہے۔ مگر اس دلیل پر غور کیا جائے تو یہ نہایت بودی ثابت ہوتی ہے۔ اس کی تردید میں یہ کہا جا سکتا ہے:۔

۱۔ تواتر واقعی مفید یقین ہوتا ہے۔ مگر اس کے لئے ایک شرط ہے کہ تواتر اس شخص کے لئے مفید یقین ہے جو اہل تواتر کو عقلاً، نقلاً اور عادۃً جھوٹ پر متفق ہونا محال سمجھے مگر یہاں تواتر مفید یقین نہیں کیونکہ شیعہ تو اہل تواتر کو جھوٹ پر متفق سمجھتے ہی نہیں بلکہ یقین اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا مشائخ کی اس دلیل کی بنیاد ہی سرے سے موجود نہیں۔

۲۔ تفسیر صافی مقدمہ سادسہ ص۳۵ جلد اول میں اس تواتر کی حقیقت بیان ہوئی ہے۔

اقول لقائل ان یقول کما ان الدواعی کانت متوفرۃ علی نقل القران وحراسۃ من المؤمنین کذلک کانت متوفرۃ علی تغییرہ من المنافقین مبدلین للوصیۃ المغیرین للخلافۃ	میں کہتا ہوں کہ معترض اعتراض کر سکتا ہے کہ جس طرح مومنوں کی طرف سے نقل قرآن اور حفاظت قرآن کے ذرائع زیادہ تھے اسی طرح منافقین کے لئے قرآن کی تحریف کرنے اور اسے متغیر کرنے کے ذرائع بھی زیادہ تھے جنہوں نے رسولؐ کی وصیت بدل دی اور خلافت کے مستحق بدل دئے کیونکہ قرآن ان احکام کو

تضمنہ یضاد رایھم وھواھم والتغییر وقع انما وقع انتشارہ فی البلاد واستقرارہ علی ماھو علیہ الان والضبط الشدید انما کان بعد ذلک فلا تنافیہ بینھما۔	متضمن تھا جو ان کی رائے اور خواہش کے مخالف تھے۔ اور قرآن میں جو تحریف اور تبدیلی ہوئی وہ قرآن کے جمع ہونے اور پھیلنے سے پہلے ہوئی۔ موجودہ قرآن جس حالت پر ہے اس سے پہلے اس میں تحریف ہو چکی۔ اور قرآن کا ضبط ہونا اور محفوظ ہونا درست مگر یہ سب تحریف کے بعد ہوا۔ لہٰذا قرآن کے محرف ہونے اور محفوظ ہونے میں کوئی تضاد نہیں۔

مفسّر صاحب نے تواتر کا عقدہ حل کر دیا کہ تواتر تو دوسرا مرحلہ ہے۔ پہلا مرحلہ تحریف ہے تو بات یوں بنی کہ قرآن پہلے تو محرف ہوا پھر اس پر تواتر اور حفاظت کی مہر لگ گئی۔ مفسّر صاحب نے بالواسطہ ایک اور آیت کی تفسیر بھی کر دی۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْن (ضمیر مراد نبی کریم) تو مفسّر صاحب نے فرمایا کہ حفاظت واقعی ہوئی مگر تحریف پہلے ہوئی پھر حفاظت گویا آیت کا مفہوم یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندو تم میرے کلام کو اپنی پسند کے مطابق جی بھر کے بدل لو، بگاڑ لو جب تم من مانی کر چکو گے تو پھر میں اس کی حفاظت یوں کروں گا۔ کہ کوئی اس کا شوشہ بھی بدل نہیں سکے گا۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو صحابہؓ رسولؐ کا بڑا ہی لحاظ تھا کہ وہ جو کچھ کرنا چاہیں میں حائل نہیں ہوتا۔ لیکن ان کے بعد کسی کو اپنے کلام میں ایک حرف کی تبدیلی بھی نہیں کرنے دوں گا۔ واقعی حفاظت کا حق ادا ہو گیا۔ اور مفسر صاحب کی نکتہ آفرینی میں بھی کوئی کمی نہ رہی۔

مفسّر صاحب کی اس دلیل نے "مشائخ" کی دلیل کو اس صفائی سے رد کیا کہ تواتر بھی تسلیم اور تحریف کا عقیدہ پر بھی حرف نہ آئے۔ لیعنی لاٹھی بھی بچ جائے اور سانپ بھی مر جائے۔

۳۔ ایک اور شیعہ مجتہد اعجاز الحسن بدایونی نے اپنی کتاب تنبیۃ الناصبین میں ص۵۷

پھر اس تواتر پر بحث کی ہے فرماتے ہیں:۔

"الغرض قرآن محرف متواتر ہوگیا ہے یہود اپنی توریت کو عیسائی اپنی انجیل کو، آریہ اپنے وید کو یقینی طور سے غیر محرف جانتے ہیں اور متواتر مانتے ہیں کیا آپ ان کتابوں کے تواتر سے انکار کر سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں جب توریت محرف متواتر ہوگئی تو قرآن محرف کس لئے متواتر نہیں ہو سکتا۔ پس یہ قرآن متواتر بھی ہے اور محرف بھی ہے۔"

"مشائخ اربعہ" نے قرآن کی عدم تحریف کے لئے تواتر کا سہارا لیا تھا مگر تحریف قرآن کے عقیدے کو ضروریات دین میں سمجھنے والوں نے اس دلیل کے بخیئے بھی ادھیڑ دیئے مگر ان کی "شیخی" کو بحال بھی رکھا۔ بات کچھ اس طرح بنی کہ "پنچوں کا آنا سر آنکھوں پر مگر پرنالہ وہیں رہے گا۔" یعنی تواتر کا نظریہ تسلیم مگر تحریف پہلے اور تواتر بعد۔

"مشائخ" نے جو بصرہ کوفہ کی مثال دی ہے وہ قطعی طور پر بے محل ہے ان لشکروں کے وجود کے راویوں اور ناقلوں کو کسی نے متفق علی الکذب نہیں کہا۔ اور شیعہ نے ناقلین قرآن کی پوری جماعت کو کاذب قرار دیا ہے اور سب کو جھوٹ پر متفق ہونا تسلیم کیا ہے۔ لہذا یہ مثال "مشائخ" کے دعوے کو تقویت دینے کی جگہ اُن کی خود فریبی کی عمدہ مثال ہے پھر اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ اگر بصرہ کوفہ کے تمام ناقلین جھوٹے بھی ہوں تو ان شہروں کے وجود عدم میں تبدیل نہیں ہو جائیں گے۔ آدمی خود وہاں جاکر اپنے مشاہدہ سے تصدیق کر سکتا ہے۔ قرآن مجید کا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ کسی کے بس کی بات نہیں کہ خود جاکر دیکھ لے کہ قرآن کریم اللہ کی طرف سے نبی کریم پر نازل ہو رہا ہے اس منظر کے دیکھنے والے تو وہی ہیں جنہیں شیعہ حضرات متفق علی الکذب مانتے ہیں لہذا عینی گواہ جو ناقلین ہیں ان پر سے اعتماد اُٹھ گیا تو نقل سے لازماً اعتماد اٹھ گیا۔

اس ساری تفصیل سے واضح ہوگیا کہ "مشائخ اربعہ" نے جو عدم تحریف قرآن کا عقیدہ پیش کیا تو انہوں نے ایک طرف تمام متقدمین شیعہ کی مخالفت کی دوسری طرف تمام

متاخرین شیعہ علماء نے اس "مشائخ" کی وہ گت بنائی کہ ان بیچاروں کے متعلق یوں محسوس ہونے لگا کہ نہ الی الذی سے نہ الی الذی

مسئلہ تحریفِ قرآن

"مشائخ اربعہ" کا ذکر آ گیا تو ایک تاریخی حقیقت بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک عقیدہ تحریف قرآن کا تعلق ہے شیعہ مذہب پر تین دور گزرے ہیں۔

دور اوّل:۔ حضرت علی سے لے کر شیخ صدوق تک۔ اس کی وفات ۳۸۱ھ میں ہوئی اور اس سے پہلے شیعہ مذہب میں کسی نے قرآن کے متعلق عدم تحریف کا عقیدہ کسی ایک شیعہ نے نہیں ظاہر کیا۔ حتیٰ کہ محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ مسئلہ تحریف قرآن میں بڑا غالی تھا جس سے ظاہر تھا کہ ابتدائی تین یا ساڑھے تین صدیوں میں کوئی شیعہ عالم نہیں ملتا جس کا عقیدہ عدم تحریف قرآن کا ہو۔ اس دور میں شیعہ کے بارہ امام اور سفراء امام غائب سب شامل ہیں اور کوئی ایک متنفس نہیں ملتا جس کا عقیدہ عدم تحریف کا ہو۔

دور دوم:۔ شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ تا ابو علی طبرسی متوفی ۵۴۸ھ مصنف تفسیر مجمع البیان اس دور میں چار علماء شیعہ ایسے ملتے ہیں جنہوں نے عدم تحریف قرآن کا ذکر کیا۔ یہی "مشائخ اربعہ" ہیں یعنی شیخ طوسی۔ ابو جعفر طوسی، شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ اور شیخ ابو علی طبرسی۔ یہ دور متوسطین کا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ مذہب کے اصول ہمیشہ متقدمین سے بعد میں آنے والوں کو منتقل ہوتے ہیں۔ کہ متقدمین ہی ماخذ مذہب کے عینی شاہد اور بانیٔ مذہب کے تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے کہ متوسطین نے اپنے متقدمین کی مخالفت کر کے اپنی عقل سے مذہب کا تانا بانا تیار کیا۔ انسانوں کے تیار کردہ مذاہب میں تو ایسا ہو جاتا ہے مگر الہامی مذہب میں اس کو الحاد کہتے ہیں۔

دورِ سوم:۔ اس دور میں ایک تو ان چاروں "مشائخ" کی تردید پر زور دیا گیا دوسرا اصل عقیدہ تحریف قرآن کا پوری قوت سے چرچا کیا گیا۔ اس دور میں علامہ حسین بن محمد تقی نوری نے تحریف قرآن کے موضوع پر معرکۃ الآراء کتاب لکھی جس کا نام ہی اس حقیقت کی گواہی پر دال ہے کہ فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب چونکہ شریف مرتضیٰ نے قرآن میں عدم زیادتی پر اجماع کا دعویٰ بھی کیا تو علامہ نوری اس کی خبر لیتے ہیں۔

فصل الخطاب کے ص ۳۴

وبعد ملاحظۃ ما ذکرنا تعرف ان دعواہ جرأۃ عظیمۃ وکیف یمکن دعوی الاجماع بل الشھرۃ المطلقۃ علی مسئلۃ خالفھا الجمھور القدماء وجل المحدثین واساطین المتاخرین۔

ہمارے بیان کردہ دلائل کے بعد اجماع کا دعویٰ کرنا شیخ کی بڑی جرأت ہے۔ اجماع کا دعویٰ کہاں ممکن ہے جبکہ مطلق شہرت بھی ممکن نہیں پھر مسئلہ عدم تحریف قرآن میں جس کے مخالف جمہور متقدمین ہیں اور بڑے بڑے محدثین اور متاخرین میں سے مذہب شیعہ کے ستون تحریف قرآن کے قائل اور عدم تحریف کے مخالف ہیں۔

پھر اسی فصل الخطاب میں ص ۳۴ پر علامہ نوری نے شیخ صدوق کو خوب لتاڑا ہے۔

قلت انہ لشدۃ حرصہ علی اثبات مذھبہ یتعلق بکل ما یحتمل تائید لمذھبہ ولا یلتفت الی لوازمہ الفاسدۃ التی لا یمکنہ الالتزام بہ فان ما ذکرھا المخالفون

میں کہتا ہوں کہ شیخ صدوق اپنے مذہب کو ثابت کرنے میں اتنا حریص ہے کہ جس بات میں اپنے مذہب کی ذرا سی تائید پاتا ہے اس کو نقل کر دیتا ہے اور اس کے نتائج فاسدہ کی طرف توجہ نہیں کرتا جن کو تسلیم کرنا اس کے امکان میں نہیں ہے جو اعتراض اس نے

بعینھا اوردوھا علی اصحابنا المدعین لثبوت النص الجلی علی امامۃ مولانا علی علیہ السلام واجابوا عنھا بما لا یبقی معہ ریب وقد احیاھا بعد طول المدۃ غفلۃ او تناسیا عما ھو مذکور فی کتب الامامیہ۔

تحریف قرآن پر کیا ہے۔ بعینہٖ وہی ہے جو ہمارے مخالفین مولا علی کی امامت پر نص جلی ہونے پر کرتے ہیں اور ہمارے شیعہ علماء نے اس اعتراض کا جواب ایسے عمدہ طریقے سے ایسے دلائل سے دیا ہے کہ کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ مگر شیخ صدوق وغیرہ نے ایک زمانہ طویل کے بعد اس اعتراض کو پھر زندہ کر دیا اور جو کچھ کتب امامیہ میں لکھا ہے اس سے انہوں نے غفلت برتی ہے یا بھول کر یہ روش اختیار کی ہے۔

علامہ نوری نے بات بڑی پتے کی کی ہے۔ کہ اگر منکرین تحریف قرآن کی دلیل صحیح مان لی جائے تو صحابہ کرام کو محافظ قرآن و محافظ دین اسلام ماننا پڑے گا۔ جب یہ تسلیم کر لیا کہ انہوں نے قرآن میں کمی بیشی نہیں ہونے دی تو حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا معاملہ افسانہ بن کر رہ جائے گا کیونکہ اگر حضورؐ نے ان کے سامنے حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کا حکم دیا ہوتا تو وہ بھلا کسی اور کو خلیفہ بننے دیتے تھے۔ اور یہی صورت قضیۂ فدک کی ہے اگر حضورؐ نے فدک کے متعلق وہ احکام دیے ہوتے جو شیعوں نے تراش لیے ہیں تو ایسی امین جماعت کسی کو حضورؐ کے فیصلے سے منحرف ہونے دیتی تھی لہٰذا خیریت اسی میں ہے کہ تحریف قرآن کے عقیدے پر پکے رہو تاکہ خلافت بلا فصل اور اسی قبیل کے ایجاد بندہ کے قسم کے عقیدے اُچھالنے کا موقع مل سکے۔ قرآن کو غیر محرف مان لیا گیا تو شیعہ مذہب کی ساری رونق اور چہل پہل ختم ہو جائے گی۔

حرکت مذبوحی:۔ انسان کی یہ کمزوری ہے کہ جب وہ ہدایت کی شاہراہ

سے ہٹ کر خواہشات کی پگڈنڈی پر چلنا شروع کرتا ہے تو ضمیر اسے ملامت کرتا ہے انسان کا ردِ عمل یہ ہوتا ہے کہ ایسے بہانے تلاش کرتا ہے کہ ضمیر کی آواز کو دبا کر من مانی کرنے کی کوئی صورت نکل آئے ۔ یہی صورت تحریف قرآن کے مسئلہ میں شیعہ کو پیش آرہی ہے ۔ اگر تحریف قرآن کا عقیدہ اپنائیں تو اسلام سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں نہ اپنائیں تو شیعہ مذہب کی ضروریات دین کا انکار لازم آتا ہے اور ضروریات کا انکار کفر ہے لہذا شیعہ مذہب سے دستبردار ہونا پڑتا ہے ۔ اس لئے انھیں کوئی بہانہ چاہیئے چنانچہ ان کے علماء نے ایک راہ ڈھونڈ نکالی ہے ،

احتجاج طبرسی ص۸۲ طبع قدیم :۔

قال (علیؓ) فاخبرونی عما کتب عمرؓ و عثمان اُقرآن کلہ ام فیہ مالیس بقرآن قال طلحۃ بل قرآن کلہ قال ان اخذ تم بما فیہ نجوتم من النار و دخلتم الجنۃ فان فیہ حجتنا و بیان حقنا و فرض طاعتنا ۔	حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے اس قرآن کے متعلق بتاؤ جو عمرؓ و عثمانؓ نے لکھا ہے آیا وہ پورا قرآن ہے یا اس میں کچھ ایسی چیزیں بھی شامل ہیں جو قرآن سے نہیں تو حضرت طلحہؓ نے جواب دیا پورا قرآن ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تم اس پر عمل کرو گے تو نجات پاؤ گے دوزخ سے اور داخل ہوگے جنت میں ۔ کیونکہ اس قرآن میں ہماری امامت کے دلائل موجود ہیں حقوق موجود ہیں ہمارا مفترض الطاعت ہونا موجود ہے ۔

یہ روایت کھینچ تان کے کچھ کام تو دے سکتی ہے مگر حضرت علیؓ کی ذات مورد الزام ٹھہرتی ہے ۔ وہ یوں کہ :۔

۱ ۔ اس قرآن میں امامت کے دلائل چھوڑ شیعہ کی مفروضہ امامت کا ذکر تک نہیں

۲ ۔ امامت کے حقوق کا کہیں نام و نشان نہیں ۔

۳ ۔ اماموں کا مفترض الطاعت ہونا کسی دور از کار تاویل سے بھی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا ۔ لہذا یہ روایت حضرت علیؓ پر بہتان ہے کہ انہوں نے قرآن کے متعلق وہ اوصاف بیان کئے جن کا اس میں نشان تک نہیں ملتا لہذا یہ روایت کذب صریح ہے ۔

دوسری بات :۔ اس روایت کے متعلق علامہ خلیل قزوینی شیعہ عالم نے لکھا ہے ۔ شرح کافی جزء ششم کتاب فضل القرآن ص۷۶

آنچہ در کتاب احتجاج طبرسی نقل شدہ از امیر المومنین علی بعد از کلام طویل با طلحہ رضؓ فاخبرونی الخ ۔ مراد ایں است کہ باوجود اسقاط و اختلاف در قرأت آنقدر باقی ماند کہ صریح باشد در امامت اہل بیت معصومین عالمین بجمیع احکام	احتجاج طبرسی میں حضرت علیؓ اور طلحہؓ کے درمیان جو مکالمہ درج ہے اس سے مراد یہ ہے کہ باوجود قرآن سے آیات کم کر دینے کے اور اختلاف تلاوت کے قرآن میں اتنا پھر بھی باقی ہے کہ مسئلہ امامت اہل بیت پر صاف صراحت سے دلالت کرتا ہے ۔

صاحب احتجاج طبرسی حضرت علیؓ کے الفاظ سے یہ مراد لیتے ہیں کہ تحریف نہیں ہوئی اور صاحب صافی یہ مراد لیتے ہیں کہ تحریف تو یقیناً ہوگئی مگر امامت کا مسئلہ پھر بھی باقی رہ گیا ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عدمِ تحریف کے حق میں احتجاج طبرسی کی یہ روایت کسی کام کی نہیں ۔ لہذا روایت باطل ۔

تیسری بات یہ ہے کہ یہ سہارا اس لئے کارآمد نہیں کہ یہ خبر واحد ہے ۔ اور اس کے مقابلہ میں تحریف قرآن کے حق میں ۲ ہزار سے زائد روایات مستفیضہ متواترہ اور صحیح، پھر یہ کہ تحریف قرآن پر صریح دلالت کرتی ہیں ۔ لہذا یہ بیچاری اکیلی خبر واحد کچھ نہیں کر سکتی ۔

چوتھی بات یہ ہے کہ علامہ نوری نے فصل الخطاب ص۹۷ میں اس روایت کو ھباء منثورا بنا دیا ۔

وھو مخالف لھذا القرآن	وہ قرآن جو حضرت علیؓ کا ہے اس موجودہ

المرجود من حیث التالیف وترتیب السور والایات بل الکلمات ایضا ومن جھۃ الزیادۃ والنقصۃ۔

قرآن کے مخالف ہے ترکیب کے
سے، سورتوں کی ترتیب آیتوں بلکہ
کے اعتبار سے مخالف ہے اور باعتبار کمی
کے بھی مخالف ہے۔

سوال یہ ہے کہ احتجاج طبرسی میں حضرت علیؓ کا جو قول پیش کیا گیا ہے اسے فصل الخطاب کے مذکورہ بالا قول کے مطابق رکھ کر دیکھیں تو اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا کہ روایت بنانے میں حافظہ نباشد کو زیادہ دخل ہے کیونکہ حضرت علیؓ کا اپنا قرآن جو سا کا سارا اس قرآن سے مخالف ہے اس کے ہوتے ہوئے وہ حکم دے رہے ہیں کہ محرد قرآن پر عمل کرنے میں نجات ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے

ہاں اس روایت سے یہ وضاحت ہو گئی کہ شیعہ کے نزدیک قرآن میں تحریف کی ن کیا ہے۔

۱۔ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن میں ترتیب بدل دی گئی ہے۔
۲۔ آیات بدل دی گئی ہیں۔
۳۔ کلمات بدل دیے گئے ہیں۔
۴۔ کمی بیشی کی گئی ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اس قرآن میں عدم تحریف کا کوئی ذکر نہیں کیا ص یہ کہا کہ ان اخذ تم لنجو تم تو عین ممکن ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ بات تقیّہ کے طو کی ہے۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے متعلق ایسی باتیں شیعہ کتب میں ملتی ہیں۔ مثلاً

احتجاج طبرسی ص۱۳۰ واللہ لقد امرت الناس ان لا یجتمعوا فی شھر رمضان الا فی الفریضۃ فتنادی بعض اھل عسکری ممن یقاتل معی یا اھل الاسلام غیرت سنۃ عمر ینھا نا عن الصلوٰۃ فی شھر رمضان متطوعاً۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم میں نے
حکم دیا تھا کہ رمضان میں سوائے فرضوں کے
اکٹھا نہ ہوا کریں۔ تو میرے فوجی جو میرے ساتھ
ہو کر لڑ رہے تھے پکار اٹھے اے مسلمانوں سنو
عمر کو بدلا جا رہا ہے۔ حضرت علیؓ ہمیں رمضان
میں نفلی نماز با جماعت سے منع کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت علیؓ خاموش ہو گئے اور کچھ تعرض نہ کیا۔ تقیّہ کر لیا۔ تو اس روایت میں بھی بات کچھ ایسی ہی نظر آتی ہے جب حضرت طلحہؓ نے قرآن کے متعلق اپنا عقیدہ پیش کیا تو حضرت علیؓ سمجھ گئے اور تقیہ کر لیا اور کہہ دیا ان اخذ تم نجوتم۔

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پورے شیعہ مذہب میں ان "مشائخ اربعہ" کے سوا کوئی شخص عدم تحریف کا قائل نہیں۔ جب یہ مخالفت کر کے بھی مشائخ ہی رہے تو لازماً انہوں نے تقیّہ کے طور پر ہی یہ کاروائی کی تھی لہذا اب اگر کوئی شیعہ عدم تحریف کا عقیدہ ظاہر کرتا ہے تو صرف تقیہ کا ثواب لینے کو کرتا ہے۔ ورنہ دین شیعہ اور عدم تحریف قرآن کا عقیدہ دو متضاد چیزیں ہیں۔

شیعہ مذہب پر

عقیدۂ تحریفِ قرآن کے اثرات

عقیدہ اور عمل کا تعلق اسی قسم کا ہے جو بیج اور درخت کا ہوتا ہے اس لئے انسان کا عقیدہ اس کی پوری فکری اور عملی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ شیعہ نے تحریفِ قرآن کے عقیدے کو شیعہ مذہب کی ضروریاتِ دین میں داخل کر کے جو نئی روش اختیار کی اس کا اجمالی نقشہ یہ ہے :-

۱۔ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے جو روح الامین کے ذریعہ رحمۃ للعالمین کے قلبِ اطہر پر نازل کی گئی تا کہ حضور اکرمؐ اس کتاب ہدایت کے ذریعہ قوم کو صراطِ مستقیم پر چلائیں اور اس کتاب کی روشنی میں ایسا معاشرہ تیار کریں جو اس کتاب کو پوری عملی تعبیر کے ساتھ آنے والی نسلوں کو منتقل کریں۔ شیعہ نے اس مقدس جماعت کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا۔ اس لئے اللہ کی کتاب کو ناقابلِ اعتماد سمجھنا اس کا لازمی نتیجہ تھا۔ اور ان دونوں امور کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ شیعہ حضرات اللہ تعالےٰ کی رہنمائی سے محروم ہو گئے۔

۲۔ کتاب الٰہی کے بعد نگاہِ انتخاب کا مرکز قدرتی طور پر معلم کتاب کی ذات ہی بن سکتی تھی۔ قرآن سے دستبردار ہونے کے بعد حضور اکرمؐ سے رہنمائی حاصل کرنے کی واحد صورت تھی۔ مگر حضور اکرمؐ کی تعلیمات آپ کے ارشادات اور ان کی عملی تعبیر کے امین وہی لوگ تھے جن کو حضور اکرمؐ نے پوری انسانیت کی رہنمائی کے لئے تیار کیا تھا جب شیعہ کا اعتماد صحابہ کرامؓ سے اٹھ گیا تو حضور اکرمؐ کی تعلیمات انہیں کہاں سے حاصل ہو سکتی تھیں۔ لہٰذا شیعہ کی دوسری محرومی یہ ہوئی کہ تعلیماتِ نبوی یا احادیثِ نبوی سے بھی انہیں دستبردار ہونا پڑا۔

۳۔ شیعہ کے لئے صرف ایک سہارا رہ گیا اور وہ تھا اقوالِ ائمہ جن کو یہ حضرات حدیثِ ائمہ کہتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ شیعہ حضرات اقوالِ ائمہ سے رہنمائی حاصل کرنے سے بھی محروم ہو گئے۔ اس کی وجہ خود شیعہ اور ائمہ شیعہ کی زبانی سنئے :-

بحار الانوار — ملا باقر مجلسی ص ۱۴۴-۱۴۵، تفسیر البرہان ۱ : ۲۹،
الوسائل — کتاب القضا باب ۹، تفسیر عیاشی ۱ : ۹
میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے -

ومنها الرواية المستفيضة بل المتواترة المعنى فانها بتفاوة يسير ماثورة فى اكثر كتب الاصول ففى الكافى بعد موثق عن ابى عبد اللهؑ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان على كل حق حقيقة وعلى ثواب نورا فما وافق كتاب الله فخذوه وما خالف كتاب الله فدعوه هكذا فى الامالى -

ازاں جملہ ایک روایت ہے جو مستفیض بلکہ متواتر المعنیٰ ہے اور معمولی اختلاف سے اکثر کتبِ اصول میں مروی ہے چنانچہ کتاب کافی میں بسندِ معتبر امام جعفرؒ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ہر سچی بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور ثواب کی بات میں ایک نور ہوتا ہے پس جو حدیث کتاب اللہ کے مطابق ہو اسے لے لو اور جو کتاب اللہ کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔ کتاب امالی میں بھی ایسا ہی ہے۔

عن کلیب الاسدی قال سمعت ابا عبداللہؑ قال ما اتاکم عنا من حدیث لا یصدقہ کتاب اللہ فھو باطل۔

کلیب اسدی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جو حدیث تمہیں ہم سے ملے اگر اس کی تصدیق کتاب اللہ نہ کرے تو وہ حدیث باطل ہے۔

عن سدید قال کان ابو جعفرؑ وابو عبداللہؑ لا یصدق علینا الا بما یوافق کتاب اللہ وسنۃ نبیہ

سدید کہتا ہے کہ امام باقر اور امام جعفر نے فرمایا ہم پر اس حدیث کی تصدیق کریں جو کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق ہو۔

وعن ایوب بن حر قال سمعت عبداللہ یقول کل شئ مردود الی کتاب اللہ والسنہ وکل حدیث لا یوافق کتاب اللہ فھو زخرف۔

ایوب بن حر کہتا ہے میں نے امام جعفر سے سنا کہتے تھے کہ ہر شئے کتاب و سنت کی طرف لوٹائی گئی ہے اور جو حدیث کتاب اللہ کے موافق نہ ہو وہ جعلی اور فرضی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ائمہ شیعہ کی تعلیم تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئی کہ قول رسول ہو یا قول ائمہ ہو اسے قرآن کی کسوٹی پر پرکھو اگر وہ قول یا حدیث قرآن کے موافق ہے تو قبول کرو ورنہ اسے راوی کے منہ پر مارو۔

اس اصول نے شیعہ کے لئے مشکلات کا طوفان کھڑا کر دیا۔ وہ یوں کہ ہر شخص قول ائمہ کے نام سے جو چاہے بات کر سکتا ہے لہذا ائمہ نے اصول بتا دیا کہ جو بات ہماری طرف منسوب ہو اسے قرآن کی کسوٹی پر گھس کے دیکھ لو۔

اب پہلی مشکل یہ ہے کہ شیعہ کے پاس سرے سے وہ کسوٹی ہی موجود نہیں، جو موجود ہے اس کو شیعہ کی دو ہزار سے زائد روایات محرف اور غیر معتبر قرار دے چکی ہیں لہذا قول ائمہ کو اس کسوٹی پر پرکھنا بے سود ہے۔

اور جو بقول شیعہ اصلی کسوٹی ہے وہ اماموں نے کسی کو دکھائی نہیں تو قول

...کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کیسے ہو؟ لہذا اقوال ائمہ سے کبھی شیعہ کو کوئی ہدایت ...ہیں لے سکتے۔ کیونکہ اقوال ائمہ کو بغیر جانچ پڑتال کے پلے باندھ لیں تو ائمہ کی صریح ...الفت ہوتی ہے اور جانچنا چاہیں تو کسوٹی نہیں ملتی۔

۴۔ قرآن کی تحریف کا عقیدہ رکھنے کا ایک اور ثمرہ یہ ہوا کہ شیعہ کی نماز برباد ہوئی کیونکہ نماز کا رکن اعظم قرأت قرآن ہے۔ جب بقول شیعہ قرآن میں صحابہ نے اضافے کئے کمی کی ترتیب بدلی تو اب کیونکر وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ نسخہ قرآن کا یقینی اور غیر محرف ہے۔ عقلی امکان سے ہٹ کے نقلی ثبوت بھی شیعہ کے پاس ہے کہ قرآن میں جو تحریف ہوئی ہے اس کی نشاندھی یقینی طور پر کرنا ممکن ہی نہیں۔

چنانچہ فصل الخطاب ص۲۵۷ پر ارشاد ہے۔

الاخبار متواترۃ بالمعنی علی النقص والتغییر فی الجملہ لکن لا یمکن الجزم فی مخصوص موضع وامرنا بقراتہ والعمل بہٖ علی ما ضبطہ القراء الی ان یظھر القائم۔

روایات متواترہ بالمعنی قرآن میں کمی ہونے اور تبدیلی ہونے پر دلالت کرتی ہیں لیکن یقینی طور پر یہ کہنا ممکن نہیں کہ فلاں فلاں جگہ تحریف ہوئی ہے اور ہمیں اسی قرآن کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک امام مہدی کا ظہور ہو

ممکن ہے اسی وجہ سے شیعہ بالعموم نماز کے معاملے میں لبرل ہیں کہ جب ایک رکن ہی مشکوک ہے تو اس بے کار محنت سے کیا فائدہ۔

۵۔ اگر ائمہ کے اقوال کو قرآن کے معیار پر پرکھا نہیں جا سکتا تو طفل تسلی کے طور پر ان روایات کو عقل عامہ (کامن سنس) سے جانچ سکتے تھے مگر اس بارے میں ائمہ نے کئی مشکلات کھڑی کر دی ہیں۔ مثلاً

(ا) امام کے کلام کے ستر پہلو ہوتے ہیں، کون جانے کونسا پہلو صحیح ہے۔

(ب) ائمہ کی حدیث کا ایک وصف بیان ہوا کہ "صعب مستصعب" ہوتی ہے۔

یعنی اس کا مطلب سمجھنا نہایت مشکل ہے

(ج) امام کے ہر کلام میں "تقیہ" کا احتمال لازما ہوتا ہے۔

لہذا یہاں عقل عامہ بھی رہنمائی کرنے سے قاصر ہے۔

بات تقیہ کے احتمال کی نہیں بلکہ تقیہ کا مسئلہ اتنا نازک ہے کہ اسے چھوڑنے کی ہمت نہ شیعہ میں ہے نہ ائمہ شیعہ میں چنانچہ

احتجاج طبرسی ص۱۲۶

ولیس یسوغ مع عدم التقیة التصریح باسماء المبدلین و لا الزیادة فی آیاتہ علی ما اثبتوہ من تلقائھم فی الکتاب لما فی ذلک من تقویة حجج اھل التعطیل والکفر والملل المنحرفة من قبلتنا وابطال ھذا العلم الظاھر الذی قد استکان لہ الموافق والمخالف۔	شریعت تقیہ نے اس قدر منع کر رکھا ہے کہ نہ میں ان لوگوں کے نام بتا سکتا ہوں جنہوں نے قرآن میں تبدیلی کی ہے نہ اس زیادتی کو بتا سکتا ہوں جو انہوں نے قرآن میں شامل کردی ہے جس سے کفر اور مذاہب باطلہ کی امداد اور تائید ہوتی ہے اور اس علم ظاہری کا ابطال ہوتا ہے جس کے موافق اور مخالف سب قائل ہیں۔

پھر اسی کتاب کے ص۱۲۹ پر ہے:۔

ولو شرحت لک کلما اسقط وحرف وبدل مما یجری ھذا المجری لطال وظھر ما تحظرہ التقیة اظھارہ۔	جو آیات قرآن سے نکال دی گئی ہیں اور جو تحریف اور تبدیلی کی گئی ہے اگر میں ان کی تشریح کردوں تو بات بڑھ جائے گی اور تقیہ جس چیز سے روکتا ہے وہ ظاہر ہو جائے گی۔

دیکھ لیجیے "تقیہ" کا معاملہ کتنا نازک ہے کہ جہاں شریعت محمدی اور شریعت تقیہ میں تصادم ہو جائے یا ان دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا لازمی ہو جائے تو شریعت اسلامی کو چھوڑ دینا پڑے گا مگر شریعت تقیہ کو کسی حال میں نہیں چھوڑا جا سکتا۔

البتہ یہاں ایک پہلو ناقابل فہم ہے کہ تقیہ نے اس بات سے کیوں نہ روکا کہ

قرآن [illegible] تحریف کا شوشہ چھوڑ دیا جائے اور اس سے کیوں روکا کہ تحریف کی تعیین کر دی جائے۔ اگر وہاں بھی تقیہ کر لیا جاتا تو سارا دردسر ختم ہو جاتا ان دو مقامات پر دو مختلف طرز عمل اختیار کرنے سے تو نقشہ کچھ اس طرح سامنے آتا ہے کہ بھس میں چنگاری ڈال جمالو دور کھڑی۔

جس حرکت مذبوحی کا ذکر ہو رہا ہے اس کی علمی تفصیل تو دی جا چکی میرے ساتھ عملی طور پر بھی یہ صورت پیش آئی مرزا احمد علی شیعہ رئیس المناظرین نے ایک دفعہ مجھے کہا کہ ہم تو موجودہ قرآن کو صحیح و سالم سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا کس دلیل سے کہنے لگے سنو احتجاج طبرسی میں ہے

واما ھذا القرآن فلا شک ولا شبھة فی صحتہ وانہ من کلام اللہ سبحانہ ھکذا صدر من صاحب الامر۔	جہاں تک اس قرآن کا تعلق ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں نہ اس کی صحت میں شک ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے یہی امام غائب کا فرمان ہے۔

میں نے کہا مرزا جی! ھذا القرآن میں ھذا کا اشارہ کس قرآن کی طرف ہے کہنے لگے یہ ایسا ہی ہے جیسا ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ہے میں نے کہا میں اس ہذا کے متعلق نہیں پوچھ رہا بلکہ احتجاج طبرسی والے ھذا کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔ مرزا جی بغلیں جھانکنے لگے تو میں نے کہا لیجیے میں آپ کو پوری بات بتا دوں۔ احتجاج طبرسی میں اس ھذا سے پہلے یہ عبارت ہے ص۱۱

والقرآن الذی جمعہ امیر المومنین علیہ السلام بخطہ محفوظ عند صاحب الامر عجل اللہ فرجہ فیہ کل شئی حتی ارش الخدش۔	وہ قرآن جسے حضرت علیؓ نے لکھا اور جمع کیا وہ امام غائب کے پاس محفوظ موجود ہے خدا امام کی مشکل آسان کرے اس قرآن میں وہ تمام چیزیں ہیں (جن کی لوگوں کو حاجت ہوتی ہے) حتی کہ خراش کی اہمیت بھی اس میں مذکور ہے۔

اس سے آگے وہ عبارت ہے جو آپ نے سُنائی۔ لہٰذا اس جملہ اشارہ اس قرآن کی طرف ہے جو امام غائب کے پاس ہے جسے چودہ صدیوں میں کسی کو دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔

مرزا جی! آپ نے تقیہ کا ثواب حاصل کرنے کی کوشش تو کی مگر تحریف قرآن کے متعلق دو ہزار سے زائد روایات سے آپ کیونکر پیچھا چھڑا سکتے ہیں۔

اس تفصیل سے غرض یہ ہے کہ تحریف قرآن کا عقیدہ ایسا ہے کہ آدمی اگر برائے نام معقولیت کا رویہ بھی اختیار کرے تو اسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ عقیدہ اور اسلام کا دعویٰ بالکل دو متضاد چیزیں ہیں۔ اور اسلام سے ایک قسم کا جذباتی تعلق تو کسی نہ کسی رنگ میں موجود ہوتا ہے لہٰذا آدمی یہ کہنے سے ہچکچاتا ہے لہٰذا تقیہ کرکے ماڈرن شیعہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو موجودہ قرآن کو صحیح سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ صحیح سمجھ لینا چاہیئے کہ کسی شیعہ کا قرآن کے متعلق یہ کہنا بالکل اسی طرح ہے جیسے وہ کہے کہ میرا امامت کے متعلق کوئی عقیدہ نہیں ہے۔ شیعہ اگر قرآن کی عدم تحریف کا قائل ہو تو اسے عقیدۂ امامت سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔

قرآن کریم میں کمی کی چند روایات

گذشتہ صفحات میں احتجاج طبرسی کے حوالے سے گذر چکا ہے کہ تقیہ کے احترام نے ائمہ کو قرآن میں تحریف کی تفصیل بتانے سے روکے رکھا پھر بھی شدت جذبات کی وجہ سے کچھ تفصیل دے دی گئی۔ اس میں سے نمونہ کے طور پر قرآن میں کمی کی چند مثالیں بیان کر دینا مناسب ہوتا ہے۔

تفسیر قمی ـــــ علی بن ابراہیم قمی۔ یہ گیارہویں امام حسن عسکری کے شاگرد رشید ہیں اس میں انہوں نے اپنے استاذ محترم کے ارشادات دیتے ہوئے جلد ۱ ص ۱۰ پر فرماتے ہیں

۱۔ ھو خلاف ما انزل اللہ فھو قولہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس انما نزلت خیر ائمۃ

یعنی قرآن میں جو خیر امۃ درج ہے وہ دراصل خیر ائمۃ نازل ہوا تھا۔

(یعنی دو حرف کم کر دیئے گئے)

موجودہ قرآن	اصل شیعہ قرآن
(۲) واجعلنا للمتقین اماما	(۲) واجعل لنا من المتقین (من کا لفظ نکال دیا گیا)
(۳) یحفظونہ من امر اللہ	(۳) یحفظونہ بامر اللہ (با کو نکال دیا گیا ہے)
( ) یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک	( ) بلغ ما انزل الیک فی علی (فی علی نکال دیا گیا)
( ) ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت	( ) ولو تری الذین ظلموا آل محمد حقھم فی غمرات الموت (آل محمد حقھم کے الفاظ نکال دیئے گئے)

و مثلہ کثیر نذکرہ فی مواضعہ — ایسی مثالیں کثیر ہیں جو ہم اپنے اپنے محل پر بیان کریں گے۔

مناقب شہر ابن آشوب

ج ۲۔ ص ۱۰۶، ۱۰۷

موجودہ قرآن	اصل شیعہ قرآن
(ومن یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزا عظیما (فی ولایۃ علی و الائمۃ من بعدہ۔ نکال دیا گیا)	(۱) قولہ تعالیٰ و من یطع اللہ و رسولہ فی ولایۃ علی و الائمۃ من بعدہ فقد فاز فوزا عظیما ھکذا انزلت

یعنی موجودہ قرآن کی رو سے اللہ و رسول کی اطاعت کامیابی کی دلیل ہے یعنی اطاعت مطلق ہے اور شیعہ کے قرآن کی رو سے اطاعت مقید ہے کہ صرف ولایۃ علی اور ائمہ کے بارے میں اطاعت مطلوب ہے۔ تو یوں کہا جائے گا کہ موجودہ قرآن میں کمی بھی کی گئی اور مقید کو مطلق بھی بنا دیا گیا

موجودہ قرآن	شیعہ کا قرآن
(۲) فستعلمون من ھو فی ضلال مبین	(۲) فستعلمون من ھو فی ضلال مبین یا معشر المکذبین اتاکم رسالۃ ربی فی علی والائمہ من بعدہ
(۳) سأل سائل بعذاب واقع للکافرین	(۳) سأل سائل بعذاب واقع للکافرین بولایته علی ھکذا واللہ نزل بھا جبرئیل
(۴) فابی اکثر الناس الاکفورا	(۴) فابی اکثر الناس بولایته علی الاکفورا عن ابی جعفر نزل جبرئیل بھذہ الایته ھکذا
(۵) یا ایھا الذین اوتوا الکتب امنوا بما نزلنا علی عبدنا	(۵) یا ایھا الذین اوتوا الکتب امنوا بما نزلنا علی عبدنا فی علی نورا مبینا
(۶) ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا	(۶) ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علی ابن ابی طالب (امام جعفر سے روایت)
(۷) ولو انھم فعلوا ما یوعظون به لکان خیرا لھم	(۷) ولو انھم فعلوا ما یوعظون به فی علی لکان خیرا لھم (امام باقر سے روایت)
(۸) وقل جاء الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین نارا۔	(۸) وقل جاء الحق من ربکم فی ولایۃ علی فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین آل محمد نارا (امام باقر سے روایت)

موجودہ قرآن	شیعوں کا قرآن
(۹) قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم فامنوا خیرا لکم فان تکفروا فان للہ الخ	(۹) قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم فی ولایته علی فامنوا خیرا لکم وان تکفروا بولایته علیؑ الخ (امام باقر سے روایت)
(۱۰) کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیه	(۱۰) کبر علی المشرکین بولایته علیؑ ما تدعوھم الیه یا محمد من ولایته علیؑ (امام رضا سے روایت)
(۱۱) انا نحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا	(۱۱) انا نحن نزلنا علیک القرآن بولایته علی تنزیلا (ابوالحسن سے روایت وجدت فی کتاب المنزل علی الباقر)
(۱۲) بئسما اشتروا به انفسھم ان یکفروا بما انزل اللہ	(۱۲) بئسما اشتروا به انفسھم ان یکفروا بما انزل اللہ فی علیؑ۔ (امام باقر سے روایت)
(۱۳) واذا انزل ربکم قالوا اساطیر الاولین۔	(۱۳) اذا انزل ربکم فی علی قالوا اساطیر الاولین (امام باقر سے روایت)
(۱۴) والذین کفروا اولیائھم الطاغوت۔	(۱۴) والذین کفروا بولایته علی بن ابی طالب اولیائھم الطاغوت
(۱۵) ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت	(ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت فی علی ابن ابی طالب (امام باقر سے روایت)
(۱۶) یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک	(۱۶) یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک

موجودہ قرآن	شیعوں کا قرآن
من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته	من ربک فی علی وان لم تفعل عذبتک عذابا الیما
(۱۷) هذا اصراط مستقیم مناقب شہر ابن آشوب ۳:۱۲۱	(۱۷) هذا اصراط علی مستقیم
(۱۸) ولقد عهدنا الی آدم من قبل یہ تمام حوالہ جات اصول کافی ہیں جو ہیں جو امام غائب کی مصدقہ کتاب ہے تفسیر البرہان۔ سید ہاشم بحرانی ج ۱:۲۷۷	(۱۸) ولقد عهدنا الی آدم من ق کلمات فی محمد وفاطمه والحس الحسین والائمه من ذریتهم (امام باقر سے روایت)
(۱۹) امام جعفر اپنے والد امام باقر سے بیان کرتے ہیں کہ:۔ ان الله اصطفی آدم ونوحا وآل ابراهیم وآل عمران وآل محمد علی العالمین هکذا انزلت	موجودہ قرآن میں آل محمد کے الفاظ نہیں ہیں

اس آیت کی تفسیر کے تحت تفسیر قمی میں علی بن ابراہیم لکھتے ہیں۔

قال العالم (امام) نزل آل عمران وال محمد علی العالمین	واسقطوا آل محمد من الکتاب
(۲۰) تفسیر مراۃ الانوار ص ۳۷ من بزنطی قال دفع الی ابو الحسن مصحفا فقال لا تنظر فیه ففتحته فقرأت فیه لم یکن الذین کفروا فوجدت فیها اسم سبعین رجلا من قریش باسمائهم واسماء آبائهم	بزنطی کہتا ہے امام ابو الحسن نے مجھے ق دیا اور فرمایا اس میں نظر نہ ڈالنا۔ میں نے قرآن کو کھولا اور سورۃ لم یکن الذین تو میں نے اس میں ستر قریش کے نام مع آباء کے نام پڑھے۔

ظاہر ہے کہ موجودہ قرآن میں لم یکن الذی میں کسی قریشی کا نام نہیں۔ کمی تو ہو گئی مگر اس روایت سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ شیعہ کا اپنے ائمہ کی محبت اور اطاعت میں اتنا بلند مقام تھا۔ امام نے جس کام سے منع کیا شیعہ نے وہ کام ضرور کیا اور ایسا کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کی۔ جس سے یہ ظاہر ہوا کہ امام کی مخالفت کرنا شیعہ کا اصل دین ہے، حضرت علی بھی تو اپنے شیعوں کا امیر معاویہؓ کے آدمیوں کے ساتھ اس شرح پر "مارچہ" کرنا چاہتے تھے کہ میرے دس شیعے لو اپنا ایک آدمی مجھے دے دو۔ شیعہ نے پہلے امام کے ساتھ جو سلوک کیا آخیر تک اسی پر قائم رہے۔

(۲۱) اسی کتاب میں ہے کہ حضرت علی نے ابن نباتہ کے جواب میں فرمایا:۔

محی منه سبعون من قریش باسمائهم واسماء آبائهم وما ترک ابو لهب الاذراء علی رسول الله لانه عمه	موجودہ قرآن میں ستر قریش کے نام معہ ان کے آباء کے نام کم کر دیئے گئے ہیں۔ ابولہب کا نام صرف نبی کریمؐ کو ایذا دینے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ وہ آپ کا چچا تھا۔
۲۲۔ ایضاً وسیعلمون الذین ظلموا الآیته وامثالها من الآیات الکثیرة سوی ماورد فی التقدیم والتاخیر واسقاط خصوصا اسم علیؑ واسماء اعدائه من الاخبار المتواترة التی تاتی فی مواضعها	وسیعلم الذین الخ یہ آیت اور اسی قسم کی کثیر آیات سوائے اس تحریف کے جو قرآنی آیات اور سورتوں کی تقدیم تاخیر کے سلسلے میں ہوئی اور قرآن سے کمی کرنے خصوصاً حضرت علیؓ کا نام اور ان کے دشمنوں کے ناموں کا روایات متواترہ ہیں ذکر ہے جو اپنے موقع پر بیان ہوں گی۔

کمی کا ذکر گو مبہم ہے مگر اتنی بات واضح ہے کہ حضرت علیؓ اور ان کے دشمنوں کے نام قرآن سے خارج کئے گئے جو موجودہ قرآن میں نہیں ملتے۔

دوسری بات اس روایت سے یہ معلوم ہوتی ہے قرآن کی کمی کی روایات متواترہ ہیں اور متواترہ کا انکار کفر ہے لہذا تحریف قرآن کا انکار بھی کفر ہے۔

۲۳۔ انا انزلناه فی لیلة القدر کی تفسیر کے تحت فصل الخطاب، تفسیر قمی، تفسیر البرہان

تفسیر صافی، اور کتاب السیاری میں ہے

تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من عند ربھم علی اوصیاء محمد لکل امر

اس رات جبرئیلؑ مع ... شتوں کے اس رات ہر امر کے ساتھ اماموں پر نازل ہوتے ہیں

اور اسی آیت کے تحت تاویل الآیات الباھرۃ فی العترۃ الطاھرۃ عن ابی عبداللہ قال تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من عند ربھم علی محمد وآل محمد لکل امر سلام۔

شیخ کامل شرف الدین نجفی لکھتے ہیں مگر موجودہ قرآن میں من عند ربھم علی محمد وآل محمد موجود نہیں ہے۔

سورۃ قدر کی تفسیر قرآن میں کمی کے سلسلے میں بیان کی گئی ہے مگر تفسیر کے ضمن میں شیعہ کا ایک اور عقیدہ بھی بیان کر دینا بے موقع نہیں ہوگا۔

شیعہ کا عقیدہ ہے ہر سال لیلۃ القدر میں امام پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور نئے احکام لاتے ہیں۔ اس سے امامت کی عظمت تو واقعی ثابت ہو گئی مگر عقیدۂ ختم نبوت کا انکار بھی ثابت ہو گیا۔ جب وحی کا سلسلہ جاری ہے تو نبوت بھی جاری ہے۔ پھر ختم نبوت کا عقیدہ کہاں باقی رہا۔ اس حقیقت کو شیعہ مفسرین نے اپنے اپنے رنگ میں بیان کیا ہے۔

تفسیر قمی ۲ : ۴۳۱ ۔ تفسیر البرہان ۔ ۴ : ۴۸۸

۱۔ قال تنزل الملائکۃ وروح القدس علی امام الزمان ویدفعون الیہ ما قد کتبوہ من ھذہ الامور من کل امر سلام قال تحیۃ یحیی بھا الامام الی الفجر قیل لابی جعفر تعرفون لیلۃ القدر فقال وکیف

ملائکہ اور جبرئیلؑ امام زمان پر نازل ہوتے ہیں اور وہ دفتر جو فرشتوں نے لکھے ہوتے ہیں امام کو دے دیتے ہیں وہ تمام امور کے متعلق ہوتا ہے تحیۃ سے مراد سلام ہدیہ تحفہ ہے جو فجر تک یہ سلسلہ رہتا ہے۔ امام باقرؑ سے پوچھا گیا کیا آپ لیلۃ القدر کو پہچانتے ہیں فرمایا ہم کیسے نہ پہچانیں

لانعرف لیلۃ القدر والملائکۃ یطوفون بنا فیھا۔

حالانکہ فرشتے ہمارا طواف کرتے ہیں لیلۃ القدر میں۔

اور تفسیر البرہان میں تو ایک درجہ ترقی کر کے ایک اور بات کہی گئی ہے ۴ : ۴۸۴ ۔

۲۔ تنزل الملئکۃ والروح فیھا الی الاوصیاء یاتونھم بامر لم یکن رسول اللہ قد علمہ

اس رات جبرئیلؑ اوصیا یعنی اماموں کی طرف نازل ہوتے ہیں اور اماموں کے پاس وہ امور لاتے ہیں جو رسول کریمؐ بھی نہ جانتے تھے۔

لیجیے ختم نبوت کا انکار تو بجائے خود رہا خاتم النبیینؐ بھی اماموں سے پیچھے رہ گئے اس تفسیری نکتہ کی وضاحت میں شیعہ مولوی نے کہا کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضورؐ کو ان امور کا علم نہیں تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کو علم تو تھا مگر ان امور کی تعلیم کسی کو نہ تھی۔ خوب! یہ تو عذر گناہ بدتر از گناہ والی بات ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ حضورؐ نے تعلیم کیوں نہ دی کیا پیغمبر کی ڈیوٹی یہی ہے کہ دین کو چھپائے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دے۔

پھر سوال یہ ہے کہ ان امور کے نہ بتانے کا کام نبی کریمؐ نے اللہ کے حکم کے تحت کیا تھا یا اپنی مرضی سے؟ اگر اللہ کے حکم سے کیا تھا تو مقصد نبوت فوت ہوتا ہے اور اگر اپنی مرضی سے کیا تھا تو معاذ اللہ کتمان دین، خیانت اور اللہ کی نافرمانی لازم آتی ہے۔ کیا کوئی مسلمان نبی کریمؐ کے متعلق اس صورت کا تصور بھی کر سکتا ہے۔

پھر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہر سال نئے احکام جو آتے ہیں تو وہ سابقہ احکام سے زائد ہوتے ہیں یا سابقہ احکام کو منسوخ کر کے ان کا بدل ہوتے ہیں دونوں صورتوں میں یہ لازم آیا کہ ہر سال شریعت بدلتی رہتی ہے اور امام کو علم نہیں ہوتا کہ آئندہ سال کیا کیا تبدیلیاں ہونے والی ہیں گویا ختم نبوت کا عقیدہ بھی گیا اور امام کا علم ماکان ومایکون کا عقیدہ بھی باد ہوا ہو گیا۔

۳۔ تفسیر البرہان ۴ : ۴۸۳

انہ لینزل فی لیلۃ القدر الی ولی الامر تفسیر الامور سنۃ سنۃ یؤمر

لیلۃ القدر میں ولی الامر یعنی امام پر ایک ایک سال کے امور کی تفسیر نازل ہوتی ہے۔ اس تفسیر

فیھا فی امر نفسہ بکذا وکذا وفی امر الناس بکذا وکذا وانہ لیحدث لولی الامر سوی ذلک کل یوم من علم اللہ عز ذکرہ الخاص المکنون العجیب المخزون مثل ما ینزل فی تلک اللیلۃ من الامر ثم قرا ان انزلناہ فی لیلۃ القدر ... یأتی بالامر من اللہ تعالی فی لیالی القدر الی النبی و الی الاوصیاء افعل کذا وکذا

میں امام کی ذات کے لئے احکام ہوتے ہیں کہ یوں کرو اور لوگوں کے لئے بھی احکام ہوتے ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ شب قدر کی طرح ہر روز امام پر پوشیدہ علم کے عجیب خزانے نازل ہوتے ہیں۔ قدر کی راتوں میں نبی کی طرف اور اماموں کی طرف ملائکہ اللہ کی طرف سے حکم لاتے ہیں کہ ایسا ایسا کرو۔

یہ سابقہ تحریک کی تائید ہے صرف اس میں سُنتہ سُنتہ کی تفصیل ہے کہ یہ نزول امر سال سال کے عرصے کے لئے ہوتا ہے۔

۲۴۔ تفسیر عیاشی ج ۱: ۱۹۴

انما ھی فی قراءۃ علیؑ وھو التنزیل الذی نزل بہ جبریل علی محمد علیھما الصلوٰۃ والسلام الا وانتم مسلمون لرسول اللہ ثم الامام من بعدہ

یعنی آیت الا وانتم مسلمون کے ساتھ لرسول اللہ ثم الامام من بعدہ کا ٹکڑا بھی حضرت علیؓ کے قرآن میں تھا جو موجودہ قرآن میں نہیں ہے

۲۵۔ تفسیر عیاشی ۱: ۱۹۶

لقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ فقال الامام جعفر ولیس ھکذا انزلھا اللہ انما نزلت وانتم قلیل

امام جعفر نے فرمایا کہ اصل قرآن میں قلیل کا لفظ تھا۔ موجودہ قرآن میں اس کی جگہ لفظ اذلۃ اپنے پاس سے لگا دیا گیا

۲۶۔ تفسیر عیاشی ۱: ۲۴۷

یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان خفتم تنازعا فی الامر فارجعوا الی اللہ والی الرسول و اولی الامر

موجودہ قرآن میں ہے یہ آیت یوں ہے یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والی الرسول

منکم ھکذا انزلت — گویا کمی بھی کی گئی اور لفظ بھی بدل دئے گئے

یہ حصہ فارجعوا الی اللہ والی الرسول و اولی الامر منکم کا تکلف اس لئے کیا گیا کہ اماموں کی امامت ثابت ہو جائے کیونکہ موجودہ قرآن میں تو ایسی امامت کا کہیں نشان تک نہیں ملتا اور شیعہ مذہب کا مدار ہی عقیدہ امامت پہ ہے اس عقیدہ کی حفاظت کے لئے ہی عقیدہ تحریف قرآن وضع کیا گیا اور اسے ضروریات دین میں شامل کیا گیا۔ اور تقابل کے وقت بھی یہی کہا گیا کہ اگر ہم تحریف قرآن کے عقیدہ نہ رکھیں تو عقیدہ امامت سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔

قرآن میں جو تھوڑی تھوڑی کمی کی گئی اس کے تذکرہ میں سے یہ چند مثالیں بطور نمونہ پیش کی ہیں۔

اب تھوک کمی کی روایات کا ایک آدھ نمونہ ملاحظہ ہو۔

فصل الخطاب ص ۳۳۸ اور اصول کافی باب النوادر

۱۔ ان القرآن الذی جاء بہ جبریل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبعۃ عشر الف ایۃ وفی روایۃ سلیم ثمانیۃ عشر الف ایۃ

جو قرآن جبرئیل امین نبی کریمؐ پر لائے تھے وہ سترہ ہزار آیت کا تھا اور سلیم بن قیس کی روایت ہے کہ ۱۸ ہزار آیت کا تھا۔

صاف ظاہر ہے کہ تقریباً دو تہائی کم ہو گیا ایک تہائی رہ گیا اس حساب سے شیعہ کا قرآن تو ۹۰ پاروں کا بنتا ہے ۴۰ پاروں والی بات یوں ہی مشہور کر دی گئی ہے جو کھلی نا انصافی ہے۔

۲۔ احتجاج طبرسی ص ۱۲۹

واما ظھور ذلک علی تناکر قولہ فان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء الخ ولیس یشبہ القسط فی

اور تجھے اللہ کے قول فان خفتم الخ کے پسندیدہ نہ ہونے پر اطلاع ہوئی ہے اور تو کہتا ہے کہ یتیموں کے حق میں انصاف کرنا اور عورتوں سے نکاح

الیتامی نکاح النساء ولا کل النساء ایتاما فھو مما قدمت ذکرہ من اسقاط المنافقین من القرآن وبین القول فی الیتامی وبین نکاح النساء من الخطاب والقصص اکثر من ثلث القرآن وھذا وما اشبھہ مما ظھرت حوادث المنافقین فیہ لاھل النظر والتأمل ووجد المطلون واھل الملل المخالفون للاسلام مساغا الی القدح فی القرآن

کرنا آپس میں کوئی مناسبت نہیں رکھتا اور نہ تمام عورتیں یتیم ہوتی ہیں پس اس کی وجہ یہ ہے جو پہلے تم سے بیان کر چکا ہوں کہ منافقین نے قرآن سے بہت کچھ نکال ڈالا ہے۔

فی الیتامیٰ اور فانکحوا کے درمیان بہت سے احکام اور قصے تھے جو تہائی سے بھی کچھ زیادہ حصہ بنتا ہے وہ نکال دیا گیا اس لئے بے ربطی پیدا ہو گئی اس قسم کی منافقوں کی تحریفات کی وجہ سے جو اہل نظر پر ظاہر ہو جاتی ہیں بے دینوں اور اسلام کے دشمنوں کو قرآن پر اعتراض کرنے کا موقع مل گیا ہے۔

اس روایت کو اگر درست تسلیم کیا جائے تو یہ تسلیم کرنا لازم آتا ہے کہ ائمہ قرآن فہمی سے معذور تھے کیونکہ قرآن کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ ان آیات سے کہیں بے ربطی نہیں بلکہ صاف ظاہر ہے کہ مراد یتیم لڑکیاں ہیں جنہیں بے سہارا سمجھ کر لوگ ظلم کرتے تھے لہذا حکم ہوا کہ اگر ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو تو معاشرہ میں دوسری عورتوں کے ساتھ نکاح کر دو تاکہ یتامیٰ کے ظلم کا راستہ بند ہو جائے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ کے ۴۰ پاروں والے قرآن کی روایت کی بنیاد یہی روایت ہے کیونکہ ایک تہائی جو ضائع ہوا وہ ۱۰ پارے ہی بنتے ہیں لہذا پورا قرآن ۴۰ پاروں کا ہی بنا۔ مگر اس بات کو شہرت دینے والوں نے یہ نہ سوچا کہ یہ کمی تو صرف ایک مقام پر کی گئی ہے۔ قرآن کے باقی حصوں میں جو کمی کی گئی ہے اس کا اندازہ تو سلیم بن قیس کی روایت سے ہوتا ہے کہ اصل قرآن ۱۸ ہزار آیات کا تھا۔

قرآن میں اضافہ کرنے کی چند روایات

تحریف قرآن کے ایک پہلو یعنی کمی کرنے کے متعلق چند روایات شیعہ بطور نمونہ پیش کر دی گئی ہیں اب ہم تحریف کی دوسری قسم یعنی قرآن میں اضافہ کرنے کی چند روایات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ تفسیر عیاشی ۱ : ۱۳ طبع تہران

عن ابوجعفر قال لولا انہ زید فی کتاب اللہ و نقص منہ ما خفی حقنا علی ذی حجی

امام باقرؒ فرماتے ہیں اگر قرآن میں کمی بیشی نہ کی گئی ہوتی تو کسی عقلمند پر ہمارا حق پوشیدہ نہ رہتا۔

امام باقرؒ نے کمی اور زیادتی دونوں پہلوؤں کا اعلان کیا ہے۔

۲۔ احتجاج طبرسی ص۱۲۶

ان الکنایتہ عن اسماء اصحاب الجرائر العظیمتہ من المنافقین فی القرآن لیست من فعلہ تعالیٰ وانھا من فعل المغیرین والمبدلین الذین جعلوا القرآن عضین

بڑے بڑے جرائم پیشہ منافقوں کے نام کنایۃً قرآن میں ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں یہ کام منافقوں کا ہے جنہوں نے قرآن میں تغیر تبدل کر دیا۔ اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

۳۔ ایضاً ص۱۳۲

وذا وفیہ ماظھر تناکرہ وتنافرہ

قرآن میں ایسی عبارتیں پڑھا لی جن کا فصاحت و بلاغت کے خلاف ہونا اور قابل نفرت ہونا ظاہر ہے

۴۔ احتجاج طبرسی ص۱۲۶

انهم اثبتوا فی الکتاب ما لم تعلبهم الله ليلبسوا علی الخليقة

انہوں نے قرآن میں وہ باتیں درج کردیں جو اللہ تعالےٰ نے نہیں فرمائیں تاکہ حق و باطل کی آمیزش سے مخلوق کو دھوکہ دیں۔

۵۔ ایضاً ص ۱۳۲

ثم دفعهم الاضطرار بورود المسائل عما لا يعلمون تاویله الی جمعه وتالیفه وتضمینه من تلقائهم ما يقيمون به دعائم کفرهم فصرح مناديهم من کان عنده شئ من القرآن فليأتنا به ووکلوا تاليفه وجمعه ونظمه الی بعض من وافقهم الی معاداة اولياء الله فالفه علی اختيارهم

پھر جب ان منافقوں سے وہ مسائل پوچھے گئے جو وہ نہیں جانتے تھے تو مجبوراً قرآن کو جمع وتدوین میں لگ گئے اور قرآن میں وہ باتیں اپنی طرف سے درج کردیں جن سے وہ اپنے کفر کے ستونوں کو قائم رکھ سکیں لہٰذا ان کے منادی نے اعلان کیا کہ جس کے پاس قرآن کا کچھ حصہ ہو وہ ہمارے پاس لے آئے اور جمع وتدوین کا کام اس آدمی کے سپرد کیا جو دوستانِ خدا کی دشمنی میں ان سے متفق تھا اور اس نے ان کی مرضی کے مطابق قرآن جمع کیا۔

۶۔ ایضاً ص ۱۲۷

والذی بدا فی الکتاب من الازراء علی النبی صلی الله عليه وسلم من افتراء ملحدين

قرآن میں نبی کریمؐ کی جو برائی بیان ہوئی ہے وہ ان ملحد جامعین قرآن کی افتراء پردازی ہے۔

قرآن میں اضافے کی روایات کا ماحصل یہ ہے کہ:-

۱۔ جامعینِ قرآن نے اس قرآن میں ایسی عبارتیں بڑھائی ہیں جن سے نبی کریمؐ کی توہین ہوتی ہے۔ یعنی یہ قرآن تو بنیادی طور پر نبی کریم کی توہین کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔

۲۔ یہ قرآن مذاہب باطلہ اور دشمنان اسلام کی تائید کرتا ہے۔

۳۔ شریعت محمدی کو مٹاتا ہے اگر تقیہ کی شریعت مانع نہ ہوتی تو احام نے اس کی

قلعی کھول دی ہوتی۔

۴۔ اس قرآن میں جامعین نے وہ عبارتیں درج کیں جن سے کفر کے ستون مستحکم ہوتے ہیں۔ یعنی یہ قرآن کفر کی طرف دعوت ہی نہیں دیتا بلکہ کفر کی عمارت کو مستحکم کرتا ہے

۵۔ اس قرآن میں ایسی عبارتیں موجود ہیں جو فصاحت وبلاغت کے معیار سے گری ہوئی اور قابلِ نفرت ہیں۔

۶۔ اضافے کی نشاندہی نہیں کی گئی کہ کس کس مقام پر کیا کیا بڑھایا گیا۔ اگر ایسے مقامات کا حتمی طور پر علم ہوجاتا تو باقی قرآن کے متعلق تو اطمینان ہوجاتا کہ اصلی ہے۔ مگر تقیہ نے فتویٰ دیا کہ مذہب شیعہ کی خیر اسی میں ہے کہ اس ابہام کو نہ چھیڑو۔ چنانچہ سارا قرآن مشکوک ہی رہا کسی ایک آیت کے متعلق بھی یقین کہا جاسکتا کہ یہ واقعی منزل من اللہ ہے۔

قرآن کی معنوی تحریف

شیعہ کے عقیدہ تحریف قرآن کے دو پہلو ہیں اول تحریف لفظی جس کا تفصیلی ذکر ہوچکا کہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن میں کمی کی گئی، اضافہ کیا گیا، ترتیب سورتوں کی بدلی گئی ترتیب الفاظ وکلمات بدلی گئی اور ترتیب آیات بدل دی گئی ہے ان تمام پہلوؤں پر اجمالی بحث ہوچکی ہے اب ان کے عقیدہ تحریف کے دوسرے پہلو یعنی تحریف معنوی کا بیان کیا جاتا ہے

ہمارے کتب خانے میں شیعہ کی چودہ مستند تفاسیر موجود ہیں کہنے کو تو یہ تفسیر ہی ہیں مگر ان میں سے ایک کتاب بھی ایسی نہیں جسے تفسیر قرآن کہا جاسکے۔ نہ الفاظ کا حل نہ آیات کی وضاحت نہ کلمات کے مدلول مطابقی کی طرف توجہ نہ لغت عربی کا لحاظ نہ کلام و محاورہ عرب کا پاس نہ سیاق وسباق کا خیال۔ بس ساری توجہ اور سارا زور کلام قرآن مجید کو مشکوک اور محرف ثابت کرنے پر صرف کیا گیا اور اس ساری کوشش میں مواد جو لیا گیا وہ زیادہ تر زرارہ اور ابو بصیر کی روایات سے اور یہ دونوں وہ بزرگ ہیں جن کو شیعہ کتب رجال

ہیں بالاتفاق گمراہ کہا گیا ہے۔ دیکھئے رجال کشی اور حق الیقین۔

معنوی تحریف کا سہرا شیعہ مفسرین کے سر ہے۔ اور یہ کام ہی اہل علم کا ہے کہ خواہ الفاظ سے معنی اخذ کریں خواہ الفاظ کو اپنی پسند کے معنی پہنائیں۔ لہذا اب شیعہ مفسرین کی نکتہ آفرینیوں کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ تفسیر قمی۔ علی بن ابراہیم کی تصنیف ہے جو شیعہ کے گیارہویں امام حسن عسکری کا شاگرد بیان کیا جاتا ہے۔ (طبع نجف اشرف)

اس کے مقدمہ کے صہ۲ پر قرآن فہمی کا ایک اصول لکھا ہے۔

ان کل ماورد فی القرآن من المدح کنایته وصراحته فھو راجع الی محمد وآله الطاھرین وکل ماورد فی القرآن من القدح کذلک فھو لاعدائھم اجمعین السابقین والاحقین ویحمل علیه جمیع الآیات من ھذا القبیل وان کان خلافا الظاھر

قرآن میں جو الفاظ مدح و ثنا کے بیان ہوئے کنایتہً ہوں یا صراحتہً ان سے مراد نبی کریمؐ اور ان کی آل ہیں جو الفاظ مذمت یا برائی کے معنی میں ہیں وہ ان کے دشمنوں کے حق میں ہیں وہ دشمن خواہ سابقہ اُمتوں کے ہوں یا بعد کے۔ اور تمام آیات قرآنی کو اسی پر محمول کیا جائے گا خواہ وہ مفہوم ظاہر قرآن کے خلاف ہو۔

اس اصول کی تفصیلات پر غور کیجئے۔

۱۔ قرآن مجید میں نبی کریمؐ کے اوصاف، کمالات اور فضائل کا بیان ہونا تو قدرتی بات ہے۔ مگر حضورؐ کے علاوہ تمام الفاظ مدح کو آل رسول میں محصور کر دینا اس امر کا اعلان کہ نبی کریمؐ نے ۲۳ برس میں کوئی قابل تعریف انسان اپنی تربیت سے تیار نہیں کیا گویا یزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ کے الفاظ محض برائے وزن بیت قرآن میں لائے گئے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آل رسولؐ سے مراد وہی ہے جسے شیعہ آل قرار دیں ورنہ نسلی اعتبار سے یا معنوی اعتبار سے حضور اکرمؐ کے ساتھ جن کا تعلق ہے وہ آل

شمار نہیں ہوں گے۔ اور شیعہ نے تو آل رسول کو خواہ خونی اور نسلی اعتبار سے دیکھا جائے ٹکڑے کر کے ان کا ایک حصہ مقبول تسلیم کیا اور دوسرے حصے کو مبغوض قرار دے دیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ مفسر صاحب نے اپنے سفر کی ابتداء اس نیت سے کی ہے کہ الفاظ سے معانی اخذ نہیں کرنے بلکہ الفاظ قرآن کو اپنی پسند کے معنی پہنانے ہیں اس لئے اعلان کر دیا کہ مطلب وہی ہوگا جو ہم کہیں گے۔ خواہ وہ ظاہر قرآن یعنی الفاظ کے خلاف ہی ہو۔

چوتھی بات یہ ہے مفسر صاحب اس حقیقت سے واقف ہیں کہ شیعہ مذہب ظاہر قرآن کے خلاف ہے یعنی الفاظ قرآن سے شیعہ کی حقانیت تلاش کرنا تکلف محض اور بے سود ہے۔ گویا تحریف معنوی کے لئے اب کھلا میدان ہے۔

۲۔ تفسیر عیاشی۔ ابو النصر محمد بن مسعود عیاشی سمرقندی ۱: ۳۲۱ طبع تہران۔

عن ابی جعفر قال ابو جعفر یا محمد اذا سمعت اللہ ذکر احدا من ھذہ الامۃ بخیر فنحن ھم واذا سمعت ذکر اللہ قوما بسوء ممن مضی فھم عدونا۔

محمد بن مسلم امام باقر سے بیان کرتا ہے کہ امام نے فرمایا اے محمد! جب تم سنو کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن میں کسی شخص کی خوبی بیان کی ہے جو اس اُمت سے ہے تو اس سے مراد "ہم" ہیں اور جب تم سنو کہ اللہ نے کسی قوم کو جو ہم سے گذر چکی قرآن میں برائی سے یاد کیا تو سمجھو کہ وہ ہمارے دشمن مراد ہیں (یعنی صحابہ کرام)

امام باقر کا سن وفات ۱۱۳ھ ہے۔ اس روایت کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن میں کسی کا ذکر خیر آیا ہے تو صرف ان لوگوں کا جو نزول قرآن سے سو سال بعد ہوئے اور جنہوں نے نبی کریمؐ کو دیکھا تک نہیں اور برائی سے یاد کیا گیا ہے تو ان لوگوں کو جنہوں نے ۲۳ برس تک نبی کریمؐ سے تربیت حاصل کی اور اسلام کی خاطر جان مال گھر بار سب کچھ قربان کر دیا

یہ اصول اس لئے یاد رکھنا ضروری ہے کہ تاکہ آنے والی نسلوں کو معلوم ہو جائے کہ نبی کریمؐ نے تو اپنے عہد میں کوئی آدمی تیار ہی نہیں کیا ۔

اس مفسر کی تائید میں چھٹی صدی ہجری کا ایک مفکر شہر بن آشوب متوفی ۵۸۸ھ اپنی مشہور تصنیف مناقب شہر بن آشوب ۳ : ۲۷۰ پر کہتا ہے کہ قرآن میں ہر طرح کا صیغہ ائمہ کے حق میں ہے اور ہر قدح کا صیغہ اصحاب رسول کے حق میں ۔

۳۔ تفسیر مرآۃ الانوار و مشکواۃ الاسرار ۔ سید حسن شریف طبع تہران ص۷

ما من اٰیتہ تسوق الی الجنتہ الا وھی فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والائمتہ واشیاعھم واتباعھم وما من اٰیتہ تسوق الی النار الا وھی فی اعدائھم المخالفین لھم وان کانت الاٰیت فی ذکر اولین فما کان منھا فی خیر فھو اھل خیر من ھذہ الامتہ وما کان منھا فی شر فھو جاد فی اھل الشر

جو آیت جنت کی طرف بلاتی ہے وہ نبی کریمؐ کے حق میں ائمہ، شیعہ اور ان کے متبعین کے حق میں ہے اور جو آیت جہنم کی طرف بلاتی ہے وہ ائمہ اور شیعہ کے دشمنوں اور مخالفوں کے حق میں ہے اگرچہ آیات قرآن سابقہ امتوں کے حق میں نازل ہوئی ہوں ایسی آیتوں میں اچھوں سے مراد اس امت کے اچھے لوگ اور بروں سے مراد اس امت کے برے لوگ ہوں گے ۔

شیعہ مفسرین کی اس تدریجی ترقی پر غور کیجیئے ۔ صاحب قمی نے کہا کہ اچھے لوگوں سے مراد نبی کریم اور ان کی آل ہے ۔ تفسیر عیاشی میں بیان ہوا کہ اچھے لوگوں کے مراد "ہم" ہیں یعنی ائمہ اس تفسیر میں دو گروپ اور شامل کر لیے گئے یعنی اچھے لوگوں سے مراد نبی کریمؐ، ائمہ شیعہ اور شیعہ حضرات اور ان کے پیرو یہ بات پہلے مفسرین کو نہیں سوجھی یہاں تو منظر کچھ ایسا لگتا ہے جیسے "جمعہ جنج نال" بہر حال اہل جنت تو شیعہ ہی سمجھتے ہیں ۔ کیونکہ فوج اپنی یونیفارم سے پہچانی جاتی ہے ۔ کسی مذہبی تقریب ہر شیعہ کی ہیئت کذائی دیکھ کر واقعی یہ احساس

ہونے لگتا ہے کہ ؎

اگر فردوس بروئے زمین است ہمیں است وہمیں است وہمیں است

۴۔ ایضاً ۱ : ۲۵۸ داؤد راوی کہتا ہے کہ امام باقر نے مجھے فرمایا ۔

یاداؤد عدونا فی کتاب اللہ الفحشاء والمنکر والبغی والخمر والمیسر والانصاب والازلام والاوثان والجبت والطاغوت والمیتتہ والدم ولحم الخنزیر ۔

اے داؤد ! ہمارے دشمن (صحابہ اور سنی) قرآن میں سے ان الفاظ سے بیان کئے گئے ہیں فحشاء منکر یعنی شراب ، جوا انصاب ، ازلام ، جبت اور طاغوت مردار اور خنزیر ، گوشت

یعنی یہ الفاظ ان معنوں میں استعمال نہیں ہوئے جن کے لئے اہل زبان سے وضع کئے ہیں بلکہ صحابہ اور اہل السنت ان الفاظ کا مدلول مطابقی ہیں ۔ یہ ہے شیعہ علم کی جولانی اور یہ ہے فن تفسیر قرآن ۔

۵۔ ایضاً ۱ : ۲۵۸

عن باقرؑ فی الاٰیۃ المذکورۃ قال الفحشاء الاول والمنکر الثانی والبغی الثالث

امام باقر سے روایت ہے کہ اس آیت میں فحشا سے مراد ابوبکر اور منکر سے مراد فاروق اور بغی سے مراد عثمان غنی ہیں ۔

اس تفسیر پر کوئی کیا اظہار خیال کرے یہی کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں مظلوم قرآن جیسا کوئی نہیں اور ظالم شیعہ مفسرین جیسا ڈھونڈے نہ ملے گا ۔

ـ ایضاً ۱ : ۲۵۸

عن الصادقؑ فی قولہ تعالےٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی قال فلان وفلان وفلان

امام جعفر فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہیں منع کرتا ہے فحشاء سے منکر سے اور بغی سے یعنی ابوبکر سے عمر سے اور عثمان سے ۔

یہاں پہنچکر مفسر صاحب گویا بے حیائی کی معراج پہ پہنچ گئے ۔ اس مفہوم کا

تاریخی تجزیہ کیجئے مفسر صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن روکتا ہے [illegible] سے کہ وہ فحشاء مجسم ہے (معاذ اللہ) اور جس پر قرآن نازل ہوا اور جسے یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ اُمت کو قرآن کا مفہوم علمی اور عملی دونوں صورتوں میں سکھائی وہ باصرار حکم دیتا ہے کہ میرے بعد میری اُمت کی امامت اسے کرنی ہے جسے میں امام مقرر کر رہا ہوں۔ اور اُمت کو اس کی اقتداء کرنی ہوگی۔

اگر مفسر صاحب میں ایمان کی رمق بھی ہوتی تو کیا اللہ اور رسول کو دو مخالفوں مورچوں میں کھڑا کرنے کی حمایت کرتے۔

اللہ کہتا ہے عمر سے بچو کہ یہ منکر ہے (معاذ اللہ) اور اللہ کا رسول کہتا ہے اقتدوا با لذین من لعدی ابی بکر وعمر، کہ میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا شیعہ تفسیر کے مطالعہ سے تو یوں لگتا ہے جیسے اللہ اور رسول کی مستقل طور پر ٹھن گئی ہے۔

ایک میاں جی مدرسے میں بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ظلمت کے معنی مرغی، کسی بچے نے ہمت کر کے استاد کو ٹوکا کہ ظلمت کے معنی تو اندھیرا ہوتا ہے کہنے لگے ارے جاہل! جب مرغی اپنے بچوں کو پروں کے نیچے دے لیتی ہے تو وہاں اندھیرا نہیں ہو جاتا۔ پس اسی وجہ سے تو ظلمت کے معنی مرغی ہے۔

۷۔ ایضاً ص ۲۸۷

واما ماورد من الکفر بالنسبتہ الی الامم السالفتہ فھو ایضا لاجل انکا ھم الایتہ الی ان قال وذکرنا ان جمیع الامم کانوا مکلفین بالاقرار فتأمل - کل من جحدھم او انکر اماماتھم او شك فی ذالك فھو کافر واسکفر قولہ و اعتقادہٗ

جو کفر گذشتہ امتوں کی طرف منسوب ہے وہ بھی شیعہ اماموں کے انکار کی وجہ سے ہے (یعنی اماموں کا انکار کیا تو عذاب آیا) . . . میں نے ذکر کیا ہے کہ تمام سابقہ اُمتیں بارہ اماموں پر ایمان لانے کی مکلف تھیں خوب سمجھ لو کہ جس شخص نے ائمہ شیعہ کا انکار کیا یا ان کی امامت میں شک کیا وہ کافر ہے اس کی بات بھی کفر اور اس کا عقیدہ بھی کفر۔

۸۔ ایضاً ص ۳ مقدمہ کتاب

ان اکثر آیات الفضل والانعام والمدح والاکرام بل کلھا فیھم وفی اولیاءھم نزلت وان جل فقرات التوبیخ والتشنیع والتھدید بل جملتھا فی مخالفیھم واعدائھم وردت بالتحقیق کما سیظھر عن قریب ان تمام القرآن انما نزل للارشاد الیھم والاعلام بھم وبیان العلوم والاحکام لھم والامر باطاعتھم وترك مخالفتھم وان اللہ جعل جملتہ بطن القرآن فی دعوۃ الائمہ والولایتہ

قرآن کی اکثر آیات بلکہ تمام آیات جن میں مدح وثنا فضیلت اور انعام واکرام کا بیان ہے وہ ان اماموں اور ان کے شیعوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں اور زجر و توبیخ۔ ڈراوے اور دھمکی کی آیات اور الفاظ ائمہ اور شیعوں کے مخالفین کے حق میں نازل ہوئیں اس کی حقیقت عنقریب ظاہر ہو جائے گی حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن صرف اس لئے نازل ہوا کہ اماموں کی طرف اور شیعہ کی طرف رہنمائی کرے اور ان کا تعارف کرائے اور مخلوق پر ان کے جو حقوق ہیں ان کے احکام بیان کرے۔ ان کی اطاعت کا حکم دے اور ان کی مخالفت کرنے سے روکے اللہ تعالٰے اماموں کی طرف دعوت دینے ان کی ولایت کو بیان کرکے قرآن کی روح اور حقیقت بنایا ہے۔

مفسر صاحب نے مقدمے میں خبردار کر دیا کہ جس انسان کی تمام کوشش محنت توجہ مقصد کے گرد گھومتی ہے اسی طرح قرآن کے معاملے میں بھی اس کو سامنے رکھنا سو قرآن کے نزول کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق کو ائمہ کا اور محبان ائمہ کا تعارف کرا دے اور ائمہ کی اطاعت کا حکم دیدے اس کے بعد قرآن کے مقصد نزول مکمل ہو گیا اب بنی نوع انسان کی دنیا اور آخرت اماموں کے ساتھ وابستہ ہے اور ان کے شیعوں کی مرضی پر منحصر ہے۔ یعنی قرآن کو اس سے بحث نہیں کہ توحید کیا ہے اس کی اہمیت کیا ہے

رسالت کیا ہے اس کی ضرورت کیا ہے۔ رسول کا منصب کیا ہے فرائض کیا ہیں رسول اللہ امت کا تعلق کیا ہے۔ آخرت کا عقیدہ کیا ہے اور دنیا اور آخرت کا آپس میں تعلق کیا ہے یہ سب کچھ زوائد میں آتا ہے اصل اور مقصودی چیز یہ ہے کہ ائمہ کون ہیں اور شیعے کون ہیں۔

بات بڑی اونچی اور مختصر ہے کہ دین اور دنیا ائمہ سے سیکھو یا شیعوں سے سیکھو مگر مصیبت یہ ہے کہ ائمہ فرماتے ہیں ہم جو بات کرتے ہیں اس کے ستر پہلو ہوتے ہیں اب کوئی بتائے ائمہ سے ہدایت کس کو ملے گی اور کیسے ملے گی۔

اس ذراسی بات سے خود قرآن، قرآن لانے والے اور قرآن نازل کرنے والے کی جس قدر توہین ہوتی ہے اس کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کا اسلام کے ساتھ کچھ قلبی یا جذباتی تعلق ہی ہو یا کم از کم علمی لحاظ سے ہی اسلام سے واقفیت رکھتا ہو

عقیدۂ توحید

تحریفِ معنوی کی زد میں

ان چند اقتباسات سے مقصد یہ تھا کہ قارئین کے سامنے شیعہ اصول تفسیر بیان کر دیا جائے فیصل آباد کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ جس طرف سے جس راستے سے شہر میں داخل ہوں آپ کو گھنٹہ گھر نظر آجائے گا، حتیٰ کہ آپ محسوس کرنے لگیں گے کہ گھنٹہ گھر ہی فیصل آباد ہے شیعہ اصول تفسیر میں یہ بنیادی حقیقت بتا دی گئی کہ قرآن کی روح اس کا باطن اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ ائمہ کیا ہیں اور شیعہ کون ہیں اگر کہیں الفاظ کا ظاہر ساتھ نہ دے تو پرواہ نہ کی جائے مگر انسانی فطرت ہے کہ تقابل اور تضاد کی طرف ذہن پلٹ جاتا ہے مثلاً روشنی کا ذکر ہو تو اندھیرے کی طرف خیال ضرور پلٹ جاتا ہے اس لئے شیعہ اصول تفسیر میں اس انسانی نفسیات کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ واضح کر دیا گیا کہ قرآن میں جہاں کہیں ذم کے الفاظ آئے یا کسی برائی کا ذکر آگیا تو سمجھ لینا اس سے مراد صحابہ ہیں یا اہل سنت والجماعت ہیں۔

اب ہم اس اصول کے اطلاق کی مختلف صورتیں پیش کرتے ہیں۔

اسلام میں بنیادی عقیدہ توحید ہے اور توحید کے مقابل شرک ہے۔ توحید کا عقیدہ رکھنا جتنا ضروری ہے اتنا ہی شرک سے اجتناب کرنا ضروری ہے یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ آدمی شرک کی پہچان پیدا کرے چنانچہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک سمجھنا شرک ہے۔ اب شیعہ مفسرین سے شرک کی حقیقت سمجھئے

۱۔ تفسیر عیاشی ۱ : ۲۴۵ طبع تہران

قال تعالیٰ ان اللہ لا یغفر	اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے شرک کیا جائے
ان یشرک بہ و یغفر	تو یہ گناہ اللہ نہیں بخشے گا اس کے علاوہ جو گناہ

۱۲- تفسیر ذات بن ابراہیم کوفی طبع قدیم ص۳۴۲ طبع نجف اشرف ۱۳۵[illegible]

ان اللہ لایغفر ان یشرك به ای بولایة علی و طاعته واما من له ویغفر مادون ذلك فانه بولایة علی بن ابی طالب ۔

یعنی اللہ اسے نہیں بخشے گا جس نے ولایت علی میں اور طاعت علی میں کسی دوسرے کو شریک کیا اور جو ولایت علی میں شریک نہ کرے اس کو بخش دے گا۔

ان بارہ اقوال مفسرین سے شرک کا مفہوم واضح ہوگیا یعنی شرک مقابل ہے خلافت علی کے ۔ توحید کا مسئلہ قرآن نے ان مقامات پر کہیں چھیڑا ہی نہیں ۔ خلافت علی میں کسی کو شریک نہ کیا تو نہ صرف بخشا گیا بلکہ شرک سے پاک ہوگیا اب بھلا کسے شبہ ہوسکتا ہے کہ قرآن تو نازل ہی اماموں کا تعارف کرانے کے لئے ہوا ہے ۔

عقیدہ رسالت
تحریف قرآن کی زد میں

جس قرآن نے نبی کریمؐ کی رحمۃ للعالمینی، افضلیت اور ختم نبوت کا اعلان کیا اسی قرآن سے حضورؐ کے لئے زجر و توبیخ اور حضورؐ کی توہین کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں جو سب تحریف قرآن کے عقیدے کا موہون منت ہے ۔

۱- تفسیر فرات بن ابراہیم ص۶۳

یاایها الرسول بلغ ما انزل الیك ولولم ابلغ ما امرت به لحبط عملی بنو عبید ۔

کی تفسیر میں نبی کریمؐ کی زبان سے کہلوایا گیا ہے مجھے جو حکم دیا گیا اگر میں نہ پہنچاتا تو وعید خداوندی سے میرے اعمال حبط ہو جاتے ۔

اس ماامرت بہ کی تفسیر گزر چکی ہے کہ وہ پہنچانے والی بات حضرت علی کی خلافت اور امامت کا حکم ہے ، جیساکہ مناقب شہر بن آشوب ۳ : ۱۰۷

بلغ ما انزل الیك فی علی وان لم تفعل عذبتك عذابا الیما ۔

یعنی حضرت علی کے متعلق جو بات آپ کو آگے پہنچانے کا حکم ہوا اگر آپ نے نہ پہنچائی تو میں تمہیں سخت دردناک عذاب ہوگا

سارے قرآن میں عذاب الیم کی وعید کسی اشد کافر اور بدترین منافق کے لئے آئی ہے ، مگر محبان اہل بیت نے تفسیری جولانی دکھلاتے ہوئے اس وعید کا مخاطب نبی کریمؐ کو ٹھیرایا ہے ۔

۲- ایضا ص۱۳۳

عن ابی جعفر فی قوله تعالیٰ لئن اشرکت لیحبطن عملك قال ابوجعفر لئن اشرکت بولایة علی لیحبطن

یعنی اے محمدؐ ! اگر علی کی ولایت میں تم نے کسی کو شریک کیا تو تیرے سارے اعمال اکارت جائیں گے ۔

اس تفسیر سے ظاہر ہے کہ اصل مرکز حضرت علی کی ذات ہے انہی کا تعارف کرانے اور انہی

کی خلافت منوانے کے لئے قرآن بھی نازل ہوا اور نبی کریمؐ بھی مبعوث ہوئے لہذا حضرت علی کی شان تو لازمی طور پر حضورؐ سے بلند ہوئی اس لئے نبی کریمؐ کو (معاذ اللہ) ڈرایا جا رہا ہے کہ اگر آپ نے حضرت علی کی خلافت و امامت کی تبلیغ میں کوتاہی کی تو دردناک عذاب دیا جائے گا اسی سے یہ نکتہ بھی واضح ہو گیا کہ اگر حضرت علی یا دیگر ائمہ توحید و رسالت کی تبلیغ میں کوتاہی کریں تو ان سے کوئی باز پرس نہیں ہو گی کیونکہ یہ تو ضمنی مسائل ہیں پوری انسانیت کے لئے مرکزی مسئلہ تو حضرتِ علی کی خلافت اور ائمہ کی امامت ہے ۔

۳ ۔ تفسیر قمی ۲ : ۲۸۶

قال تعالیٰ نا ستمسك بالذی اوحی الیك فی علیؑ انك علی صراط المستقیم یعنی انك علی ولایه علی وعلیؑ هو الصراط المستقیم ۔

اے نبی آپ اس چیز کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو حضرت علی کے متعلق آپ پر وحی کی گئی یقیناً آپ سیدھے رستے پر ہیں یعنی اے محمدؐ آپ یقیناً ولایت علی کے عقیدے پر ہیں اور علی ہی تو صراط مستقیم ہیں

یعنی علی مقتدا بھی ہیں صراط مستقیم بھی ہیں اور محمد رسول اللہ چونکہ ولایت علی کے عقیدے پر ہیں لہذا علی کے مقتدی اور پیرو ہوئے لہذا آپ صراط مستقیم پر ہوئے یعنی محمد رسول اللہ مطاع بن کے نہیں آئے مطیع بن کے آئے ہیں۔

حضرت علی تو پہلے امام ہوئے آخری امام کی شان کا مقابلہ نبی کریمؐ سے کیا جا رہا ہے ۔

بصائر الدرجات ص ۲۱۳ امام غائب جب ظاہر ہو گا تو لوگوں کو زندہ کرے گا پھر نقشہ یہ ہو گا ۔

اول من بایعه محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم و علی صلوات الله علیه ۔

سب سے پہلے امام مہدی کے ہاتھ پر محمد رسول اللہ بیعت کریں گے پھر علی بیعت کریں گے ۔

لیجئے امام مہدی پیر ہوئے اور معاذ اللہ محمد رسول اللہ مرید ہوئے ۔ امام الانبیاء کی توہین اس سے زیادہ اور کیا کی جا سکتی ہے ۔

۴ ۔ تفسیر قمی ۱ ، ۲۶ ، ۲۷

اهدنا الصراط المستقیم قال الطریق معرفة الامام وفی قوله الصراط المستقیم قال هو امیر المؤمنین ومعرفته والدلیل علیه قوله وانه فی ام الکتاب لدینا لعلیؑ حکیم وهو امیر المؤمنین ۔

یعنی سیدھے رستے سے مراد امام کی معرفت ہے اور صراط مستقیم سے مراد حضرت علی ہیں اور یہاں حضرت علی کو پہچاننا مراد ہے اس کی دلیل قرآن کی دوسری آیت ہے کہ شان یہ ہے کہ علی اصل کتاب علی حکیم میں لکھا ہوا ہے "علی حکیم" سے مراد حضرت علی ہیں ۔

اوپر نمبر ۳ کے تحت یہ بتایا گیا تھا کہ اے نبی پاک آپ چونکہ ولایت علی کے عقیدے پر ہیں اور علی صراط مستقیم ہیں لہذا آپ بھی صراط مستقیم پر ہیں یہاں صراط مستقیم کے شیعہ مفہوم کی تائید ہو گئی

۵ ۔ تفسیر البرہان ۴ ، ۸۳

عن ابی موسیٰ الدغابی قال کنت عنده و حضره قوم من الکوفیین فسألوا عن قول الله عز وجل لئن اشرکت لیحبطن عملك ولتکونن من الخاسرین ۔ قال لیس حیث تذهبون ان الله تعالیٰ عز وجل حیث اوحی الی نبیهؐ ان یقیم علیاً للناس علماً اندس الیه معاذ بن جبل فقال اشرك فی ولایته الاوّل والثانی حتی یسکن الناس الی قولك ویصدقوك فلما انزل الله عز وجل یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك شکا رسول اللهؐ الی جبرائیل فقال ان الناس یکذبونی و لا یقبلون منی فانزل الله عز وجل لئن اشرکت لیحبطن عملك ولتکونن من الخاسرین ۔

ابوموسیٰ الدغابی کہتا ہے کہ میں ایک دن امام کے پاس تھا کہ کوفہ سے ایک جماعت حاضر ہوئی اور قرآن کی آیت لئن اشرکت الخ کا مطلب پوچھا امام نے کہا ایسا نہیں جیسے تمہارا خیال ہے (یعنی شرک باری مراد نہیں) بلکہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی طرف وحی کی کہ علی کو خلیفہ مقرر کر دیں تو معاذ بن جبل نے پوشیدہ طور پر نبی کریمؐ سے عرض کی کہ خلافت میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کو بھی شریک کر دیں تاکہ لوگوں کے دل سکون کو پکڑیں اور آپ کے فرمان کی تصدیق کریں پس جب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ، یاایها الرسول بلغ الخ تو حضور نے (تعمیل حکم کی بجائے) جبرئیل سے شکایت کی کہ لوگ مجھے جھٹلا دیں گے اور یہ بات قبول نہ کریں گے پس اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ (اگر آپ نے معاذ بن جبل کی بات پر خلافت علی میں) کسی کو شریک کیا تو آپ کے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے ۔

یہ تفسیر پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے، جیسے کسی افسانہ نگار نے ذہن میں ایک پلاٹ بنایا اب اس لیئے مختلف کردار مختلف مواقع تلاش کر کے ایسا تانابانا تیار کرنا ہے کہ ایک کامیاب افسانہ یا ڈرامہ بن سکے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نبی کریم کو یہ تاثر کہاں سے ملا کہ لوگ علی کی خلافت کی بات نہیں مانیں گے کیا حضرت علی اس قابل نہیں تھے کہ لوگ انہیں جانتے تھے یا کوئی اور بات تھی اور جو بات نبی کریمؐ کو معلوم ہو گئی اللہ کو معلوم نہیں تھی۔

تیسری بات یہ ہے کہ معاذ بن جبل نے پوشیدہ طور پر حضورؐ کو ایک مشورہ دیا تو آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟ آپ تک یہ خبر پہنچنے کے ذرائع کونسے ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ کیا حضورؐ نے اس تردید کے بعد حضرت علی کی خلافت کا کوئی اعلان کیا؟ اگر نہیں کیا تو حبط اعمال کی صورت تو پیدا ہو گئی، اگر کوئی اعلان کیا تو حضرت علی نے کسی موقع پر ہی سہی وہ اعلان کیوں نہ پیش کیا اور خلفائے ثلاثہ کی بیعت کر کے ان کے مشیر کیوں بنے رہے، لہذا یہ تفسیر تو کیا ہوتی ادبی اعتبار سے ایک قابل التفات افسانہ بھی نہیں۔ یہ تھا اس تفسیر کا عقلی جائزہ اب عملی اعتبار سے دیکھئے۔

لئن اشرکت الخ آیت ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی یعنی مکّی آیت ہے۔ مکّی زندگی میں خلافت علی کا تصّور کہاں تھا اور شرک کے لفظ میں یہ شیعی اور افسانوی مفہوم کس کے ذہن میں تھا۔

اور یا ایھا الرسول بلغ الخ بقول شیعہ خم غدیر کے موقعہ پر نازل ہوئی اور شیعہ کا دعوٰی ہے کہ تمام فرائض کے بعد ولایت علی کا فریضہ نازل ہوا، حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ یہ آیت حجتہ الوداع کے موقعہ پر آٹھویں حج کو نازل ہوئی۔ اب اس تاریخی ترتیب کو سامنے رکھ کر اس شیعی تفسیر پر غور فرمائیے۔ خلافت کے حکم کی تبلیغ کا حکم مدینے میں اور وہ بھی حضورؐ کی زندگی کے آخری حصے میں نازل ہو رہا ہے اور یہ حکم نہ پہنچانے پر تہدید برسوں پہلے مکے میں نازل ہو رہی ہے۔

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔

٦۔ تفسیر قمی ۱ : ۲۱۰

اولئك الذين اتيناهم الكتاب والحكم	وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب حکمت اور نبوت دی
والنبوة فان يكفر بها هؤلاء يعني اصحابه و	پس اگر ان کے ساتھ صحابہ اور قریش کفر کریں اور
قريش وانكر وابيعة امير المؤمنين فقد	امیر المومنین کی بیعت کا انکار کریں تو ہم نے کتاب و
وكلنا بها قوما ليسوا بها بكافرين يعني	حکمت ایسی قوم کے سپرد کی جو اس کے ساتھ کفر نہ کرے
شيعة امير المؤمنين ثم قال تاديبا لرسول	گی قوم سے مراد شیعہ علی ہیں پھر اللہ نے نبی کریمؐ کو
الله اولئك الذين هدى الله فبهداهم	ادب سکھاتے ہوئے حکم دیا کہ یہ شیعہ قوم ہدایت یافتہ ہے
اقتده يا محمد ۔	اے محمدؐ تو ان شیعوں کے پیچھے چل ان کی اقتدا کر

لیجئے مسلمان بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ آخری نبی ہیں افضل الرسل ہیں، امام الانبیاء ہیں رحمۃ للعالمین ہیں۔ شیعہ مفسرین سے ذرا حضورؐ کا مقام اور مرتبہ پوچھیں، چلئے وہ سب کچھ سہی مگر حضورؐ کو اللہ نے حکم دیا کہ شیعہ کے پیچھے چلئے اس سے ایک تیر سے دو شکار ہوئے ایک تو نبی کریمؐ کی توہین اس درجہ کی گئی ہے کہ اس سے آگے کوئی درجہ نہیں، دوسرا شیعہ کی عظمت اور شان بھی بیان ہوئی کہ انبیاء کہاں امام الانبیاء کو شیعہ کا اتباع کرنے کا حکم مل رہا ہے۔ ملنگوں کی بن آئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

٧۔ تفسیر البرہان ٤ : ٣٧

قال امير المؤمنين ان الله عرض ولايتي	حضرت علی نے فرمایا اللہ نے میری خلافت و امامت
على اهل السموت وعلى اهل الارض اقربها	آسمان اور زمین کی مخلوق کے سامنے پیش کی میری
من اقر وانكرها من انكر وانكرها يونس	امامت کا اقرار جس نے کیا سو کیا اور جس نے انکار کیا
فحبسه الله في بطن الحوت حتى اقربها۔	سو کیا حضرت یونسؑ نے بھی انکار کیا تو اللہ تعالیٰ
	نے سزا دی مچھلی کے پیٹ میں بند کر دیا جب اقرار کیا رہائی ملی

حضرت یونس کے ساتھ نہ جانے کیوں رعایت برتی گئی ان سے صرف حضرت علی کی امامت کا اقرار بجبر کرایا حالانکہ امام الانبیاء کو حکم دیا کہ شیعوں کی اقتدا کرو۔

۸۔ ایضاً ص۳۷ امام زین العابدین فرماتے ہیں۔

ان یونس بن متی انما لقی مالقی فی الحوت لانہ عرض علیہ ولایۃ جدی فتوقف عندھا قال علی بن الحسین ان اللہ تعالیٰ لم یبعث نبیاً من ادم الیٰ ان صار جدک محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا وقد عرض علیہ ولایتنا اھل البیت فمن قبلھا من الانبیاء سلم وتخلص ومن توقف عنھا وتتعتع فی حملھا لقی مالقی ادم من المعصیۃ ولقی مالقی نوح من الغرق ولقی مالقی ابراھیم من النار ومالقی یوسف من الجب ومالقی ایوب من البلاء ومالقی داؤد من الخطیئۃ الیٰ ان بعث اللہ یونس فاوحی اللہ الیہ ان تول امیر المومنین علیاً والائمۃ الراشدین من صلبہ فی کلام لہ فقال یونس کیف اتول من لم ارہ ولم اعرفہ وذھب

حضرت یونس نے مچھلی کے پیٹ میں جو تکلیف اٹھائی وہ اس وجہ سے تھی کہ ان کے سامنے حضرت علی کی ولایت پیش کی گئی انہوں نے قبول کرنے میں توقف کیا امام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم سے لے کر محمد رسول اللہ تک کوئی نبی نہیں بھیجا جس پر ائمہ شیعہ کی امامت نہ پیش کی گئی جس نبی نے امامت کو قبول کیا وہ بچ گیا جس نے توقف کیا یا سستی دکھائی اس کو سزا دی گئی جیسے حضرت آدم نے گناہ کی مصیبت اٹھائی، حضرت نوح نے غرق کی، حضرت ابراہیم نے آگ کی حضرت یوسف نے کوئیں کی، حضرت داؤد نے گناہ کی، حتیٰ کہ حضرت یونس کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور وحی کی کہ حضرت علی کو اور اس کی اولاد سے ائمہ کو دوست بنا تو حضرت یونس نے عرض کیا میں علی کو کیسے دوست بناؤں جسے نہ دیکھا نہ پہچانتا ہوں پھر غصہ میں چلا گیا۔

امامت کا کیا کہنا اور انبیاء کا کیا پوچھنا، انبیاء کے سامنے نہ توحید پیش کی گئی نہ رسالت نہ معاد، بس پیش کیا گیا تو عقیدہ امامت اور انبیاء بھی جتنے اولوالعزم تھے انکار یا توقف ہی کرتے رہے۔ بھلا ابوالانبیاء نے پہل جو کی، باقی کیوں نہ کرتے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ امامت کا گورکھ دھندا انبیاء کی سمجھ سے بالاتر ہے بھی تو سوچ میں پڑ جاتے تھے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو عقیدہ انبیاء کی سمجھ میں نہ آسکا اسے ہم جیسے عامی کیونکر سمجھیں یہ تو شیعہ کی عقل خداداد ہی سمجھ سکتی ہے۔

پھر اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ شیعہ تفسیر کے اصول میں تمام انبیا کی توہین کرنا غالباً بنیادی مطالبہ ہے۔

۹۔ تفسیر مرآۃ الانوار ص۲۷

ان سبب ابتلاء ایوب کان شکہ فی ملک امیر المؤمنین علیہ السلام۔

حضرت ایوب کے گرفتار بلا ہونے کا سبب یہ تھا کہ آپ نے ولایت علی میں شک کیا تھا۔

۱۰۔ ایضاً ص۲۷

قال الصادق ان اللہ عرض ولایتنا علی اھل الامصار فلم یقبلھا الا اھل الکوفہ۔

امام جعفر فرماتے ہیں کہ اللہ نے ہماری ولایت یعنی امامت تمام شہروں کے باشندوں کے سامنے پیش کی مگر ماسوائے کوفہ والوں کے کسی نے قبول نہ کی۔

اس تفسیر سے دو عقدے حل ہو گئے اول یہ کہ امامت کا مسئلہ صرف انبیاء کی سمجھ سے بالاتر نہیں بلکہ پوری انسانیت نے نہ اسے سمجھا نہ قبول کیا۔ کرہ ارض پر صرف ایک شہر کوفہ ہے، جو عقل و خرد میں پوری دنیا سے بازی لے گیا۔

دوسرا عقدہ یہ بھی حل ہو گیا کہ امامت کے قبول کرنے کا مطلب کیا ہے، یعنی بارہ ہزار خط لکھ کے امام کو گھر بلاؤ جب آئے تو خود اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کرو اور جب قتل کر چکو تو ماتم شروع کر دو یہ ہے امامت کے قبول کرنے کا مطلب یا یہ ہے کہ امام کوئی فیصلہ کرے تو اسے کہو یا مذل المؤمنین پھر اس کے خیمے لوٹو، اس کا مال چھین لو یوں امامت کے قبول کرنے کا حق ادا ہوتا ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ امامت کا قبول نہ کرنا ہی اماموں کے لئے مفید ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

تحریف قرآن کی زد میں

۱- تفسیر مراۃ الانوار ص ۸۸

ویأتی فی الشیعۃ ان من شیعتہ لا ابراھیم -

لفظ شیعہ کی بحث میں آئے گا کہ حضرت ابراہیم ؑ شیعان علی میں سے ایک شیعہ تھے۔

۲- تفسیر البرہان ۴ ؛ ۲۰ قول امام جعفر

وان من شیعتہ لابراھیم ای ابراھیم من شیعۃ امیر المومنین

ابراہیم امیر المومنین علی کے شیعوں میں سے ایک شیعہ تھے

۳- ایضا ۴ : ۲۰

وممایدل علی ان ابراھیم وجمیع الانبیاء والمرسلین من شیعۃ اھل البیت لما روی عن الصادق ؑ انہ قال لیس الا اللہ ورسول ونحن وشیعتنا والباقی فی النار - - -

فعند ذلک قال ابراھیم اللھم اجعلنی من شیعۃ امیر المومنین فاخبر اللہ تعالیٰ فی کتابہ فقال وان من شیعتہ لابراھیم -

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ابراہیم ؑ اور تمام انبیاء و رسول اہل بیت کے شیعوں میں سے تھے اس بناء پر کہ امام جعفر نے فرمایا کہ سوائے اللہ تعالیٰ اس کے رسول، ہم امام اور شیعوں کے سب لوگ جہنمی ہیں (جب ابراہیم نے نور دیکھے پنجتن اور شیعہ کے) تو دعا مانگی کہ الٰہی مجھے امیر المومنین علی کے شیعوں میں سے بنا دے تو دعا قبول ہو گئی اور اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کر دیا کہ ابراہیم ؑ یقیناً حضرت علی کے شیعوں میں سے تھا۔

شیعہ عقیدہ کے مطابق محمد رسول اللہ جب امام مہدی کے مرید ہوئے تو ابراہیم ؑ کو حضرت علی کے شیعوں میں جگہ مل جائے تو تعجب کی کونسی بات ہے۔

۴- تفسیر مراۃ الانوار ص ۱۰۲ ویأتی فی شیعۃ وغیرھا ان اللہ تعالیٰ ما اتخذ ابراھیم خلیلا الابولایتہ الی ان قال لما اتم عزمہ علی جمیع الائمہ کلھم وامن بھم صار اماما اولی العزم وانہ من شیعۃ علی علیہ السلام -

لفظ شیعہ کی بحث میں آجائے گا کہ حضرت ابراہیم ؑ کو اللہ نے اس وقت خلیل بنایا جب انہوں نے ولایت ائمہ کو مان لیا جب تمام ائمہ کو دل و جان سے مان لیا اور ان پر ایمان لائے تو اللہ نے ان کو امام اور اولعزم بنایا۔ محقق بات یہ ہے کہ ابراہیم حضرت علی کے شیعوں میں تھے۔

(۵) تفسیر البرہان میں حضرت ابراہیم ؑ کی جس دعا کا ذکر کیا ہے اس کی کچھ تفصیل، ناسخ التواریخ ۵ : ۲۶۷ پر بھی دی گئی ہے مگر ہمارے پیش نظر زیادہ تر تفاسیر شیعہ ہیں کیونکہ یہ تحریف قرآن کی بحث چل رہی ہے۔

وان من شیعتہ کی تفسیر میں شیعہ مفسرین نے جو علمی شعبدہ بازیاں کی ہیں وہ ہیں تو دراصل جہالت کے بہترین نمونے مگر عوام اسے کب سمجھ سکتے ہیں جس شخص کو عربی صرف و نحو سے واجبی سی واقفیت بھی ہو وہ جانتا ہے کہ ضمیر کے لئے پہلے مرجع ضروری ہے شیعتہ کی ضمیر کا مرجع حضرت علی کو بنانا علم کے ذیل میں تو آنہیں سکتا البتہ جہالت کا شاہکار ہے۔ حضرت علی جو کوئی پونے تین ہزار سال بعد پیدا ہوئے۔

اس سے پہلی آیات میں حضرت علی کا کہیں ذکر نہیں کیا، البتہ پہلی آیات میں حضرت نوح ؑ کا ذکر ہو رہا ہے، لہذا یہ کہا جا رہا ہے کہ حضرت ابراہیم بھی اسی دین پر تھے جو دین نوح ؑ تھا اور دین وہ آئین و احکام ہوتے ہیں جو نبی کو نبوت پر فائز ہونے کے بعد بذریعہ وحی ملتے ہیں۔ اول تو حضرت علی کوئی رسول یا نبی نہیں تھے پھر حضرت ابراہیم ؑ کے زمانے میں یا ان سے پہلے نہیں تھے پھر ان کا دین کہاں۔

حضرتِ موسیٰؑ کی توہین :-

۱۔ تفسیر مرآۃ الانوار ص ۳۱

ماکلمہ تکلیما الا بولایت علی۔ وانہ طلب من اللہ تعالیٰ ان یکون من الشیعۃ ۔

حضرت موسیٰ کی جو طور پر کلام ہوئی تھی وہ ولایت علی کے متعلق تھی اور حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی مجھے علی کا شیعہ بنا دے ۔

۱۲۳ ! ایک طرف اولوالعزم پیغمبر موسیٰؑ ہیں دوسری طرف شیعہ ہیں اور اللہ کا رسول دعا مانگ رہا ہے مجھے شیعہ بنا دے ۔ یوں لگتا ہے جیسے کسی ملک کا بادشاہ اللہ سے دعا کرے کہ خدایا مجھے بھنگی بنا دے ۔ یہ بات کوئی ذی ہوش آدمی تسلیم نہیں کرے گا مگر شیعہ کو موسیٰؑ سے یہ دعا کرنے پر یقین ہے۔

بریں عقل و دانش بہ باید گریست

خلفائے ثلثہ رض تحریفِ قرآن کی زد میں

۱۔ مرآۃ الانوار ۱ : ۲۵۸

آیت : وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی

عن باقر فی الآیۃ مذکورہ قال الفحشاء الاول والمنکر الثانی، والبغی الثالث

فحشاء سے مراد ابوبکر ہیں۔ المنکر سے مراد عمر فاروق ہیں اور بغی سے مراد عثمان غنی ہیں ۔

۲۔ تفسیر البرہان ۱ : ۸۱/۴۷ امام رضا سے روایت ہے ۔

یقول ان اللہ خلق ھذا النطاق زبرجدۃ خضراء منھا اخضرۃ السماء قلت وما النطاق قال الحجاب للہ عزّ وجل وراء ذلک سبعون الف عالم اکثر من عدۃ الجن والانس وکلھم یلعن فلانا وفلانا ۔

فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک حجاب سبز زبرجد کا پیدا کیا ہے اس کی سبزی سے آسمان بھی سبز ہے میں نے عرض کیا نطاق کیا چیز ہے فرمایا حجاب ہے اس کے پیچھے ستر ہزار جہان آباد ہیں جو انسانوں اور جنوں کی تعداد سے زیادہ ہیں اور اس تمام مخلوق کا صرف یہ کام ہے کہ صدیق و فاروق پر لعنت بھیجتے رہیں

۳۔ ایضاً ص ۴۷

عن باقر انما خضر السماء من خضرۃ الجبل وخلق خلفہ خلق لم یفترض علیھم شیئا مما افترض علی خلقہ من صلوۃ وزکوۃ وکلھم یلعن رجلین من ھذہ الامۃ

امام باقر نے فرمایا عرش کے پیچھے ایک پہاڑ ہے جس کی سبزی سے یہ آسمان بھی سبز ہے اس پہاڑ کے پیچھے اللہ نے مخلوق پیدا کی ہے جن پر نماز، زکوٰۃ وغیرہ قسم کی کوئی عبادت فرض نہیں ہے ان کی عبادت صرف ایک ہے کہ اس امت کے دو آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں

وسماهما ۔ پھر امام نے دونوں کے نام لئے (مراد صدیق و فاروق ہیں)

واقعی کرہ ارض کے شیعوں کے تو اور کام بھی ہیں مثلاً تقیہ جو ۹/۱۰ حصہ دین ہے اور متعہ جو ایک بار عمر بھر میں کرنے سے ایک شیعہ حسین کے درجے پر پہنچ جاتا ہے مگر اس مخلوق کا اور کوئی کام نہیں سوائے اللہ اور رسول کے محبوبوں پر لعنت بھیجنے کے ۔

اس لحاظ سے شیعہ مذہب لاثانی ہے دنیا میں کوئی مذہب انسانی یا الہامی ایسا نہیں جس میں جھوٹ، زنا اور گالی دینا برائی اور گناہ نہ ہو مگر شیعہ مذہب میں یہ تینوں کام چوٹی کی عبادت میں داخل ہیں ۔

۴ ۔ الیضا ص۴۷

وان من وراء قمرکم هذا اربعین قرصا بین القرص الی القرص اربعون عاما فیها خلق کثیر لا یعلمون ان الله خلق آدم اولم یخلقه قد الهموا کما الهمت النحلة لعنت الاول والثانی فی کل الاوقات وقد وکل بهم الملائکة حتی لم یلعنوا عذبوا ۔

تمہارے اس چاند کی ٹکی کے پیچھے چالیس ٹکیاں ہیں ہر دو ٹکیوں کے درمیان ۴۰ سال کی مسافت ہے اس میں بے شمار مخلوق ہے وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ نے آدم کو پیدا کیا یا نہیں جیسے شہد کی مکھی کو الہام ہوتا ہے اسی طرح ان پر الہام ہوتا ہے یہ ساری مخلوق ابوبکر اور عمر پر ہر وقت لعنت کرتی ہے ان پر فرشتوں کی ڈیوٹی ہے اگر کوئی فرد لعنت کرنے میں سستی کرے تو اسے سزا دی جاتی ہے ۔

اس روایت میں کئی باتیں مبہم چھوڑ دی گئی ہیں اول یہ کہ وہ مخلوق کس نوع کی ہے ۔ آدمی ہوتے تو آدم کی اولاد ہوتے ۔ نباتات اور جمادات مکلّف بھی نہیں ان کی زبان بھی نہیں ۔ درندے چرند پرند مکلّف نہیں زبان تو ہے ۔ فرشتے یہ انوکھا کام کرنے سے رہے ۔ جنوں میں اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی مگر یہ مخلوق صرف ایک ہی قسم کی ہے اس کی عبادت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیطان کی جنس سے تعلق رکھتی ہے ممکن ہے ابلیس کی ذریت ہو ۔ یوں تو کرہ ارض پر بھی ایک مخلوق بستی ہے جو ہر انسان پر عف عف کرتی ہے مگر وہ کسی وقت چپ بھی ہو جاتے ہیں ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ ان پر کوئی فرشتے مقرر نہیں جو انہیں چپ کرنے پر سزا دیں ۔

۵ ۔ احتجاج طبرسی طبع قدیم ص۱۵۴

فصار الحق فی ذلک الزمان عندهم باطلا والباطل عندهم حقا والصدق کذبا والکذب صدقا ۔

خلفائے ثلاثہ کے عہد میں انکے ہاں حق تو باطل ہو گیا اور باطل حق بن گیا جھوٹ سچ بن گیا اور سچ کا نام جھوٹ رکھدیا ۔

بظاہر یہ جملہ خلفائے ثلثہ پر ہے مگر حقیقت میں اس کی زد نبی کریمؐ کی ذات پر ہے کیونکہ اصحاب ثلاثہ نے وہی دین پھیلایا جو نبی کریمؐ نے "دین من" میرا دین فرمایا تھا تو ثابت ہو گیا کہ کہا یہ جا رہا ہے کہ معاذ اللہ نبی کریمؐ کا دین باطل تھا جھوٹ تھا ۔

۶ ۔ تفسیر مراۃ الانوار ص۲۸۷

کل من جحد امامتهم او شک فی ذلک فهو کافر والکفر قوله واعتقاده ویصح ان یکون هو تاویل ما ورد من صیغ ذلک فی القرآن حتی انه ورد فی بعض الروایات تاویل الکفر بروسا المخالفین لاسیما الثلاثة مبالغة بزیادة کفرهم وجحدهم ۔

جو شخص ائمہ شیعہ کی امامت کا انکار کرے یا اس میں شک کرے وہ کافر ہے اس کا قول اور عقیدہ کفر ہے ۔ یہ تاویل صحیح ہو گی جس کے صیغے قرآن میں وارد ہو چکے ہیں حتیٰ کہ بعض روایات میں کفر کی تاویل مخالفین کے پیشواؤں بالخصوص خلفائے ثلثہ پر وارد ہوتی ہے ان کے کفر و انکار کی زیادتی کی وجہ سے مبالغہ کے طور پر وارد ہوتی ہے

۷ ۔ تفسیر مراۃ الانوار ص۲۰۴

وقد بعض العلماء فی وجه تسمیة الثانی (عمر فاروق) بالشیطان ان ولد الزنا بل غیر الشیعة مطلقا یخلق من ماء الرجل وماء الشیطان وولد الشیطان شیطان اقول ولهذا ورد ایضا یطلق علی هولاء اخوان الشیاطین کما ورد فی الاخ وقال فعلی هذا یصح تاویل الشیاطین باعداء النبی والائمة وبخلفاء الجور والشیاطین باکبرهم وریئسهم الکل ای

بعض علمائے شیعہ نے عمر فاروق کو شیطان کہنے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ شیعہ کے بغیر ہر شخص ولد الزنا ہے کیونکہ وہ مرد کے پانی اور شیطان کے پانی سے پیدا ہوتا ہے اور شیطان کا بیٹا شیطان ہوتا ہے میں کہتا ہوں حدیثوں میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یہ شیطان کے بھائی ہیں جیسا کہ "اخ" کے لفظ پر وارد ہوا ہے (اسی تفسیر کے ص۹۵ پر ہے کہ سنی شیطان کے بھائی ہیں) پس اس بنا پر یہ تاویل صحیح ہو گی کہ شیاطین وہ ہیں جو دشمن رسول اور

الثانی او الاول ۔	آل رسول ہیں اور خلفائے جو شیاطین ہیں ان میں بڑا شیطان فاروق ہے یا ابوبکر۔

۰۸ ایضاً ص۱۵۸

ان الذین ارتدوا علی ادبارھم ۔	جو لوگ مرتد ہو گئے (آیت)
قال ھم فلان وفلان وفلان ارتدوا من الایمان فی ولایۃ علی ۔	امام نے فرمایا مراد ابوبکر، عمر اور عثمان ہیں ولایت علی پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے مرتد ہو گئے ۔

تفسیر مراۃ الانوار ص۳۰۱

ما یدل علی تاویل الانداد بالاول والثانی ۔	لفظ انداد کا مفہوم دلالت کرتا ہے کہ مراد ابوبکر اور عمر ہیں

تفسیر مراۃ الانوار ص۲۰۷

و رفع الصوت حینئذٍ عبارۃ ارتفاع اصواتھم فی السقیفۃ و فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ایام غصب الخلافۃ و یؤیدہ قولہ تعالٰی فی سورۃ لقمان ان انکر الاصوات لصوت الحمیر لما مر من کونھم بمنزل الحمیر ۔	اس وقت آواز بلند کرنے سے مراد حضرت علی کی خلافت غصب کرنے کے وقت خلفائے ثلثہ و دیگر صحابہ کا سقیفہ اور مسجد نبوی میں آواز بلند کرنا ہے۔ اس امر کی تائید سورۃ لقمان کی اس آیت سے ہوتی ہے کہ سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے جیسا کہ گذر چکا کہ اصحاب ثلثہ وغیرہ مثل گدھے کی ہے ۔

یہ تفسیر قرآن ہے کہ اللہ و رسول کے پسندیدہ ترین اشخاص کو کہیں بت کہا گیا ہے اور کہیں گدھا ۔

تفسیر مراۃ الانوار ص۳۰۸ ، علی بن عیسی نے امام ابو الحسن ثالث کو لکھا کہ ناصبی کون ہے

قال کتبت الیہ اسئلہ عن الناصب ھل احتاج فی امتحانہ الی اکثر من تقدیمہم الجبت والطاغوت و اعتقاد امامتہما فرجع الجواب من کان علی ھذا فھو ناصب ۔	میں نے امام ابو الحسن کو لکھا کہ ناصبی کسے کہتے ہیں کیا ناصبی کی پہچان کے لئے اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت ہے کہ جو ابوبکر و عمر کو جو جبت اور طاغوت ہیں حضرت علی سے مقدم سمجھتا ہو۔ اور انکی امامت کا اعتقاد رکھتا ہو تو امام نے جواب لکھا کہ ملحن اوصاف والا آدمی ناصبی ہے

اس شیعہ مفسر نے ابوبکر و عمر کو بت ، طاغوت اور گدھا جیسے القاب سے یاد کیا ہے ان میں سے بت اور طاغوت یعنی شیطان کہنے سے اظہار نفرت واقعی ہوتا ہے مگر گدھے کی پھبتی بے محل نظر آتی ہے ۔ اللہ تعالٰی نے واقعی گدھے کی آواز کو مکروہ ترین آواز قرار دیا ہے مگر شیعہ کے نزدیک تو گدھا حلال طیب جانور ہے جیسا کہ تفصیل آگے آ رہی ہے جس سے ظاہر ہے کہ جہاں تک پسند و ناپسند کے معیار کا تعلق ہے ۔ شیعہ کا موقف واضح ہے کہ اللہ جسے پسند کرے شیعہ اسے یقیناً ناپسند کریں گے اللہ جس کی تعریف کرے شیعہ اس کی مذمت ضرور کریں گے ، جب ان بھلے مانسوں نے اللہ کی ذات کو اللہ کے رسولوں کو نہیں بخشا تو صحابہ کے معاملے میں ان سے کسی بھلائی کی توقع کب ہو سکتی ہے

صحابہ رسولؐ تحریف قرآن کی زد میں

۱۔ تفسیر مراۃ الانوار ۱ : ۲۵۸

عن باقر قال یا داؤد عدونا فی کتاب اللہ الفحشاء والمنکر والبغی والخمر والمیسر والانصاب والازلام والاوثان والجبت والطاغوت والمیتۃ والدم ولحم الخنزیر

امام باقرؒ نے کہا اے داؤد ہمارے دشمنوں (صحابہ رسول اور ان کے متبعین) کا ذکر کتاب اللہ میں ان الفاظ میں ہوا ہے کسی کے لئے فحشا، کسی کا منکر، کسی کا بغی اور شراب، جوا، انصاب، ازلام، بت، طاغوت، مردار، خون اور خنزیر کا گوشت ان سب الفاظ سے مراد صحابہ رسول ہیں

۲۔ رجال کشی ص ۴

عن ابی جعفر قال کان الناس اهل الردۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ثلاثۃ فقلت من الثلاثۃ فقال المقداد بن الاسود ابوذر غفاری وسلمان الفارسی

امام باقرؒ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ کے بعد تمام صحابہ مرتد ہو گئے صرف تین بچ گئے میں نے پوچھا وہ کون ہیں فرمایا مقداد، سلمان اور ابوذر

یعنی حضور اکرمؐ کی ۲۳ برس کی محنت پر شیعہ نے ارتداد کی وہ تہمت لگائی کہ دنیا انگشت بدنداں ہے۔ مشرق و مغرب میں اسلام کا ڈنکا بجانے والے "مرتد" ہی تو تھے یہ نہ سمجھا جائے کہ شیعہ نے تین کو تو معاف کر دیا ان کی سیرت کا جو نقشہ شیعہ نے کھینچا ہے وہ اس سے بھی زیادہ بھیانک ہے۔

۳۔ رجال کشی ص ۷

عن ابی بصیر قال سمعت ابا عبد اللہ یقول قال رسول اللہ یا سلمان لو عرض علمک علی مقداد لکفر و یا مقداد لو عرض علمک علی سلمان لکفر۔

ابو بصیر کہتا ہے میں نے امام جعفر سے سنا کہ [illegible] فرمایا اے سلمان اگر تمہارا علم مقداد کو [illegible] تو وہ کافر ہو جائے اور اے مقداد [illegible] سلمان کو معلوم ہو جائے تو وہ کافر ہو جائے اور اے مقداد اگر تمہارا علم سلمان کو معلوم ہو جائے تو وہ کافر ہو جائے۔

ابو بصیر کی پرکاری ملاحظہ ہو۔ ایک کا علم دوسرے کو معلوم ہو جائے تو کافر ہونے کی وجہ وہ علم ہوا جو ان کے پاس تھا۔ دوسرے کو معلوم ہونے سے تو وہ کافر ہو جائے تو جس کو معلوم ہوا یعنی جس کے پاس ہوا وہ کہاں مسلمان رہ گیا۔

۴۔ اصول کافی۔ کتاب الحجہ

عن ابی عبد اللہ قال ذکرت التقیہ یوما عند علی بن الحسین فقال واللہ لو علم ابوذر ما فی قلب سلمان لقتلہ ولقد اخا رسول اللہ بینهما فما ظنکم بسائر الخلق۔

امام جعفر نے فرمایا کہ ایک روز امام زین العابدین کے سامنے تقیہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ بخدا اگر ابوذر کو معلوم ہو جائے جو کچھ سلمان کے دل میں ہے تو اسے قتل کر دے حالانکہ نبی کریمؐ نے دونوں کو بھائی بھائی بنایا تھا تو باقی مخلوق کا کیا پوچھتے ہو۔

اس روایت سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ سلمان کے دل میں وہ کچھ تھا جس کی سزا قتل ہے اور یہ سزا مرتد کی ہے لہذا معلوم ہوا کہ سلمان نے دل میں ارتداد چھپا ہوا تھا۔ اب بتلائیے کہ ارتداد سے کون بچا، یعنی شیعہ کے عقیدے تحریف قرآن کا یہ اثر ہے کہ نبی کریمؐ کے تمام صحابہ مرتد قرار پائے۔

اس روایت سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ تین جو پہلے ریلے سے بچ گئے۔ انہوں نے بھی عمر بھر سچی بات کوئی نہیں کی۔ اب سوال یہ ہے دین شیعہ کہاں سے آگیا نبی کریمؐ سے تو وہ دین چلا جو آپ نے صحابہ کو سکھایا اور حجۃ الوداع میں اعلان کر دیا کہ فلیبلغ الشاهد الغائب یعنی جو موجود ہیں۔ وہ ان لوگوں کو دین پہنچائیں جو غائب ہیں بقول شیعہ جو مرتد ہو گئے انہوں نے کیا دین سکھانا تھا جو تین رہ گئے وہ عمر بھر دل کی بات زبان تک نہ لا سکے لہذا نبی کریمؐ کے وصال کے ساتھ ہی بقول شیعہ دین تو ختم ہو گیا، پھر شیعہ مذہب کے لئے کونسا نیا رسول مبعوث ہوا۔

تفسیر البرہان ۱ : ۳۲۰

عن ابی جعفر قال لما قبض رسول اللہ ؐ صار الناس کلھم اھل جاھلیۃ الاربعۃ علی و مقداد و سلمان و ابی ذر ۔

امام باقر نے فرمایا کہ رسول خدا جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو سب لوگ مرتد ہو گئے سوائے چار اشخاص کے یعنی علی، مقداد، سلمان اور ابوذر

یعنی ۲۳ برس کی مسلسل محنت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاشرہ تیار کیا۔ اور جس معاشرہ کے افراد کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے تمام لوگوں کے ایمان جانچنے کا معیار مقرر فرمایا فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا ان کے متعلق شیعہ مفسر امام باقر کے ذمے لگاتا ہے کہ وہ مرتد ہو گئے اب کون فیصلہ کرے کہ اللہ سچا ہے یا شیعہ سچے ہیں۔

اس روایت پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام نے فرمایا صار الناس کلھم یعنی سب لوگ مرتد ہوئے سوائے چار کے تو پنجتن میں سے تین تن یعنی حضرت فاطمہ، حسن اور حسین کس کھاتے میں شمار ہوئے۔ ان چار میں تو ان کا نام نہیں اور اگر الناس میں ان کا شمار ہوتا ہے تو پھر شیعہ مفسر کا اعتراف ہے کہ یہ بھی مرتد ہو گئے۔
یہ عقدہ کوئی شیعہ ہی حل کرے۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیعہ کو اعتراف ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد میرے صحابہ میرا دین پھیلائیں گے اور تاریخ شاہد ہے کہ خلفائے ثلٰثہ نے اللہ کا دین مشرق و مغرب میں پھیلایا۔ سلطنت کی حدود کو وسیع کیا اور ایک عالم کو کلمہ پڑھایا کیا مرتدوں سے یہ توقع ہو سکتی ہے یا یہ ممکن ہے کہ جس دین کو وہ خود چھوڑ بیٹھے ہیں اسی کو پھیلانے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دیں اس کے مقابلے میں حضرت علی اور شیعہ کے دیگر ائمہ نے ایک اینچ زمین کا اضافہ بھی اسلامی مملکت میں نہیں کیا اور شیعہ کے علی کے ساتھ جو تین حضرات ارتداد سے بچ گئے انہوں نے ساری عمر دل کی بات زبان پر لانے کی زحمت گوارا نہ کی اب کون فیصلہ کرے کہ کس کا پلہ بھاری رہا۔

ر ... شی ص ۲

عن ابی جعفر قال کان الناس اھل الردۃ بعد النبی ؐ الا ثلاثۃ فقلت و من الثلاثۃ فقال المقداد بن الاسود و ابو ذر الغفاری و سلمان فارسی ثم عرف الناس

امام باقر نے فرمایا کہ نبی کریمؐ کے بعد تین آدمیوں کے بغیر سارے لوگ مرتد ہو گئے میں نے پوچھا وہ کون ہیں فرمایا مقداد، ابوذر اور سلمان۔

۱۲، لیجئے انہی امام باقر کی یہ روایت ہے فرق اتنا ہے وہ تفسیر کی کتاب میں درج ہے اور یہ رجال کی کتاب میں اور ہیں دونوں کتابیں شیعہ کی ثقہ کتابیں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس روایت میں ارتداد کے ریلے سے بچنے والوں میں حضرت علی کا نام نہیں اور حضرت فاطمہ اور حسنین کا نام تو دونوں روایتوں میں نہیں گویا شیعہ مذہب کے مطابق نبی کریم کے بعد پنجتن میں سے جو چار تن رہ گئے وہ مرتد ہو گئے (معاذ اللہ) اگر ان دونوں روایتوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا تو پہلی روایت میں الناس کلھم اور دوسری روایت میں الناس کا مفہوم متعین کیا جائے اگر یہ الناس میں شامل ہیں تو بقول امام باقر ارتداد سے بچ نہیں سکتے اور الناس میں شامل نہیں ہیں تو یہ بتایا جائے کہ یہ مخلوق کی کونسی نوع سے تعلق رکھتے ہیں۔

عقیدہ آخرت تحریف قرآن کی زد میں

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں قرآن حکیم نے تین عقیدوں پر زور دیا، توحید، رسالت اور معاد۔ عقیدہ آخرت کا اجمالی مفہوم یہ ہے کہ انسان کو یہ زندگی کام کرنے کی مہلت کے طور پر عطا ہوئی اور کام کرنے کا ڈھنگ سکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاء مبعوث کرتا رہا آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب یہ نظام کائنات ختم ہو جائے گا ایک نیا نظام شروع ہوگا اور وہ جزائے اعمال کی دنیا ہوگی جو کچھ یہاں کیا اس کا بدلہ وہاں ملے گا اور کسی کے ساتھ کوئی کمی یا زیادتی نہ ہوگی اور ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ کا اصول کارفرما ہوگا کہ ہر شخص اپنا اپنا بوجھ اٹھائے گا۔

شیعہ مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے انصاف کا کچھ مختلف نقشہ کھینچا ہے مگر کیا کرتے قرآن سے انہیں وہی نقشہ ملا ہے، چنانچہ

۱۔ تفسیر مراۃ الانوار ۱ : ۱۰۱

عن الامام الباقر قال فی حدیث له ذکر فیه طینة المؤمن وطینة الکافر ما معناه ان الله سبحانه تعالیٰ یأمر یوم القیامة ان یؤخذ حسنات اعدائنا فترد علی شیعتنا و یؤخذ سیئات محبینا فترد علی مبغضینا قال علیه السلام وهو قوله تعالیٰ اولئک یبدل الله سیئاتهم حسنات

امام باقر نے مومن کی مٹی اور کافر کی مٹی کا مطلب اپنی حدیث میں فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ ہمارے دشمنوں (سنیوں) کی نیکیاں لے کر شیعوں کو دے دو اور محبان اہل بیت کی تمام برائیاں ان سے لے کر ہمارے دشمنوں کو دے دو اور یہ مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔

آیت قرآن کی تفسیر کیا ہے۔ ملنگوں کے وارے نیارے ہیں۔ یہاں بھنگ، چرس شراب کا شوق کریں ننگ دھڑنگ نشے میں دھت رہیں وہاں جاکر اللہ تعالیٰ کے انصاف کی شان دیکھیں کہ احمد کی ٹوپی محمود کے سر۔ کیا اللہ تعالیٰ کی توہین کرنے کے لئے اس سے زیادہ کسی اقدام کی ضرورت ہے اور عقیدہ کو آخرت کا مذاق اڑانے کے لئے اس سے بڑھ کر ڈھٹائی کی حاجت ہے۔

۲۔ تفسیر البرہان ص ۴۶ امام جعفر سے مروی ہے کہ

سیؤتی بالواحد من مقصری شیعتنا فی اعماله بعد ان قد حاز الولایة والتقیة وحقوق اخوانه ویوقف بازائه ما بین مائة واکثر من ذلك الی مائة الف من النصاب فیقال هؤلاء فداك من النار فیدخل هؤلاء المؤمنون الجنة وهؤلاء النصاب النار وذلك قال تعالیٰ ربما یود الذین کفروا بالولایة لو کانوا مسلمین فی الدنیا المنقادین للامامة لیجعل الله مخالفوهم من النار فدائهم۔

قیامت کے دن (انصاف کا نقشہ یہ ہوگا) ایک شیعہ جس کے اعمال ناقص ہوں گے مگر امامت تقیہ اور شیعوں کے حقوق ادا کئے ہوں گے لایا جائے گا (جزائے اعمال کے لئے) اور اس کے سامنے ایک سو سے لے کر ایک لاکھ تک ناصبی یعنی سنی کھڑے کئے جائیں گے اور اس شیعہ سے کہا جائے گا کہ تمہیں بچانے کیلئے یہ سب سنی تمہارے فدیہ کے طور پر جہنم میں جھونکے جائیں گے اور اس ایک شیعہ کو جنت میں بھیجا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے یعنی ولایت کا انکار کرنے والے اس روز یہ خواہش کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں اماموں کے تابعدار ہوتے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے مخالفوں کو ہمارے بدلے جہنم بھیجتا۔

چلو جنت نہ سہی جنت الحمقاء ہی سہی مگر بات بڑی مزیدار ہے اس میں بڑے باریک نکتے پوشیدہ ہیں۔

۱۔ اگر انسان میں یہ تین وصف موجود ہوں تو دنیا کی کوئی برائی اسے ضرر نہیں پہنچا سکتی یعنی ائمہ کی ولایت پر یقین ہو۔ جھوٹ اتنا رج کے بولے کہ اس کے معاملات کا ۱۰/۹ حصہ جھوٹ پر مبنی ہو اور شیعوں کی طرفداری کرنے میں کوئی کمی نہ رہنے

دے پھر جو چاہے کرے۔

اصول یہ ہے کہ کوئی کام نیک اس وقت شمار ہوتا ہے جب عقیدہ درست ہو جب سُنیّوں کو شیعوں نے کافر قرار دے دیا تو ان کے پاس نیکیاں کہاں سے آ گئیں اور اگر واقعی سُنیّوں کی نیکیاں قابل لحاظ ہوں گی تو ثابت ہوا کہ ان کا عقیدہ درست ہے اور ان کی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ واقعی نیکیاں قرار دے گا۔

۳۔ شیعوں کی بدکاری اور بدعملی کی حد ہو گئی کہ ایک شیعہ کو آگ سے بچانے کے لئے ۱۰۰ سے لے کر ایک لاکھ تک سُنیوں کی نیکیاں جمع ہوں گی جب جا کر کہیں ایک شیعہ کی جان چھوٹے گی۔

(۴) سنیوں سے بدلہ لینے کا عمدہ موقع ہوگا کہ ایک ایک شیعہ کے بدلے لاکھ لاکھ سُنی دوزخ کا ایندھن بنے گا۔

(۵) شیعہ کو بدکاری کون سکھائے مگر اس تفسیر نے تو اسے دو آتشہ بنا دیا۔ شیعو ... کے بدکاری کرو تم بدکاری میں جتنی ترقی کرو گے اسی تناسب سے زیادہ تعداد میں سنی تمہارا فدیہ بنیں گے اور انتقام لینے کا خوب موقع ملے گا۔

۶۔ شیعہ نے اپنے عقائد میں اللہ تعالیٰ کے لئے عدل کو بھی عقائد میں شمار کیا ہے اور عدل کا نقشہ یہ ہے کہ ایک بدکار شیعہ کے بدلے میں ایک لاکھ نیکوکار مسلمان آگ میں ڈالے جائیں۔ واقعی شیعہ نے سوچا ہوگا کہ اللہ جتنا بڑا ہے اسی مناسبت سے اس کی توہین بھی اسی درجے کی کرنی چاہیئے۔

(اعاذنا اللہ من ھذہ الخرافات)

دین و ایمان تحریف قرآن کی زد میں

دین مجموعہ ہے عقائد و اعمال صالحہ کا، پھر اعمال صالحہ میں اعمال قلب اور اعمال جوارح سب آتے ہیں یعنی اعمال صالحہ کے تحت عبادات، معاملات اور اخلاق وغیرہ زندگی کے تمام شعبے آجاتے ہیں۔

عقائد اسلامیہ میں سرفہرست عقیدہ توحید آتا ہے۔ تحریف قرآن کے جنون میں شیعہ مفسرین نے توحید کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس کی ذرا سی جھلک دیکھ لیں

۱۔ تفسیر مراۃ الانوار ص ۱۱

کذا تاویل ید الله وعینه وجنبه	اسی طرح اللہ کے ہاتھ سے مراد امام ہے اور اللہ کی
وقلبه وسائر ما هو من هذا القبیل	آنکھ اور دل سے مراد امام ہے اور تمام وہ اوصاف جو اسی
مما نسبه الله الی نفسه وخصه به الامام	قبیل سے ہیں جنکی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے ان سے
حتی انه وردت الاخبار فی تاویل روح الله ونفسه	مراد امام ہوتا ہے وہ اوصاف جو خاص اوصاف باری تعالیٰ
بل لفظة الجلالة والاله والرب بالامام	کے ہیں روح اللہ، لفظ الٰہ اور رب سے مراد امام ہے۔

عقائد میں سے عقیدہ توحید سے بسم اللہ کی اور صفات باری تعالیٰ سب امام کے صفات قرار پائے۔

۲۔ ایضا ص ۵۹

واما من ظلم فسوف نعذبه ثم یرد الی	بہر حال جس نے ظلم کیا اس کو ہم عنقریب سزا دینگے پھر وہ رب کی
ربه فیعذبه عذابا نکرا حتی یقول یلیتنی	طرف جو امیر المومنین ہی ہے اسے لوٹا جائیگا پھر علی اسکو سخت
کنت ترابا۔ ای من شیعة ابی تراب۔	سزا دیگا پھر وہ ظالم کہے گا کاش میں ابوتراب یعنی علی کا شیعہ ہوتا

والمراد بالرب امیر المومنین لانہ الذی جعل اللہ فی تربیۃ الخلائق فی العلم والکمالات الیہ وھو صاحبھم ویحذکم اللہ نفسہ بالامام کماسیأتی۔	یہاں رب سے مراد حضرت علی ہیں کیونکہ مخلوق کی تربیت اور علم ربانی کے کمالات حضرت علی کے سپرد ہیں وہ ان کا حاکم اور مالک ہے۔ اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے ذات سے مراد حضرت علی ہیں

الٰہ یعنی قابل پرستش اور لائق عبادت بھی علی رب بھی علی اور پہلے گزر چکا ہے کہ خالق محیی و ممیت بھی علی اب بتائیے اللہ کے پلے میں کیا رہ گیا۔

۳۔ ایضا ص ۲۳۲

التصریح بتاویل عبادۃ اللہ بولایۃ علی والتسلیم لہ بالامامۃ والخلافۃ۔	اللہ کی عبادت سے مراد ولایت علی ہے اور ان کی امامت اور خلافت کا ماننا ہے۔

۴۔ ایضا ص ۲۹۷

اقیموا الصلوۃ اقیموا امامۃ الائمۃ واطیعوھم اذ بینا انھم الصلوۃ	نماز قائم کرو سے مراد ائمہ شیعہ کی امامت قائم کرو اور انکی اطاعت کرو کیونکہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ نماز سے مراد امام ہیں

۵۔ ایضا ص ۲۱۷

فاعلم انہ قد ورد تاویل الصلوٰۃ بالائمۃ وبعلی وبولایتہ وولایتھم وکذا ورد تاویل الصلوۃ الوسطی بعلیؑ والمراد بالصلوات الائمۃ صلوات اللہ علیھم۔	خوب جان لو کہ حدیثوں میں وارد ہو چکا ہے کہ نماز سے مراد امام ہیں اور حضرت علی اور حضرت علی کی ولایت اور ائمہ شیعہ کی ولایت اس طرح درمیانی نماز سے مراد حضرت علی ہیں اور صلوات یعنی باقی نمازوں سے مراد باقی امام ہیں۔

یہ نکتہ سمجھ میں نہیں آیا کہ صلوات سے مراد ائمہ ہیں پھر صلوات اللہ علیھم سے کیا مراد ہوئی یہ جملہ کوئی بے تکا سا لگتا ہے کہ جو صلوات ہیں ان پر صلوات۔

۶۔ ایضا ص ۲۱۷

عن داؤد بن کثیر قال قال ابو عبد اللہ یاداؤد نحن الصلوۃ فی کتاب اللہ تعالےٰ	داؤد بن کثیر امام جعفر سے روایت کرتا ہے کہ فرمایا اے داؤد نماز ہم امام ہیں زکوۃ ہم ہیں

و نحن الزکوۃ و نحن الصیام و نحن الحج و نحن الشھر الحرام و نحن بلدۃ الحرام و نحن کعبۃ اللہ و نحن قبلۃ اللہ و نحن وجہ اللہ	روزہ ہم ہیں حج ہم ہیں۔ حرمت والے مہینے (چار) ہم ہیں، حرمت والا شہر یعنی مکہ ہم ہیں کعبہ ہم ہیں، قبلہ ہم ہیں اللہ کا چہرہ ہم ہیں

ان متضاد اور بوقلموں صفات میں سے آپ تلاش کریں کہ امام کیا شے ہیں۔ اللہ، رب اور خالق ایک ذات ہے۔ واجب الوجود، نماز اور روزہ بدنی عبادت ہے جو اللہ نے مقرر کی ہے۔ زکوٰۃ اور حج مالی اور بدنی عبادتیں ہیں، یعنی امام معبود بھی ہیں عبادت بھی ہیں، حرمت والے مہینے۔ وقت کی طوالت کی مقدار ہے اور مکہ شہر ہے کعبہ عمارت ہیں یعنی امام ظرف زمان بھی ہے ظرف مکان بھی ہے مظروف بھی ہے اب بتائیے، امام کیا ہے بوجھو تو جانیں ــــــ خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گِل کوزہ

۷۔ ایضا ص ۲۱۳

اھدنا الصراط المستقیم قال دین اللہ نزل بہ جبرائیل وفی روایۃ دین اللہ الولایۃ	یعنی اللہ کا دین ولایت علی ہے۔

مراد یہ ہے کہ تم دین کی تفصیلات کے جھنجھٹ میں کیوں پڑتے ہو۔ نفس دین ہی علی ہے۔

۸۔ ایضا ص ۲۰۸ و تفسیر عیاشی زیر آیت **فلیعمل عملا صالحاً**

عن الصادق یعنی بالعمل الصالح المعرفۃ بالائمۃ۔	امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ عمل صالح نام ہی اماموں کی معرفت کا ہے۔

امام کو مان لینا ہی جب عمل صالح ہوا تو باقی عبادات بے کار بوجھ کے سوا کیا ہے۔

۹۔ ایضا ص ۱۸۳، مناقب ابن شاذان میں امام رضا سے روایت ہے کہ

قولہ تعالیٰ بل کذبوا بالساعۃ قال یعنی کذبوا بولایۃ علیؑ۔	ارشاد باری تعالیٰ کہ انہوں نے قیامت کا انکار کیا مراد ہے کہ علی کی ولایت کا انکار کیا۔

۱۰۔ ایضا ص ۱۴۸

وذالک الدین القیم باستکمال معرفۃ	اور یہ دین قوی سیدھا ہے اس سے مراد حضرت علی

على وكذا سيأتى فى الهداية ما يدل على تاويل دين الحق بولاية على مع ثمادره من تاويل الدين بالولاية لقول صادق فى تفسير قوله تعالى ان الله اصطفى لكم الدين الاية الدين ولاية على فلا تموتن الا وانتم مسلمون لولاية على وقوله تعالى اقيموا الدين الى اقرار بالولاية قال تعالى ومن يكفر بالايمان بولاية على وقال تعالى وليعلمن الذين آمنوا يعنى بولاية على وقال الذين آمنوا ولم يلبسوا ايمانهم بظلم يعنى آمنوا بولاية على ولم يخلطوا ولايتهم بعلى ولاية فلان وفلان فانه التلبس بالظالم۔

کی کامل معرفت ہے اسی طرح عنقریب ہدایت کی بحث میں آئے گا کہ دین حق سے مراد ولایت علی ہے امام جعفر نے آیت ان اللہ اصطفیٰ آدم کی تفسیر میں فرمایا کہ دین سے مراد ولایت علی ہے اور فرمان باری تعالیٰ اور نہ مرو سوائے اس حال کے تم مسلمان ہو یعنی موت کے وقت ولایت علی کو ماننے والے ہونا اور آیت اقیموا الدین سے مراد اقرار ولایت ہے اور آیت ومن یکفر بالایمان سے مراد ولایت علی ہے اور آیت نمبر ۶ میں آمنوا سے مراد ولایت علی کا اقرار ہے اور فرمان باری کہ جو لوگ ایمان لائے اور اس کے ساتھ ظلم کی آمیزش نہ کی سے مراد یہ ہے کہ حضرت علی کی خلافت پر ایمان لائے اور خلفائے ثلثہ کی خلافت کو نہ مانا، کیونکہ حضرت علی کی خلافت کے ساتھ ثلثہ کی خلافت تسلیم کرنا ایمان کے ساتھ ظلم کو ملا دینا ہے۔

یعنی دین حق بھی علی، ایمان بھی علی اور اسلام بھی علی، اور سات آیتوں کی یہی تفسیر ہے

۱۱۔ مراۃ الانوار ص ۲۷

عن ابی بصیر قال سمعت ابا عبد اللہ یقول لا تتخذوا الھین انما ھو الہ واحد یعنی بذلک لا تتخذوا امامین انما ھو امام واحد وعن ابی الجارود عن ابی عبد اللہ فی قولہ تعالیٰ ءالہ مع اللہ بل اکثرھم لا یعلمون۔ قال ای امام هدى مع امام ضلال اى امام هدى مع امام ضلال فى قرن واحد

ابو بصیر کہتا ہے میں نے امام جعفر سے سنا فرمایا کہ دو معبود نہ بناؤ معبود ایک ہی ہے۔ مراد یہ ہے کہ دو امام نہ بناؤ امام ایک ہی ہے یعنی حضرت علی اور ابی جارود امام جعفر سے بیان کرتا ہے کہ آیت ءالہ مع اللہ الخ کا مطلب یہ ہے کہ آیا امام ہدایت کے ساتھ کوئی دوسرا گمراہ امام بھی ہے ایک ہی زمانہ میں۔

سوال یہ ہے کہ اگر امام ایک ہی ہے تو بارہ امام کہاں سے آ گئے۔

۱۲۔ تفسیر عیاشی ۱ : ۱۲۷

عن زرارہ عن عبد الرحمن بن کثیر عن ابی عبد اللہ فی قولہ تعالیٰ حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطیٰ وقوموا للہ قانتین قال الصلوة رسول اللہ وامیر المومنین وفاطمہ والحسن والحسین والصلوة الوسطیٰ امیر المومنین وقوموا للہ قانتین طائعین الائمۃ

زرارہ ابن کثیر سے وہ امام جعفر سے بیان کرتا ہے کہ آیت حافظوا علی الصلوات الخ میں نماز سے مراد نبی کریم، حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین ہیں۔ صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد حضرت علی ہیں۔ قانتین سے مراد ائمہ کی اطاعت ہے۔

۱۳۔ تفسیر البرہان ۱ : ۲۳۱ میں بعینہ ہی تفسیر دی گئی ہے۔

تعداد تو پوری ہو گئی کہ پانچ نمازیں اور پانچ حضرات جو ترتیب "پنجتن" کی حدیث میں بیان ہوئی ہے اس کو دیکھا جائے تو صلوٰۃ وسطیٰ تو حضرت فاطمہ بنتی ہیں۔ حضرت علی کو صلوٰۃ وسطیٰ قرار دینے کی توجیہہ کیا یہ عقدہ نہیں کھولا گیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ تفسیر مراۃ الانوار ص ۲۱۷ کا حوالہ گزر چکا ہے کہ صلوات سے مراد ائمہ ہیں۔ اس مفسر نے نبی کریم اور حضرت فاطمہ کا اضافہ کس بنا پر کر دیا ہے۔ یہ دونوں ائمہ کی صف میں شمار نہیں ہوتے۔ ممکن ہے پانچ کی گنتی پوری کرنے کے لئے یہ نکتہ پیدا کیا گیا ہے تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ صاحب مراۃ الانوار نے ۱۲ کی تعداد کو پانچ نمازوں پر کیسے تقسیم کیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ پانچ نمازوں میں تو نبی کریم کا نام درج کر دیا گیا ہے، مگر قانتین کی تفسیر میں اطاعت صرف اماموں کا حصہ بتائی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم کی اطاعت کی ضرورت نہیں صرف تبرک کے طور پر نام لے لیا، ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ امام جب نبی سے افضل ہوتا ہے تو افضل کے مقابلے میں مفضول کی اطاعت کیوں کی جائے۔

۱۴۔ تفسیر مراۃ الانوار ص ۵۷

جمیل دراج امام ابوالحسن سے بیان کرتا ہے۔

قال تحدث السفلة فيذ يعون اما نقرء ان الينا ايابهم ثم ان علينا حسابهم۔ قلت بلى۔ قال اذ كان يوم القيامة وجمع الله الاولين والاخرين ولانا حساب شيعتنا فما كان بينهم وبين الله حكمنا على الله فيه فاجاز حكومتنا وما كان بينهم وبين الناس استوهبنا منهم فوهبوه لنا وما كان بيننا وبينهم فنحن احق عفى و صفح

امام نے فرمایا کمینے شیعہ بات کو ظاہر کر دیتے ہیں جو تم ان سے کرتے ہو کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ پھر انہیں لوٹ کے ہمارے پاس آنا ہے اور ہم ان کا حساب لیں گے میں نے کہا کیوں نہیں پڑھا فرمایا جب قیامت ہوگی تو اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو اکٹھا کرے گا۔ ہمارے شیعوں کا حساب کتاب ہمارے سپرد کر دے گا تو ہم یوں کریں گے کہ شیعوں اور اللہ کے درمیان جو معاملہ ہے یعنی شیعوں نے اللہ کی جو نافرمانی کی ہوگی اسے کے بارے میں ہمارا فیصلہ اللہ پر چلے گا (معاذ اللہ) اور اللہ نے ہمیں اس کی اجازت دے رکھی ہے اور جہاں تک شیعہ اور مخلوق کے درمیان معاملہ ہے یعنی جو انہوں نے ظلم اور تبرا بازی کا مشغلہ رکھا ہوگا تو ہم ان مظلوموں سے کہیں گے کہ یہ سب مظالم ہمیں ہبہ کر دو چنانچہ وہ ہبہ کر دیں گے (اور ہم شیعہ کو معاف کر دیں گے) اور شیعہ کا اور ہمارا باہمی معاملہ جو ہوگا اس کے متعلق ہم انہیں معاف کر دینے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔

امام نے شیعوں کی کمیت کی خوب کہی، ظاہر ہے کہ امام انہیں دین کی باتیں بتلاتے ہوں گے اور وہ کمینگی کا اظہار اس صورت میں کرتے ہیں کہ ایسی باتیں پھیلا دیتے ہیں

دین شیعہ کوئی ظاہر کرنے کی شے ہے۔ مفت میں جگ ہنسائی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ کمینے کہیں کے۔

مفسر صاحب نے اس کی وضاحت تو کر دی کہ شیعوں کا حساب خود امام لیں گے۔ تین نازک گوشے جہاں سے شیعوں کو مار پڑ سکتی ہے۔ ائمہ نے ان کا انتظام پہلے سے کر دیا۔ حقوق اللہ کا کھاتہ یوں صاف ہو گیا کہ قیامت میں شیعوں کا حکم اللہ پر چلے گا اور اللہ کو مجبوراً ماننا پڑے گا کیونکہ اللہ نے پہلے ہی اختیارات اماموں کو سونپ رکھے ہیں۔ رہا حقوق العباد کا کھاتہ تو بندوں کی کیا مجال ہے کہ اماموں کی منشاء کے خلاف کچھ سوچ بھی سکیں، البتہ امام مخلوق کی عزت افزائی کرتے ہوئے ان سے حقوق معاف کرا لیں گے۔

رہی بات اماموں کے حقوق والی تو یہ ذرا دقیق ہے، کیونکہ حقوق کی دو ہی قسمیں شریعت اسلامیہ میں مذکور ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ اس تیسری شق سے یہ خیال گزرتا ہے کہ امام نہ تو خالق ہیں نہ مخلوق پھر وہ کیا ہیں یہ بات شیعہ ہی بتا سکیں گے۔ عقل کی دسترس سے یہ نکتہ ماورا ہے، خیر امام جو کچھ بھی ہیں۔ شیعوں پر ان کے حقوق ضرور ہیں مگر شیعہ جب ان کے شیعہ ہیں حساب لینا بھی ان کا کام ہے اور سب حقوق بخشوا بھی لئے تو ظاہر ہے کہ اپنے حقوق کا ذکر ہی نہیں چھیڑیں گے، ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ شیعوں نے اغیار کے ساتھ جو سلوک کیا سو کیا اپنے اماموں کو بھی نہیں بخشا۔ امام اوّل نے تنگ آ کر اپنے شیعوں کو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ میں دس شیعے دے کر امیر معاویہؓ کا ایک آدمی لینے کو تیار ہوں اور یہ سودا نفع کا ہے، مگر یہ سودا عملاً نہ ہوا تھا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ لوگ جانوروں کا "مارجہ" کیا کرتے ہیں آدمی خواہ کیسے ہوں ان سے نباہ کرنا پڑتا ہے۔

۱۵۔ مراۃ الانوار ص ۲۰

ان المعرفة بنبوة الانبياء المتقدمين من ادم الى عيسىٰ غير واجبة

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک تمام انبیاء کی نبوّت کی معرفت ہم پر واجب نہیں

علینا ولا نعلق لها بشیٔ من تکلیفنا وقال ان اللہ تعالیٰ ولنا علی ان المعرفۃ بھم کالمعرفۃ بہ تعالیٰ عزاسمہ فی انھا ایمان والسلام وان الجھل والشک فیھم کالجھل بہ تعالیٰ عزاسمہ والشک فیہ تعالیٰ فی انہ کفر وخراج من الایمان الی ان قال والذی یدل علی ان المعرفۃ بامامۃ من ذکرناہ من الائمۃ من جملۃ الایمان والاخلال بھا کفر ورجوع عن الایمان اجماع الشیعۃ

نہ ہم اس کے مکلف ہیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری رہنمائی فرمائی کہ اماموں کی معرفت ایسی ہے جیسے خدا کی معرفت فرض ہے اماموں کی معرفت ایمان اور اسلام ہے اور اماموں کی عدم معرفت اور ان میں شک کرنا مثل عدم معرفت وجہل باللہ ہے اور ذات باری میں شک کرنا کفر اور ایمان سے خارج ہونا ہے جو دلیل ان اماموں کی معرفت پر دلالت کرتی ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اس پر دلالت کرتی ہے کہ اماموں کی معرفت ایمان ہے اور اس سے خالی ہونا کفر ہے اس پر تمام شیعو کا اجماع ہے۔

قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ تمام انبیاء پر ایمان لانا فرض ہے اور اسی قرآن کی شیعہ تفسیر یہ ہے کہ انبیائے متقدمین پر ایمان لانے کی ضرورت ہی نہیں۔ قرآن میں اماموں کے متعلق اشارہ تک نہیں اور شیعہ تفسیر قرآن میں اماموں پر ایمان لانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا اللہ پر ایمان لانا اور اماموں کی معرفت سے خالی ہونا کفر ہے اور اس تفسیر پر شیعہ کا اجماع ہے۔

۱۶۔ تفسیر مراۃ الانوار ص۲۷ تفسیر سورۃ الجمعہ

اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ والصلوۃ امیر المومنین یعنی بالصلوۃ الولایۃ وھی الولایۃ الکبریٰ فاسعوا الی ذکر اللہ وذکر اللہ علی امیر المومنین۔ وذروا البیع یعنی الاول (ابوبکر) ثم قال فاذا قضیت الصلوۃ

جب جمعہ کے روز نماز کی طرف بلایا جائے نماز سے مراد حضرت علی ہیں اور نماز سے مراد ولایت بھی ہوسکتی ہے اور یہ ولایت کبریٰ ہے دوڑو اللہ کے ذکر کی طرف۔ ذکر سے مراد [illegible] علی ہیں یعنی علی کی طرف جلدی آؤ [illegible] کرو، اور خرید و فروخت چھوڑدو یعنی [illegible]

اذا تو[illegible] علی فانتشروا فی الارض۔ یعنی بالارض الاوصیاء امر اللہ بطاعتھم کما امر بطاعۃ علی۔

کو چھوڑ دو، پھر فرمایا جب نماز پوری ہوجائے یعنی حضرت علی فوت ہوجائیں تو اماموں کی زمین میں پھیل جاؤ یعنی اماموں کی طاعت کرو جیسے حضرت علی کی کرتے تھے

تفسیر ہذا کے ص۵۹ کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ الٰہ یعنی معبود بھی علی ہیں رب بھی علی ہیں تو اذا توفی سے مراد یہ ہوئی کہ جب رب اور معبود فوت ہوجائے، یعنی معبود اور رب فوت بھی ہوجاتا ہے مگر فکر کی کوئی بات نہیں کیونکہ گیارہ خدا اور رب جو موجود ہیں اب یہ شکایت نہیں ہونی چاہیئے کہ شیعہ ختم نبوت کے قائل نہیں کیونکہ ائمہ کے لیے تین وصف کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ مامور من اللہ مفترض الطاعت اور ان پر وحی کا نزول یہ تینوں وصف نبوت سے متعلق ہیں مگر اس تفسیر سے تو ظاہر ہے کہ شیعہ توحید کے قائل بھی نہیں جب جڑ ہی نہیں تو شاخوں اور پتوں کا کیا ذکر

اصل دین ائمہ کی محبت ہے

دین نام اس ضابطۂ حیات کا ہے جس کی بنیاد چند عقائد ہوں اور ان عقائد کے تقاضوں کے مطابق عملی زندگی کا نقشہ بنے اور ان اعمال کا مقصد اخروی زندگی کو پرسکون بنانا ہو، کیونکہ دنیوی زندگی دراصل ایک مہلت عمل ہے اور عرصۂ امتحان ہے جس میں انسان کو آخرت کی ابدی زندگی میں کامیابی کا سامان فراہم کرنا ہے۔

دین اسلام جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اس کے اجزائے ترکیبی میں اول وہ عقائد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نوع انسانی کو پہنچائے ہیں۔ دوم اعمال صالحہ ہیں جنکی تفصیل نبی کریم نے اپنے ارشادات، اپنے افعال اور اپنی پسند و ناپسند کے معیار کے ذریعے انسانوں تک پہنچائے گویا دین ایمان نام ہوا عقائد صحیح اور اعمال صالحہ کا مگر دین شیعہ کا طویل سفر کو نہایت مختصر کر دیا گیا ہے کہ دین نام ہے محبت اہل بیت کا اور بس رہی یہ بات کہ محبت کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے تقاضے کیا ہیں؟ اس کی پہچان کیا ہے؟ کیا یہ صرف زبانی دعویٰ تک محدود ہے یا اس کی کوئی دلیل بھی درکار ہے یہ لمبی بحث ہے۔ شیعہ اس بحث میں پڑنا فضول سمجھتے ہیں بہرحال دعویٰ محبت کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں

عن الصادق قال هل الدين الا الحب۔

امام جعفر فرماتے ہیں کہ دین صرف محبت کا نام ہے۔

اس روایت میں ابہام ہے کہ محبت سے مراد کس کی محبت ہے کیونکہ قرآن کریم

حب ... کم والفاعی الیہ ... م خطابت نفسی فقال یا ... یاد و یحک وما الدین الا الحب۔

کو یاد کرتا ہوں اور اپنے اس ... کو یاد کرتا ہوں کرمیں نے اپنے دل کو سب سے خالی کر کے اہل بیت کی محبت کیلئے وقف کر دیا تو میرا دل خوش ہو جاتا ہے تو امام نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر سوائے محبت (اہل بیت) کے دین ہے کیا؟

. . . .

۴۔ تفسیر عیاشی ۱۔ ۱ : ۱۶۷ بقدر ضرورت

اس روایت میں امام نے گو صرف حب کا لفظ استعمال کیا لیکن راوی نے وضاحت کر دی کہ اہل بیت کی محبت کی یاد ہی تمام پریشانیوں کا علاج ہے اور امام نے اس کے جواب میں فرمایا دین نام ہی محبت کا ہے، لہذا مراد محبت اہل بیت ہی دین ہوا۔

۵۔ ایضا ۱ : ۱۶۷

برید بن معاویہ روایت کرتا ہے کہ خراسان سے ایک آدمی آیا اور کہا۔

واللہ ما جاءنی من حیث جئت الا حبکم اہل البیت فقال ابو جعفر واللہ لو احبنا حجر حشرہ اللہ معنا وهل الدين الا الحب۔

بخدا مجھے صرف آپکی محبت یہاں لے آئی ہے تو امام باقر نے فرمایا بخدا اگر پتھر بھی ہم سے محبت کرے تو ہمارے ساتھ جنت میں جائے گا اور دین پھر ہے کیا صرف محبت اہل بیت

ان تفسیری روایات سے ظاہر ہے کہ شیعہ مفسرین نے قرآن کی معنوی تحریف سے کام لیتے ہوئے قرآن میں مذکور لفظ ایمان اور دین کو محبت اہل بیت کے معنی پہنا کر بلکہ اسی میں محصور کر کے ایسی شعبدہ بازی کی کہ اللہ اور رسول سے تعلق ہی ذہن سے محو ہو جائے۔ کتنا نفیس (short cut) اختیار کیا ہے۔

ان روایات میں ایک کمی محسوس ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی

میں جو محبت کا بیان ہوا ہے ارشاد ہے والذین آمنوا اشد حباً للہ یعنی اہل ایمان کی نشانی یہ ہے کہ انہیں تمام مرغوبات سے بڑھ کر اللہ سے محبت ہوتی ہے اور حضور کا ارشاد ہے

یعنی تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتے جب تک تمہیں اپنے ماں باپ سے اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھکر میرے ساتھ محبت نہ ہو۔

اس روایت میں اس امر کی وضاحت نہیں کہ امام جعفر نے کس کی محبت کو دین قرار دیا۔ چنانچہ اس کی وضاحت شیعہ مفسرین قرآن نے کردی۔

۲۔ تفسیر البرہان ۴ : ۳۱۲ سورۃ مجادلہ

قال محمد بن علی الحنفیۃ انما حبنا اہل البیت شیئ یکتبہ اللہ سبحانہ فی الیمن قلب العبد ومن کتبہ اللہ فی قلبہ لا یستطیع احد۔	محمد بن حنفیہ کہتے ہیں بات صرف اتنی ہے کہ ہم اہل بیت کی محبت ایک ایسی شے ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے شیعہ کے دل میں دائیں جانب لکھ دیتا ہے اور اللہ جس کے دل میں لکھ دیتا ہے کوئی اسے مٹا نہیں سکتا۔
محوہ اما سمعت اللہ سبحانہ یقول اولئك الذین کتب اللہ فی قلوبھم الایمان اخر الایۃ فحبنا اہل البیت ایمان	کیا تو نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے پس ہم اہل بیت کی محبت ہی ایمان ہے

یعنی مفسر صاحب نے وضاحت کردی کہ آیت میں جو لفظ ایمان آیا ہے اس کے معنی اول تو محبت ہیں پھر محبت بھی اہل بیت کی۔

۳۔ تفسیر البرہان ۱ : ۲۷۷

عن ابی عبیدۃ المزار قال دخلت علی ابی جعفر فقلت بابی انت وامی ربما خلا بی الشیطان فخبثت نفسی ثم ذکرت	ابو عبیدہ المزار کہتا ہے کہ میں امام باقر کے پاس گیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان شیطان مجھے کئی بار وسوسہ ڈالتا ہے تو میرا نفس خبیث ہو جاتا ہے پھر محبت اہل بیت

نشانی بتادی کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یعنی اے میرے حبیب اعلان کر دے کہ اگر تم اللہ کی محبت کے مدعی ہو یا اللہ سے محبت کرنا سیکھنا چاہتے تو میرا اتباع کرو اور حضور اکرم نے اپنی محبت کی نشانی بتادی کہ من احب سنتی فقد احبنی یعنی جسے میری سنت سے محبت ہے اس کا دعویٰ محبت سچا ہے ورنہ محبت کیا ہوگی بس محبت کی ایکٹنگ ہے مگر ان روایات میں محبت اہل بیت کو دین ایمان قرار دیا گیا اور یہ نہ بتایا کہ محبت کی نشانی کیا ہے محبت کرنے کا سلیقہ کیا ہے اور محبت کا ثبوت کیا ہے اس ابہام کا فائدہ یہی معلوم ہوتا ہے اس معاملے میں آزادی ہے، لہٰذا بھنگ پیو، شراب پیو، ننگ دھڑنگ نشے میں دھت رہو، اللہ کے مقبولوں کو گالیاں دو، جھوٹ بولو، زنا کرو۔ اہل بیت کی کوئی بات نہ مانو، بس زبان سے کہہ دو ہم محبان اہل بیت ہیں تو محبت کے تقاضے پورے ہو گئے۔ اماموں کے پیچھے لوٹو ان کا سامان ہتھیاؤ۔ اماموں کو دھڑا دھڑ خطوط لکھ کے گھر بلاؤ جب آئیں تو ان کا گلا کاٹو، جب صفایا کر چکو تو ماتم کا ڈرامہ رچاؤ یہ ہے محبت اہل بیت۔ ہینگ لگے نہ پھٹکری رنگ چوکھا دے۔

تحریف قرآن اور مدح امامت و ائمہ شیعہ

تحریف قرآن جسے شیعہ تفسیر قرآن کہتے ہیں سے دو محاذوں پر جولانیٔ طبع دکھائی گئی ہیں ایک طرف قرآن ہی سے اللہ تعالیٰ کی توہین انبیاء کی توہین. امام الانبیا کی توہین اور دین حق کی توہین دل کھول کے کی گئی ہے تو دوسری طرف شیعہ نے اپنے مخترعہ اور مزعومہ عقائد کو قرآن مجید کے ذمہ ہی لگایا بلکہ ان کو اتنا اچھالا کہ جو کچھ نہیں تھا اسے سب کچھ بنا کے دکھا دیا۔ اس سلسلے میں شیعہ مفسرین کی فکری غواصیوں کی شان ملاحظہ ہو.

امام نبی سے افضل ہوتا ہے

۱۔ تفسیر مرأۃ الانوار ص ۲۰

وکون ائمتنا علیہم السلام افضل من سائر الانبیاء ہو الذی لا یرتاب فیہ من تتبع اخبارہم علی وجہ الاذعان والیقین والاخبار فی ذلک اکثر من ان تحصی وعلیہ عمدۃ الامامیۃ۔

ہمارے شیعہ اماموں کا تمام انبیاء سے افضل ہونا وہ حقیقت ہے کہ جس نے شیعہ احادیث کو پورے یقین کے ساتھ پڑھا وہ اس میں شک نہیں کر سکتا اس بارے میں اتنی حدیثیں ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا اور اسی عقیدے پر امامیہ فرقہ کا مدار ہے

امامت کا تعارف کرانے کے لئے بسم اللہ ہوئی تمام انبیاء کی توہین سے اللہ نے مخلوق کی رہنمائی کے لئے انبیاء مبعوث فرمائے اور اعلان فرمادیا **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ** شیعہ نے کہا میں نہ مانوں. انبیاء تو اماموں کے ۲ ۱C ہیں اور یہ عقیدہ شیعہ مذہب کی جان ہے یعنی شیعہ مذہب کی بسم اللہ ہوتی ہے۔ اللہ کے حکم کے انکار اور انبیاء کی توہین سے

۲۔ تفسیر البرہان ۱ : ۵۱

ولو یعلم الناس متی سمی علی امیر المؤمنین وادم بین الروح والجسد۔

نبی کریم نے فرمایا اگر لوگ یہ جانتے ہیں کہ علی کو کب امیر المومنین کا لقب ملا تو علی کی فضیلت کا انکار نہ کرتے یہ لقب اس وقت سے ہے جب حضرت آدم روح اور جسد کے درمیان تھے.

یہ پہلی تفسیر کی تائید ہو گئی کیونکہ نبوت کا معاملہ ابھی زیر غور ہی نہیں آیا کہ حضرت علی کو ولایت و امامت کا منصب تفویض کر دیا گیا.

۳۔ تفسیر البرہان ۲ : ۳۶۸

قال ابو جعفرؑ ما بعث اللہ نبیا قط الا بولایتنا والبرأت من اعدائنا وذلک فی کتاب اللہ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا منہم ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت الی ان قال ومنہم من حقت علیہ الضلالۃ بتکذیب ال محمد۔

امام باقر کہتے ہیں کہ اللہ نے کوئی نبی ایسا مبعوث نہیں کیا جس سے ہماری محبت اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری کا عہد نہ لیا ہو اور یہ بات کتاب اللہ میں موجود ہے کہ ہم نے ہر امت میں رسول مبعوث فرمایا کہ عبادت کرو اللہ کی اور بتوں سے اجتناب کرو.... ان میں سے کچھ لوگوں نے آل محمد کی تکذیب کر کے گمراہی قبول کی

یہ تفسیر پہلی دونوں کی تائید ہو گئی کہ نبوت کا معاملہ تو بعد میں زیر غور آیا اور ہر نبی سے عہد لیا گیا کہ شیعہ کے اماموں سے محبت کرو گے اور ان کے دشمنوں پر تبرا بازی کرو گے. لہذا اب کیا شبہ رہ گیا کہ امامت کا درجہ نبوّت سے افضل ہے اور امام سارے انبیاء سے افضل ہے.

امام میں خدائی اختیارات

۴۔ تفسیر مرأۃ الانوار ص ۶۷

التفویض فی الخلق والرزق والتربیۃ والاماتۃ

یہ سوال ہو کہ آیا مخلوق کو پیدا کرنا انہیں رزق دینا موت اور زندگی دینا اماموں کے اختیار میں

و الاحیاء فان قوما قالوا ان الله خلقهم و فوض الیهم امر الخلق فهم یخلقون ویرزقون و یمیتون و یحیون ۔

ہے یا نہیں تو ایک بڑی جماعت شیعہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اماموں کو پیدا کیا اور مخلوق کے سارے کام ان کے سپرد کر دیئے امام ہی پیدا کرتے ہیں رزق دیتے ہیں موت اور حیات انہی کے اختیار میں ہے

اس تفسیر سے اماموں کی برتری میں کوئی شبہ نہ رہا کیونکہ انبیاء کا کام زیادہ سے زیادہ اللہ کا پیغام اللہ کی مخلوق تک پہنچانا ہے مگر اماموں کو تو اللہ تعالیٰ اپنے سارے اختیار سونپ کے بے فکر ہو گیا ہے ۔ امام جب الوہیت کے مقام پر پہنچ گئے تو انبیاء سے لازماً افضل ہو گئے اس لئے ائمہ کو [illegible] خدا تو ضرور ماننا پڑے گا خواہ ایمان رہے یا نہ رہے ۔

۵ ۔ ایضاً ص ۶۸، ۶۹

فما فوض الله الی رسوله فقد فوض الینا والاخبار فی الکافی و غیره کثیرة ۔ عن الثمالی قال سمعت اباجعفر یقول من احللنا له شیئا اصابه من اعمال الظالمین لان الائمة منا مفوض الیهم فما احلوا فهو حلال فما حرموا فهو حرام ۔

اللہ نے جو کچھ اپنے رسول کو سونپا ہے وہی ائمہ کو سونپا ہے اس قسم کی احادیث اصول کافی وغیرہ میں بے شمار ہیں ۔ ثمالی کہتا ہے کہ امام باقر نے فرمایا جس شخص کے لئے ہم حلال کر دیتے ہیں کوئی چیز جو اسے ظالموں کے اعمال سے پہنچی ہے (پس وہ حلال ہے) کیونکہ وہ جسے حلال کہیں وہ حلال ہے اور جسے حرام کہیں وہ حرام ہے ۔

عن ابی هبیرة قال قال ابو عبدالله انا رأت القائم اعطی رجلا مائة الف واعطی اخر درهما فلا یکبر فی صدرك فان الامر مفوض الیه اقول هذا کله بالنسبة الی النشاة الاولی واما فی النشاة الاخری فلاشك ان ربهم

ابو ہبیرہ کہتا ہے امام جعفر نے فرمایا اگر امام مہدی کسی کو ایک لاکھ دے اور کسی کو ایک درہم دے تو دیکھنے والے کے دل میں یہ کھٹکنا نہ چاہیئے کہ ایسا کیوں ہوا ۔ کیونکہ امام کو پورا اختیار ہے جو چاہے کرے ۔ میں کہتا ہوں یہ تفویض کی صورت تو دنیا کے حالات کے لحاظ سے ہے رہی آخرت کی بات تو اماموں کو

یفوض الیهم ما لیس لاحد غیرهم من الشفاعة والامر والنهی والاخذ والعطاء وادخال الجنة والنار کما دلت علیه الاخبار المتواترة

وہ اختیارات ملیں گے جو مخلوق میں سے کسی کو نہیں ملیں گے مثلاً شفاعت کرنا حکم دینا روکنا، جنت میں بھیجنا دوزخ میں ڈالنا سب اماموں کے اختیار میں ہوگا اس حقیقت پر متواتر احادیث دلالت کرتی ہیں

یہاں معلوم ہوتا ہے مفسر صاحب نے انبیاء سے رعایت کی ہے یا بات مبہم چھوڑ دی ہے یہ بات کہ اللہ نے جو کچھ اپنے رسول کو سونپا وہی ہم اماموں کو سونپا" صحیح نظر نہیں آتی کیونکہ رسولوں کو تخلیق ترزیق، مخلوق کی موت و حیات کا اختیار نہیں دیا یہ اختیار تو صرف ائمہ شیعہ کو ملا ہے یہ اور بات ہے کہ ملا صرف شیعوں کی طرف سے ہے ۔

یہاں ایک بات کھٹکتی ہے وہ یہ کہ ائمہ کے اتنے وسیع اختیارات ہیں کہ خالق کائنات نے اپنے تمام اختیارات ائمہ کو سونپ دیئے ہیں مگر دوسری طرف شیعہ روایات میں ائمہ اور ابو الائمہ کی مجبوری اور بے بسی کے جو نقشے کھینچے گئے ہیں وہ کسی طرح اس سے جوڑ نہیں کھاتے ۔ شیعہ کہتے ہیں خلافت چھین لی، امامت چھین لی، میراث چھین لی، گھر بلایا قتل کر دیا ۔ صدیوں سے شیعہ اسی محرومی کے سوگ میں رونے دھونے میں لگے ہیں ۔ ائمہ کے وہ اختیارات کہاں گئے ۔ کس وقت کے لئے اٹھا رکھے ہیں ۔ شیعوں کی کہانیوں سے تو اماموں کی بے بسی ظاہر ہوتی ہے اور اگر یہ سب کچھ اماموں نے اپنے اختیار سے کیا تو شیعہ کیا ائمہ کے فیصلوں کے خلاف یہ احتجاجی ہڑتالیں کرتے ہیں آخر ان میں کونسی تک ہے ۔ اس تضاد کو کون رفع کرے ۔

۶ ۔ کنز الفوائد شیعہ عالم ابو الفتح محمد بن علی کراجکی متوفی سنہ ۴۴۹ھ ص ۲۵۹

عن ابن اعین قال سمعت ابا عبدالله یقول ما تنبا نبی قط الا بمعرفتنا وتفضیلنا علی من سوانا وان الامة مجتمع علی ان الانبیاء علیهم السلام قد بشروا بنبینا ونبهوا

ابن اعین کہتا ہے میں نے امام صادق سے سنا کہ ہر نبی صرف ہماری معرفت کیلئے اور غیروں پر ہماری فضیلت بیان کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ سابقہ تمام انبیاء نے محمد رسول اللہ کے مبعوث ہونے کی بشارت سنائی

علی امرہ ولا یصح عنھم ذالک الا وقد اعلمھم اللہ بہ فصدقوا وامنوا بالمخبر بہ وکذلک قد روت الشیعۃ بانھم قد بشروا بالائمۃ اوصیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور ان کے آنے پر متنبہ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اس کی اطلاع دی تھی پس انبیاء کرام نے رسول کریمؐ کی تصدیق کی اور ایمان لائے بالکل اسی طرح شیعہ نے روایت کی کہ انبیاء نے ائمہ شیعہ اور اوصیاء رسولؐ کی بھی بشارت سنائی تھی۔

ایک بات تو بالکل واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ اور کئی ہزار انبیاء صرف اس لئے بھیجے کہ اماموں کا تعارف کرا دیں۔ باقی کام امام خود کر لیں گے مگر ایک مسئلہ وضاحت طلب ہے کہ انبیاء کا تعارف کرانے کے لئے کس کو بھیجا گیا۔ انبیاء جب اپنا تعارف خود کراتے رہے تو ائمہ جو انبیاء سے افضل ہیں اپنا تعارف خود کیوں نہ کرا سکے، ممکن ہے اس میں امامت کی کسر شان ہوتی ہو۔

انبیاء نے اماموں کا تعارف کرا دیا مگر اماموں نے کیا کیا۔ اس کی تفصیل درکار ہو تو ہماری کتاب تحذیر المسلمین کا مطالعہ فرما لیجئے، کچھ اجمالی بیان آگے آ رہا ہے۔

ایک اور بات بھی حل طلب ہے کہ شیعہ عالم نے حضور اکرمؐ کی بشارت دینے پر امت کا اجماع لکھا ہے لیکن ائمہ کی بشارت کے لئے امت سے کیوں نہ پوچھا گیا یہ ثواب شیعوں کی فرد عمل کے لئے ہی مختص ہے۔ اگر امت کا اجماع کوئی سند ہے تو اماموں کی بشارت کا معاملہ تو غیر مستند ثابت ہوا۔ شیعہ روایات سند بن سکتیں کیونکہ شیعہ اس سے بھی بڑے ایک ثواب کے بہت حریص ہیں اور وہ ہے تقیہ جو ۹/۱۰ حصہ دین ہے اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ شیعہ نے یہاں تقیہ سے کام نہ لیا ہو۔

پھر یہ کہا ہے کہ نبی کریمؐ کی بشارت سنانے کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو دی تھی یہ ائمہ اور اوصیاء کی بشارت دینے کی اطلاع کس نے دی۔ اس امر کی طرف کوئی اشارہ نہیں اس لئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ شیعہ ہی نے دی۔

۷۔ تفسیر مراۃ الانوار ص ۶۸

والخامس الاختیار فی ان یحکموا

پانچویں بات یہ ہے کہ ائمہ کو اختیار ہے کہ ظاہری

بظاہر الشریعۃ او بعلمھم او بما یلھمھم اللہ من الواقع ومخ الحق وھذا ایضا احد معانی روایۃ محمد بن سنان وعلیہ ایضا دلت اخبار

شریعت پر عمل کریں یا اپنے علم کے مطابق یا جو الہام ان کو ہوتا ہے واقعات یا حق کا یہ بھی ایک معنی محمد بن سنان کی روایت کا ہے اور اس پر احادیث بھی دلالت کرتی ہیں۔

یعنی مذہبی تقاضا پورا کرنے کے لئے شریعت کو سامنے ضرور رکھا جائے۔ رہی بات اس پر عمل کرنے کی تو امام کو اختیار ہے کہ شریعت کے احکام کے الفاظ سے معنی اخذ کریں یا ان الفاظ میں اپنی پسند کے معانی داخل کریں۔

۸۔ ایضا ص ۶۷

ان جماعۃ من الشیعۃ اختلفوا فی تفویض اللہ امر الخلق والرزق الی الائمۃ فقال جمع ان اللہ اقدر الائمۃ علی ذلک وفوض الیھم فخلقوا ورزقوا الخ

شیعہ کی ایک جماعت نے تفویض کے مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کہ تخلیق اور ترزیق کا کام اللہ نے اماموں کے سپرد کیا ہے مگر ایک جماعت نے کہا ہے کہ اللہ نے ائمہ کو یہ اختیار دیا ہے لہٰذا وہ پیدا بھی کرتے ہیں اور رزق بھی دیتے ہیں

اوپر نمبر ۷ کے تحت یہ بیان ہوا کہ امام کو اختیار ہے کہ شریعت پر اپنی مرضی کے مطابق عمل کرے اب اس کی وجہ سنیئے۔

۹۔ کنز الفوائد ص ۱۷۳

ولنا ایضا مذھبنا فی الالھام وعندنا ان الامام علیہ یصح ان یلھم من المصالح والاحکام ما یکون ھو المخصوص بہ دون الامام

الہام کے بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اماموں کو مخلوق کی اصلاح کے احکام کا الہام ہوتا ہے اور ایسے الہام صرف اماموں کے ساتھ مخصوص ہیں

یعنی شریعت کے احکام خواہ وہی رہیں ان کی تعبیر اس الہام کے مطابق ہوتی جو امام کے ساتھ مخصوص ہے

۱۰۔ تفسیر مراۃ الانوار ص ۱۵۷

عن الباقر انہ قال ان اللہ عز وجل تفرد فی وحدانیتہ

امام باقر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی توحید میں منفرد تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کلمہ بولا، وہ کلمہ نور بن گیا

ثم تكلم بكلمة فصارت نورا۔ ثم خلق من ذلك النور محمدا وعليا وعترته عليهم السلام ثم تكلم بكلمة فصارت روحا واسكنها فى ذلك النور واسكنه فى ابداننا فنحن روح الله وكلمته احتجب بنا على خلقه ۔

پھر اس نور سے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ، حضرت علی اور ان کی عترت کو پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور کلمہ بولا پھر وہ روح بن گیا اس روح کو اللہ نے اس پہلے نور میں داخل کیا اور اس نور کو ہمارے بدنوں میں داخل کر دیا پس ہم ائمہ روح اللہ ہیں اور کلمۃ اللہ ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے وجودوں میں داخل ہو کر مخلوق سے پوشیدہ ہو گیا۔

اماموں کے جسموں میں اللہ تعالیٰ داخل ہو گیا اس طرح حلول کر لے سے پوشیدہ ہو گیا مگر امام بارہ ہیں تو معلوم ہوا کہ عیسائی بڑے کم ہمت ثابت ہوئے کہ تین خدا بنا کر تھک گئے اور شیعہ بڑے باہمت ثابت ہوئے وہ تو ایک میں تین اور تین میں ایک کے معمے میں پھنس گئے مگر یہ ایک میں بارہ اور بارہ میں ایک تک پہنچ گئے ۔

١١۔ تفسیر مراۃ الانوار ص ٣٣٥

فاوحى الى عبده ما اوحى سئل النبى صلى الله عليه وسلم عن ذلك الوحى فقال اوحى الىّ ان عليا سيد المومنين وامام المتقين

(شب معراج میں) اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو کی نبی کریم سے اس وحی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میری طرف وحی کی گئی کہ علی مومنوں کا سردار ہے اور امام المتقین ہے

لیجئے اللہ نے تو ایک بات راز میں رکھی تھی شیعہ نے کھوج لگا لیا اور راز افشا ہو گیا کہ معراج کی رات اللہ نے جو بات اپنے محبوب سے پردے میں کہی تھی وہ یہی تو تھی کہ علی مومنوں کا سردار اور متقیوں کا امام ہے اس وحی میں بظاہر حضرت علی کی فضیلت معلوم ہوتی ہے مگر مزید غور کیا جائے تو شیعوں کی فضیلت اسی تفسیر سے ظاہر ہے کہ مومن بھی شیعہ ہیں اور متقی بھی شیعہ ہیں اس لئے ایمان اور تقویٰ کی بہار دیکھنا مطلوب ہو تو شیعہ کو دیکھ لو مجسم ایمان اور رواں دواں تقویٰ ۔

١٢۔ ایضا ص ٢٤٨

قال تعالى عالم الغيب والشهادة بما اولناه

غیب سے مراد شیعوں کا امام مہدی ہے اور شہادت

... م وقيامه فتاويل الشهادة جيئنا الامام المقيم

... سے مراد موجود امام ہے ۔

مگر اب تو غائب بھی وہی ہے اور حاضر بھی وہی ہے لہذا دونوں لفظوں سے مراد امام مہدی ہوا ۔

١٣۔ تفسیر مراۃ الانوار ص ١٨١

ولقد اتيناك سبعا من المثانى والقران العظيم قال ان الظاهر فى سورة الحمد و باطنها ولد الولد والسابع منها القائم ۔

اے نبی ہم نے آپ کو سات آیتوں والی سورۃ فاتحہ دی اور قرآن عظیم بھی دیا اس آیت میں سات سے مراد امام شیعہ ہیں اور ساتواں امام مہدی مراد ہے ۔

ائمہ کی عظمت کا انکار کیا ہو سکتا ہے مگر یہاں ایک حسابی پیچیدگی نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں سات امام دیئے ۔ پہلا سوال یہ ہے کہ باقی پانچ کس نے دیئے ۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ امام جعفر تک چھ اور امام مہدی ساتویں ہوئے اس طرح سورۃ فاتحہ کی تکمیل ہوئی تو موسیٰ کاظم سے حسن عسکری تک پانچ امام کس کھاتے میں آئے ۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تکمیل کے لئے آخری حرف امام مہدی کو قرار دینے میں کیا حکمت ہے باقی بھی امام ہیں ۔

ہاں اس کی ایک تفسیر معلوم ہوتی ہے کہ اللہ نے دو چیزیں دینے کا اعلان فرمایا۔ اول سورۃ فاتحہ دوم قرآن عظیم لہذا سات امام تو فاتحہ بن گئے باقی پانچ قرآن عظیم ہو گئے ۔ مگر اس تفسیر میں ایک خامی نظر آتی ہے کہ فاتحہ لمبی اور قرآن چھوٹا رہ جاتا ہے پہلے اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی ۔

١٤۔ تفسیر مراۃ الانوار ص ٢٤١

ان هذا القران يهدى للتى هى اقوم ۔ والقران يهدى الى الامام ۔

یہ قرآن مضبوط راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے مراد یہ ہے کہ یہ قرآن امام کا تعارف کراتا ہے یعنی مضبوط رستہ امام ہی تو ہے ۔

١٥۔ ایضا ص ٢٧٩

ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا

جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے

استقاموا علی ذمتہ واحدا بعد واحد	مراد یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے تمام اماموں کی امامت پر قائم رہے

۱۶۔ تفسیر فرات بن ابراہیم ص ۶۱

ان جمیع الرسل والملائکۃ والارواح خلقوا لخلقنا۔	تمام رسول فرشتے اور ارواح ہماری خاطر پیدا کئے گئے ہیں۔

یہ حضرت علی کا قول ہے آپ نے اپنے عہد خلافت میں کوفے کے منبر پر یہ فرمایا اس کے راوی امام باقر اور امام جعفر ہیں۔

ائمہ کے مقام بلند کا اندازہ بھی ہوگیا اور انبیاء کی توہین کی بھی حد ہوگئی۔

۱۷۔ اعلام الوریٰ ۔ علامہ طبری طبع تہران ص ۳۸۸

ان شیعتھم مع کثرتھا فی الخلق وغلبتھا علی اکثر البلاد اعتقدت فیھم الامانۃ التی تشارک النبوۃ وادعت علیھم الآیات والمعجزات والعصمۃ عن الزلات حتی ان الغلاۃ قد اعتقدت فیھم النبوۃ والالٰھیتہ وکان اسباب اعتقادھم ذلک فیھم حسن اثارھم وعلو احوالھم وکمالھم فی صفاتھم۔	اماموں کے شیعہ مخلوق میں کثرت تعداد میں ہیں اور ان کا اکثر شہروں میں غلبہ بھی ہے یہ شیعہ ان اماموں کی امامت کا اقرار کرتے ہیں یعنی امامت کے متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ نبوت میں شریک ہے اور شیعہ کا دعویٰ ہے کہ اماموں سے نشانات اور معجزات کا صدور ہوا اور ان کا دعویٰ ہے کہ امام معصوم ہیں یعنی گناہوں سے پاک ہیں بلکہ شیعہ نے غلو کرکے یہ بھی کہا ہے کہ امام صرف نبی ہی نہیں خدا بھی ہیں اور ان کے اس اعتقاد کی وجہ یہ ہے کہ اماموں سے عمدہ نشانات اعلیٰ حالات اور ان کے کمالات اور صفات کا ظہور ہوا

اماموں کے متعلق شیعہ کے عقیدہ کی تفصیل یہ بتائی کہ

۱۔ امام معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔

۲۔ امام نبوت میں شریک ہوتا ہے۔

۳۔ امام میں خدائی اختیارات اور اوصاف ہوتے ہیں۔

۴۔ امام سے معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔

ان اعتقادات کی وجہ یہ قرار دی کہ امام سے جن کمالات، صفات اور آثار کا اظہار ہوتا ہے ان کا تقاضا یہ ہے کہ امام کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے۔

لہذا جس شیعہ کو امام کے کمالات کا اعتراف ہے اس کا عقیدہ لازماً یہی ہوگا جو صاحب اعلام الوریٰ نے لکھا ہے۔

۱۸۔ تفسیر مراۃ الانوار ص ۲۰

ذکر کراجکی فی اثبات عظم الشان الولایۃ وعدم الفرق بین النبوۃ والامامۃ فی التکلیف بھما وعدم صحتہ الدین بدونھما	علامہ کراجکی نے ولایت کے عظیم الشان ہونے کا ذکر کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ نبوت اور امامت میں کوئی فرق نہیں انسان جس طرح نبوت پر ایمان لانے کے مکلف ہیں اسی طرح امامت پر ایمان لانے کے بھی مکلف ہیں جس طرح نبوت پر ایمان لائے بغیر ایمان صحیح نہیں اسی طرح امامت پر ایمان لانے بغیر ایمان درست نہیں۔

- - - - - - - -

نبوت اور امامت میں فرق نہیں یعنی نبی اور امام میں فرق نہیں۔ جیسے نبی پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح امام پر ایمان لانا فرض ہوا۔ نبی کریمؐ کے بعد نبی آنا موقوف ہوا مگر امامت شروع ہی نبی کریمؐ کے بعد ہوئی، لہذا ہر امام پر ایمان لانا بھی اسی طرح فرض ہوا جس طرح نبی پر ایمان لانا، تو ثابت ہوا کہ ختم نبوت کا عقیدہ کوئی چیز نہیں کیونکہ ایمان لانے کی ایک چیز باقی رہی۔ نبی کریمؐ کے بعد بارہ امام ہوئے اور امام پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور امام افضل ہوتا ہے نبی سے لہٰذا شیعہ ختم نبوت کے قائل نہ ہوئے بلکہ ان کے عقیدے کے مطابق اجرائے نبوت حق ہے۔

امام کے علوم اور امام پر وحی کا نزول

۱۰۔ اصول کافی باب شب قدر

انہ لینزل فی لیلۃ القدر الی ولی الامر نفسہ بکذا وکذا وفی امر الناس بکذا وکذا

شب قدر میں امام زمان پر احکام کی تفصیل نازل ہوتی ہے جو اس کی اپنی ذات کے متعلق بھی ہوتی ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی۔

۱۱۔ صافی شرح کافی علامہ خلیل قزوینی ص ۲۲۹

برائے ہر سال کتابے علیحدہ است مراد کتاب است کہ دراں تغییر احکام وحوادث کہ محتاج الیہ امام است تا سال دیگر نازل شوند بآں کتاب ملائکہ و روح در شب قدر بر امام زماں تا آنکہ گفت اللہ تعالیٰ باطل می کند باک کتاب آنچہ را میخواہد از اعتقادات امام خلاف آں واثبات می کند در او آنچہ را میخواہد ......

ہر سال کے لئے کتاب جدا ہوتی ہے اس سے مراد وہ کتاب ہے جس میں ان احکام حوادث کی تفصیل ہوتی ہے جن کی امام کو آئندہ سال تک ضرورت ہوتی ہے۔ شب قدر میں فرشتے اور جبرئیل اس کتاب کو لیکر امام زمان پر نازل ہوتے ہیں اس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ امام کے جن عقائد کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جن قواعد کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے۔

شریعت اسلامی نے یہ تعلیم دی تھی ہر نبی اور رسول کی شریعت اپنے زمانے کے حالات کے مطابق بدلتی رہتی ہے اور نبی کریم کی آمد پر پہلے انبیاء کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ امام چونکہ انبیاء سے افضل ہیں اس لئے ہر امام پر ہر سال کتاب نازل ہوتی ہے جو پہلے اماموں کی شریعت منسوخ کر دیتی ہے لہذا نبی کریم کی شریعت تو پہلے ہلے میں نسخ کی نذر ہو گئی۔ لہذا ختم نبوت کا عقیدہ مہمل ثابت ہوا فرشتے آئے، کتاب نازل ہوئی۔ شریعت ہوئی تو

نبی کریم پر ختم نبوت کب ہوئی۔

۱۲۔ کشف المحجہ بثمرۃ المہجہ طبع قم۔ علامہ سید رضی الدین ابی القاسم علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد طاؤس متوفی ۶۶۴ھ ص ۱۴۱

ان علوم ائمتك صلوات الله عليهم كانت اية الله جل جلاله فيهم ومعجزة والة على اما متهم لانهم لم يعرف لهم استاد يترددون اليه ولا يشتغلون عليه ولا رأهم شيعتهم ولا اعداءهم انهم يتعلمون تلك العلوم على اٰبائهم عادة المتعلمين ولا صفات المدرسين ولا عرف لهم كتاب مصنف اشتغلوا فيه ولا تاليفا حفظ معانيه ولم يعرف عنهم الا اذا مات الحي منهم قام الباقي بعده من ولده الذي اوصى اليه بالامامة مقامه في علمه وكلمه يحتاج اليه من الخصائص والكرامة

تمہارے بارہ اماموں کے علوم اللہ کی نشانی تھی اور ایک معجزہ تھا جو ان کی امامت پر دلالت کرتا ہے اماموں کا کوئی استاد نہیں ہوا جس کے پاس جاکر حصول علم میں مشغول ہوئے ہوں سنیوں نے نہ شیعہ نے امام کو دیکھا کہ اپنے باپ دادا سے بطور طالب علم کچھ پڑھا ہو۔ کوئی کتاب معلوم نہیں ہوئی جس کا اماموں نے مطالعہ کیا ہو نہ کوئی تصنیف پائی گئی کہ ان کے معانی یاد کرنے میں مشغول ہوئے ہوں بس اتنا معلوم ہوا کہ ایک امام فوت ہوا تو دوسرا امام اس کی جگہ کھڑا ہو گیا جو سابقہ امام کی اولاد میں سے تھا اور امام نے اس کی وصیت کی کہ علم میں خصوصیات میں فضیلت میں اس کے قائمقام ہوگا۔

اماموں کی فضیلت کی یہ ایک اور دلیل ہوئی انبیاء کرام میں سے صرف نبی کریم کی صفت اُمّی ہے اور یہاں بارہ کے بارہ امام امی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے اُمی فرمایا اور اماموں کو شیعہ نے اُمی اعلان کر دیا تاکہ کسی پہلو میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔

البتہ یہ جو کہا گیا ہے کہ امام فوت ہو تو دوسرا کھڑا ہو گیا۔ یہ مرحلہ کبھی سکون سے نہیں گزرا بلکہ امامت کے بارے میں اہل بیت میں جو خانہ جنگیاں ہوتی رہیں ان کی تفصیل درکار ہو تو ہماری کتاب تحذیر المسلمین اور الدین الخالص کا مطالعہ فرما دیں۔

دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ نیا امام سابقہ امام کی اولاد میں سے ہوتا مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ دوسرے امام حسن کی اولاد امامت سے محروم ہو گئی اور ایسی محروم ہوئی کہ بقیہ دس میں سے

کوئی امام بھی ان کی نسل سے نہیں ہوا۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ انہوں نے شیعوں کی مرضی کے خلاف امیر معاویہؓ کے حق میں حکومت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا تھا۔

۱۳- اعلام الوریٰ، علامہ طبرسی طبع تہران ص ۲۷۷

(عن جعفر) کان یقول علمنا غابر و مزبور و نکت فی القلوب و نقر فی الاسماع و ان عندنا الجفر الاحمر والجفر الابیض و مصحف فاطمہ علیہا السلام۔ وان عندنا الجامعہ فیہا جمیع ما یحتاجون الیہ فسئل عن تفسیر کلامہ فقال اما الغابر فالعلم بما یکون واما المزبور فالعلم بما کان واما النکت فی القلوب فھو الالھام واما النقر فی الاسماع فحدیث الملائکۃ نسمع کلامھم ولا نری شخصھم۔

امام جعفر فرماتے تھے کہ ہمارا علم (چار قسم کا ہے) غابر، مزبور، نکت فی القلوب اور نقر فی الاسماع اس کے علاوہ ہمارے پاس سرخ جفر ہے اور سفید جفر بھی ہے مصحف فاطمہ بھی ہے اور ہمارے پاس "جامعہ" ہے اس میں وہ تمام احکام ہیں جن کے لوگ محتاج ہوتے ہیں۔ بس راوی (جمیل) نے امام سے اس کی شرح پوچھی تو فرمایا غابر سے مراد علم ما یکون یعنی مستقبل میں جو کچھ ہونے والا ہے اس کا علم مزبور سے علم ما کان یعنی جو کچھ ماضی میں ہو چکا اس کا علم نکت فی القلوب سے مراد الہام ہے اور نقر فی الاسماع سے مراد فرشتوں کی باتیں سننا ہے ہم فرشتوں کی باتیں سنتے ہیں ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

امام نے علوم کی تفصیل کیا بتائی اس کی حدود متعین کرنا ہی ممکن نہیں، البتہ اس پر کئی اشکال وارد ہوتے ہیں مثلاً

(۱) کتاب جامعہ اگر امام کے پاس موجود ہے تو ہر سال احکام کے نازل ہونے کی ضرورت کیا رہ گئی جبکہ اس کتاب کا تعارف کرایا گیا کہ اس میں وہ سب کچھ ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے اس لئے دونوں باتیں مشکوک نظر آتی ہیں اگر جامعہ واقعی جامع ہے تو ہر سال احکام نازل ہونا قابل تسلیم نہیں اور اگر واقعی ہر سال نزول احکام کی بات صحیح ہے تو جامعہ والی بات محض طفل تسلی ہے۔

(۲) علم غابر بھی کچھ اُلجھی بات معلوم ہوتی ہے اگر امام کو مستقبل کا علم ہوتا ہے اور

ان کے اختیارات بھی خدائی اختیارات ہیں تو یہ چالیس روز تک اپنے کنبے کو مدینہ کی گلیوں میں پھرانا اور امداد طلب کرنا اور اپنے بھائی کو کوفہ میں بھیجنا اور مقام زبالہ پر اس کی موت کی اطلاع ملنا اور امام کا کہنا فدخذ لنا شیعتنا، اور امام کو علم ہونا کہ شہید کر دیا جاؤں گا پھر خواہ مخواہ اپنے کنبے کو دشمنوں کے ہاتھوں ذلیل کرانا وغیرہ ساری باتیں علم اور اختیار دونوں کی نفی کرتا ہے اور اگر اس کی تاویل کی جائے کہ علم اور اختیار دونوں کے باوجود امام کی اپنی مرضی اور پسند سے ہو تو یہ گلہ شکوہ یہ شور و شین یہ چیخنا چلانا۔ یہ ننگے سر ننگے پاؤں گلی گلی سینہ کوبی کرنا امام کے فیصلہ کے خلاف احتجاج ہی نہیں امام سے بغاوت ہے۔

۳۔ فرشتوں کی کلام تو امام سنتے ہیں مگر دیکھ نہیں سکتے پھر یہ کیسے معلوم ہوا کلام فرشتہ کر رہا ہے ممکن ہے جن ہو شیطان ہو کوئی اور مخلوق ہو پھر یہ تعجب کی بات ہے کہ خدا نے امام کو تخلیق ترزیق، احیاء، اماتت سب اختیار دے دیئے مگر فرشتوں کے دیکھنے کا اختیار نہیں دیا مگر خدا کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے ممکن ہے اماموں کو یہ احساس دلانے کے لئے یہ کیا ہو کہ تم مخلوق ہو اور میرے محتاج ہو۔

۴۔ یہ مصحف فاطمہ کیا ہے نہ امام نے بتایا نہ راوی نے پوچھا، کیا یہ حضرت فاطمہ کی تصنیف ہے یا اس کی صورت یہ ہے کہ کچھ قرآن حضرت علی جمع کرتے رہے اور کچھ حضرت فاطمہ جمع کرتی رہیں اور دونوں مجموعے یکے بعد دیگرے اماموں کو منتقل ہوتے رہے اگر حقیقت یہی ہے تو حضرت علی کا قرآن تو نامکمل ہوا گو ۱۸ ہزار آیات ہی کا ہو اور نوے پارے کا ہو پھر بھی ادھورا ہوا۔ کچھ حصہ تو وہ ہوا جس کو مصحف فاطمہ کہتے ہیں پھر یہ دعویٰ بھی غلط ہوا کہ حضرت علی کے بغیر کسی نے سارا قرآن جمع نہیں کیا، بہر حال یہ ساری بات معمہ در معمہ ہے۔ واللہ علم

اعلام الوریٰ ص ۱۳۷

عن علی قال بعثنی رسول اللہ صلعم الی الیمن فقلت یا رسول اللہ صلعم تبعثنی وانا شاب اقضی بینھم ولا ادری ما القضا قال فضرب

حضرت علی فرماتے ہیں نبی کریمؐ نے مجھے یمن کا قاضی مقرر کیا تو میں نے عرض کیا یا رسول آپ مجھے قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں اور میں قضا سے واقف ہی نہیں۔ پس

ني صدري اللهم اهد قلبه وثبت لسانه

حضورؐ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اے اللہ اس کے دل کو ہدایت دے اور اس کی زبان کو ثابت رکھ

گذشتہ صفحات میں ائمہ کے علوم کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس میں اس روایت کو فٹ کر کے دیکھئے جس میں امام اول اعتراف کر رہے ہیں کہ میں فن قضا سے واقف نہیں ہوں کیا ان کا آپس میں کوئی جوڑ نظر آتا ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ ائمہ عالم ماکان و مایکون اور ابوالائمہ کہہ رہے ہیں کہ میں تو شریعت کے مطابق فیصلے کرنے جانتا ہی نہیں ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ ائمہ کا مقام انبیاء سے بلند ہے اور ابوالائمہ کہہ رہے ہیں کہ حضورؐ کے ہاتھ پھیرنے سے اور حضور کی دعا سے میرے اندر فیصلے کرنے کی اہلیت پیدا ہو گئی جو پہلے نہیں تھی مگر کوئی کہاں تک تضاد رفع کرے شیعہ کے تمام علوم تضادات ہی تضادات ہیں۔

امامت اور ولایت ہی دین و ایمان ہے

۱۔ مراۃ الانوار تفسیر ص۸

اقول سيأتي الاخبار الكثيرة بتاويل الايمان والدين والحق ونحوها بالولاية وتاويل الكفر والشرك ومابمعناهما بترك الولاية	احادیث کثیرہ میں وارد ہو چکا ہے کہ ایمان، دین اور حق سے مراد ولایت ائمہ ہے اور کفر شرک اور اسی قبیل کے دوسرے الفاظ سے مراد ولایت ائمہ کو ترک کر دینا ہے۔
ان الله عز وجل جعل ولايتنا اهل البيت قطب القرآن وقطب جميع الكتب ... اخبار في ان الولاية بعث بها الانبياء وانزلت الكتب وكلف بها الامم	اللہ تعالیٰ نے ہم اہل بیت کی ولایت کو قرآن اور دیگر تمام کتب سماوی کا قطب اور محور بنا دیا احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ولایت کے لئے انبیاء کو مبعوث فرمایا، کتابیں نازل ہوئیں اور تمام مخلوق کو ائمہ شیعہ پر ایمان لانے کا مکلف بنایا

یہ حقیقت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ شیعہ اصول تفسیر میں بنیادی اصول یہ ہے کہ الفاظ سے معانی اخذ کرنا تو نری جہالت ہے علم نام اس چیز کا ہے کہ الفاظ میں اپنی پسند کے معنی داخل کئے جائیں یہ اصول آپ کو شیعہ کی تمام تفاسیر میں کار فرما نظر آئے گا، یہاں اسی اصول کے تحت دین ایمان اور حق کے الفاظ اور اصطلاات کے معنی ایجاد کئے گئے

ولایت کو قرآن اور دیگر تمام کتب سماوی کا محور قرار دیا۔ قرآن میں تو ولایت کا ذکر نہیں۔ دوسری کتب سماوی میں بھلا کہاں ہوگا۔ نزول قرآن کے دوران تو چلئے اہل بیت موجود بھی پہلی کتب کے نزول کے وقت اہل بیت کا نام و نشان بھی نہیں تھا تو کتب سماوی

نا محور ایک معدوم شے کو بنایا گیا ۔ معدوم پر ایمان لانے کی کوئی مثال دنیا میں نہیں ملتی ۔ مخلوق خدا نبی پر ایمان لانے کی مکلف اس وقت ہو جب نبی مبعوث ہو مگر امام پر ایمان لانے کی مکلف اس وقت ہو جب امام پردہ عدم سے منصۂ شہود پر بھی نہ آیا ہو پھر یہ کہ نبیؑ مبعوث ہوتا ہے نبوت کا اعلان اور دعویٰ کرتا ہے تو لوگ نبی پر ایمان لانے کے مکلف ہوتے ہیں مگر امامت عجیب شے ہے کہ امام پیدا نہیں ہوا ۔ امامت کا دعویٰ نہیں کیا امامت کا اعلان نہیں کیا مگر مخلوق اس کی امامت پر ایمان لانے کی مکلّف ہو گئی ہے کوئی بات ہوش کی + دعویٰ اور اعلان دو پہلو ایسے ہیں کہ امام کہتے ہیں کہ ولایت ایک ایسی راز کی بات ہے جو جبریل نے نبی کریمؐ کے کان میں سرگوشی کر کے کہی اور نبی کریمؐ سے حضرت علی کے کان میں چھپ کے کہہ دی ۔ مگر تم ہو کہ اسے اچھالتے پھرتے ہیں جب ولایت ظاہر کرنے کی چیز ہی نہیں تو اس پر ایمان کا مطالبہ کیا معنی رکھتا ہے ۔ اس پر تعجب نہ کرنا چاہیئے کہ ولایت کے لئے انبیاء بھیجے گئے ولایت تو ابتدائے آفرینش سے انسانیت کے لئے تحفے اور برکات لا رہی ہے ۔

۲ ۔ تفسیر مراۃ الانوار ص ۲۰۹

من سائر الایات المشتملۃ علی الصیحۃ مع ان الھلاک بالصیحۃ ایضا فی الامم السالفۃ کان لعدم قبول الولایۃ ۔

تمام آیات قرآنی میں جو صیحہ (چیخ) کے عذاب پر مشتمل ہیں جس عذاب سے سابقہ امتیں ہلاک ہوئیں وہ اس بناء پر تھا کہ امتوں نے شیعہ اماموں کی ولایت کا انکار کیا تھا ۔

۳ ۔ ایضا ص ۲۸۰

وفی مواضع القرآن ورد القرن والقرون بمعنی امم الھالکۃ ولا یخفی ان ھلاک الامم کان بسبب ترک الولایۃ ۔

قرآن میں کئی جگہ لفظ قرن اور قرون آیا ہے اس سے مراد سابقہ امتیں ہیں جو ہلاک ہوئیں اور یہ امر پوشیدہ نہ رہے کہ سابقہ امتوں کی ہلاکت کا سبب ولایت کا قبول نہ کرنا تھا ۔

۴ ۔ ایضا ص ۳۸۸

قال تعالیٰ فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلاغ المبین قال واللہ ماھلک

آیت قرآنی کہ خوب جان لو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف احکام پہنچانا ہے امام نے فرمایا کہ خدا کی قسم تم

من کان قبلکم وما ھلک من ھلک حتی یقوم قائمنا الا فی ترک ولایتنا وجحود حقنا

سے پہلے جو امت ہلاک ہوئی اور جو بھی امام مہدی کے ظاہر ہونے تک ہلاک ہوگا وہ انکار امامت کے سبب ہی ہلاک ہوگیا ۔

یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ سابقہ امتوں کی ہلاکت کا سبب امامت کا انکار تھا ۔ گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے کہ انبیاء پر جو مصیبتیں آئیں وہ صرف ائمہ شیعہ کے بارے میں توقف کرنے سے یا ان کے قبول کرنے میں سستی کی وجہ سے آئیں ۔ امامت واقعی بڑا عجیب مسئلہ ہے نہ انبیاء کی سمجھ میں آتا ہے نہ ان کی امتوں کی عقل وہاں پہنچتی ہے فرق اتنا ہے کہ انبیاء کچھ لیت ولعل کرنے کے بعد مان جاتے رہے مگر امتوں نے تو صاف انکار ہی کیا لہذا انہیں تباہ ہونا تھا ۔

ان تینوں تفسیری حصوں میں یہ اشارہ نہیں ملتا کہ ہلاک ہونے والی امتوں نے توحید و رسالت کو بھی قبول کیا یا نہیں بلکہ یہ بھی کہیں نہیں ذکر کیا گیا کہ انہیں توحید و رسالت کی دعوت بھی دی گئی یا نہیں مگر شیعہ مفسرین کا دعویٰ ہے کہ نبی تو بھیجے ہی صرف اس لئے گئے تھے کہ ائمہ کا تعارف کرا دیں جب یہ علت غائی ٹھہری تو توحید و رسالت کی دعوت دینے کی ضرورت کب محسوس ہوئی ہوگی ۔ بات تو بالکل منطقی ہے مگر قرآن اس کا ساتھ نہیں دیتا بلکہ کہتا ہے کہ ہر نبی نے یہی کہا
یہ کہیں اشارہ نہیں
ملتا کہ کسی نبی نے امامت کی دعوت بھی دی ہو مگر اس عقدہ کا حل بھی شیعہ مفسرین نے ڈھونڈ نکالا ہے ۔

۵ ۔ تفسیر مراۃ الانوار ص ۲۴ امام جعفر فرماتے ہیں ۔

فقال عرف اللہ ایمانھم بولایتنا وکفرھم بتی کھا یوم اخذ علیھم المیثاق وھم فی ذر صلب آدم

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا کفر و ایمان ہماری امامت کے انکار و اقرار ہی سے پہچانا اس روز جب مخلوق صلب آدم میں بشکل ذر تھی اور ان سے عہد لیا گیا تھا ۔

۶ ۔ ایضا ص ۲۶

ان اللہ اخذ میثاق النبیین علی ولایۃ علی ۔

روز میثاق میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے علی کی امامت پر ایمان لانے کا عہد لیا تھا ۔

۷۔ تفسیر البرہان ۲ : ۵۰

الست بربکم وان محمد انبیکم رسول اللہ وان علیا امیر المومنین قال ثم قال لی جابر هکذا واللہ جاء بها محمد رسول اللہ

کیا میں تمہارا [illegible] نہیں اور [illegible] رسول ہیں وہ تمہارے نبی نہیں ہیں اور کیا علی امیر المومنین نہیں ہیں۔ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی۔

عہد الست کی لوگوں نے بڑی ناقص تعبیر کی جو کہہ دیا کہ اقرار توحید تھا اور بس۔ شیعہ مفسرین نے ثابت کر دیا کہ اصل مسئلہ قطب اور محور تو امامت تھی اگر عہد الست میں امامت کا ذکر نہ ہو تو انبیاء کی بعثت ہی عبث ٹھہرتی ہے، لہذا مخلوق جب صلب آدم میں بشکل ذر تھی اس سے امامت کا عہد لیا گیا تھا۔

مفسر البرہان نے ص۵۰ پر جو بات کی اس میں ایک کمی رہ گئی تھی لہذا آگے ص۵۱ پر وہ بھی پوری کر دی۔

ولو یعلم الناس متی سمی علی امیر المؤمنین ما انکروا فضلہ سمی امیر المؤمنین وادم بین الروح والجسد۔

اگر لوگ جانتے ہیں کہ علی کو امیر المومنین کا لقب کب ملا تو اس کی فضیلت کا انکار نہ کرتے علی اس وقت امیر المومنین بنا جب آدم ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

لوگ سچ کہتے ہیں کہ ایک جھوٹ کو نباہنے کے لئے کئی اور جھوٹ بنانے پڑتے ہیں۔ امامت کو دین و ایمان کا محور بنا دیا۔ امامت کے دعوے اور اعلان کا ثبوت نہ ملا تو اسے عہد الست سے جوڑ دیا۔ معدوم پر ایمان کا مطالبہ جگ ہنسائی محسوس ہوئی تو حضرت علی کو آدم کی پیدائش سے پہلے امیر المؤمنین بنا دیا۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا کذب کرشمہ ساز کرے

صاحب تفسیر البرہان نے روز میثاق میں انکار و اقرار کی وجہ اور دنیا میں اس کے اظہار کا بیان فرمایا۔

۹۔ تفسیر البرہان ۲ : ۱۹۲

ثم دعوهم الی ولایتنا فاقر بها واللہ من احب وانکرها من البغض وهو قولہ تعالی وما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا بہ من قبل۔

پھر مخلوق کو ہماری امامت کی طرف دعوت [illegible] تو بخدا جسے محبت تھی اس نے اقرار کر لیا اور جسے [illegible] تھا اس نے انکار کیا یہ ہے اس آیت کا مطلب کہ جس کا وہ پہلے انکار کر چکے تھے اسے کب ماننے والے تھے

ایک اور مفسر نے بات آگے بڑھائی ہے۔

۱۰۔ تفسیر عیاشی ۲ : ۱۲۶

وما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا بہ من قبل، قال بعث اللہ الرسل الی الخلق وهم فی اصلاب الرجال وارحام النساء فمن صدق حینئذ صدق بعد ذلك ومن کذب حینئذ کذب بعد ذلك۔

اللہ نے رسول اس وقت مخلوق کی طرف بھیجے جب لوگ آباؤ اجداد کے صلبوں اور ماؤں کے رحموں میں تھے اس وقت جس نے تصدیق کی اس نے دنیا میں بھی تصدیق کر دی اور جس نے اس وقت انکار کیا اس نے دنیا میں بھی انکار کیا یہ ہے اس آیت کا مطلب۔

صاحب تفسیر عیاشی نے رسول بھیجے لکھا ہے اماموں کا نام نہیں لیا ممکن ہے رسول سے اس کی مراد امام ہی ہو، بہرحال بات غور طلب یہ ہے کہ صلب پدر میں تو مادہ منویہ ہوتا ہے تو کیا مادہ منویہ کی طرف کوئی مادہ منویہ ہی رسول یا امام بنا کے بھیجا؟

قاعدہ یہ ہے کہ رسول تو دار التکلیف میں مکلفین کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ مادہ منویہ کو کونسا رسول تبلیغ کرتا ہے

دوسری بات ذرا علمی ہے کہ تمام اہل علم خواہ وہ شیعہ ہی ہوں اس امر پر متفق ہیں کہ معدوم من حیث معدوم کو خطاب کرنا حماقت خالص اور نری جہالت ہے، چنانچہ معالم الدین و ملاذ المجتہدین ۔ علامہ جمال الدین ابی منصور حسن بن زین الدین شہید ثانی متوفی سنہ ۱۰۱۱ھ ص ۱۱۲، بحث ۱۴۳، بحث ۱۴۵

ما وضع لخطاب المشافهة نحو یا ایها الناس ویا ایها الذین آمنوا لا یعم بصیغتہ من تأخر عن زمن الخطاب وانما یثبت حکمہ لهم بدلیل آخر وهو قول اصحابنا واکثر اهل الخلاف وذهب قوم منهم الی تناولہ بصیغتہ لمن

حاضرین کے لئے خطاب کے صیغے یا ایها الناس اور یا ایها الذین آمنوا ان لوگوں کو شامل نہیں جو زمانہ خطاب کے بعد آئیں گے یا جو بعد میں پیدا ہوں گے یا مسلمان جو غائبین میں حکم میں شامل ہوں گے تو کسی اور دلیل خارجی سے یہی مذہب ہے شیعہ کا اور اکثر اہل سنت کا بھی اہل سنت سے

بعد هم ولنا انه لايليق
المعدومين يا ايها الناس
ونحوه وانكاره مكابرة
وايضا فان الصبي والمجنون
اقرب الى الخطاب من المعدوم
لوجودهما وايضا فهما
بالانسانية مع ان خطابها
نحو ذلك ممتنع قطعا
فالمعدوم اجدران يمتنع

ایک جماعت کہتی ہے کہ صیغہ خطاب کا بعد والوں کے لئے بھی ہے اور ہمارے نزدیک معدوم کے لائق ہی نہیں کہ یا ایها الناس وغیرہ سے اسے خطاب کیا جائے اور اس کا انکار صاف حماقت ہے پھر لڑکا نابالغ اور پاگل تو خطاب کے زیادہ مستحق ہیں کہ وہ انسانیت کے وصف سے معدوم ہیں بمقابلہ معدوم کے کیونکہ وہ تو انسانیت سے متصف بھی نہیں جب لڑکے یا پاگل کو احکام شرعی کا مخاطب بنانا جائز نہیں تو معدوم کو خطاب کرنا کہاں جائز ہے۔

ایک اور شیعہ محقق لکھتا ہے۔

کنز الفوائد — ابی الفتح محمد بن علی کراجکی متوفی ۴۴۹ھ ص ۱۴، ۴۴۳، ۴۴۹

والشيئ في حال عدمه او في حال وجوده
ومحال ان يامره وهو في حال عدمه لان
المعدوم ليس بشيئ فتوجه اليه الامر والذين
يثبتون انه شيئ في حال عدم من المتكلمين لايخالفون
في انه لا يصح ان يؤمر ولا يصح من شيئ ان يفعل
الا ان يكون حيا قادرا ولا يصح منه ايضا ان
يفعل الحكم المتقن الا بعد كونه عالما كله على ان
المعدوم لا يؤمر والامر متوجه الى الطفل بشرط
وجوده وعقله الخطاب واما الخطاب
للمعدوم والجمادات والاموات
فمحال۔

کوئی شے یا معدوم ہوگی یا موجود اور حالت عدم میں خطاب کرنا محال ہے کیونکہ کوئی شے نہیں ہے لہذا خطاب کا اس کی طرف رخ کرنا محال ہے اور جو لوگ معدوم کو شے کہتے بھی ہیں وہ متکلمین اس پر متفق ہیں کہ اسے خطاب نہیں کیا جاتا۔ خطاب صرف اسے کیا جاتا ہے جو زندہ ہو کام پر قادر ہو ذی عقل اور ذی فہم ہو۔ لڑکے کو خطاب اس وقت کرتے ہیں جب وہ بالغ ہو چکا ہو اور معدوم کو خطاب اس وقت کرتے ہیں جب وہ موجود ہو چکا ہو اور لبشر عقل ہو۔ معدوم کو خطاب اور جمادات اور مردوں کو خطاب کرنا محال ہے۔

تضاد تو خیر شیعہ کے ہر مسئلے میں موجود ہے مگر یہاں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ علمائے شیعہ اپنے مذہب سے بھی کما حقہ واقف نہیں ان دو اقتباسات سے ظاہر ہے کہ

(۱) احکام میں خطاب موجودین کو ہوتا ہے معدومین کو نہیں۔
(۲) انبیاء ہمیشہ مکلفین کو خطاب کرتے ہیں نابالغوں اور دیوانوں کو نہیں کرتے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ صلب پدر میں اور رحم مادر میں کون مکلف ہوگا اور کس سے امام پر ایمان لانے کا مطالبہ ہوگا۔ شیعہ متکلم جس معدوم کو لاشے کہہ رہے ہیں شیعہ مفسر اس پر ایمان لانے کا مطالبہ کر رہے ہیں بھلا لاشے پر بھی ایمان لایا جاتا ہے۔ نبی زندہ انسانوں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں لطفوں کی طرف نہیں اور نبی اور امام کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے یعنی ہر نبی امام ہوتا ہے اور امام نبی نہیں ہوتا۔ اس بنا پر نبی پر غیر نبی کو فضیلت دینا صاف کفر اور زندقہ ہے۔

تحریفِ قرآن اور مدحِ شیعہ

قرآن میں مختلف مواقع پر انسانوں میں سے دو گروہوں کا ذکر آیا ہے یعنی مومن اور کافر۔ بعض مقامات پر تیسری جماعت کا ذکر بھی کیا گیا جنہیں منافق کہا گیا۔ یہ تینوں اصطلاحات ان لوگوں کے طرزِ حیات کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو انہوں نے اس دنیوی زندگی میں اختیار کئے رکھی، جہاں تک اخروی زندگی کا تعلق ہے وہ دار الجزاء ہے اس لئے اعمال کی جزاء کے اعتبار سے قرآن نے دو قسم کے لوگوں کا بیان کیا ہے۔ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال۔ کسی جگہ تین گروہوں کا ذکر فرمایا۔ اصحاب المیمنہ، اصحاب المشئمہ اور مقربون اور یہ فیصلہ قیامت کے دن ہوگا، اور اللہ تعالیٰ خود فیصلہ فرمائے گا کہ کون کس گروہ کے ساتھ شامل ہونے کا مستحق ہے۔

شیعہ مفسرینِ قرآن نے شیعہ جماعت کا مقام اور منصب متعین کرنے کے لئے قرآن سے خوب کام لیا ہے۔ ان کی نکتہ آفرینیاں دیکھ کر بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان بھلے لوگوں نے بڑی سینہ زوری دکھائی ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) تفسیر البرہان ۳ :

عن ابی عبد اللہ قال یا صفوان ابشر ان للہ ملائکۃ معہا قضبان من نور فاذا اراد الحفظۃ ان تکتب علی زائر الحسین سیئۃ قالت الملائکۃ للحفظۃ کفی - فتکف فاذا عدل سیئۃ قالت لہما اکتبی اولئک الذین یبدل اللہ سیاتہم حسنات -

امام جعفر نے فرمایا اے صفوان! خوش ہو جا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت اس کام کے لئے مقرر کر رکھی ہے اور ان کے ہاتھ میں نور کا ڈنڈا ہوتا ہے کہ حضرت حسین کی قبر کی زیارت کرنے والے شیعہ کی برائی کراماً کاتبین لکھنے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ جماعت انہیں لکھنے سے روک دیتی ہے وہ رک جاتی ہے قریباً سال بعد انہیں کہتے ہیں کہ اب لکھو۔ یہ وہ شیعہ ہیں جن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتے ہیں۔

اس تفسیر میں کئی نکات بیان ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ فرشتوں کی مختلف جماعتوں کی مختلف ڈیوٹیاں مقرر ہیں۔ ایک جماعت کی ڈیوٹی صرف یہ ہے کہ حضرت حسین کی قبر پر حاضر رہیں۔

دوم یہ ہے کہ جو شیعہ زائر زیارت قبر کیلئے آئے اس کی برائیاں لکھنے سے مقررہ فرشتوں کو روک دیں۔ سوم یہ کہ ان کے ہاتھوں میں نور کے ڈنڈے ہوتے ہیں۔ اس کی غرض غالباً یہی ہوگی کہ اگر لکھنے والے فرشتے نہ رکیں تو انہیں سزا دے سکیں یا یہ کہ اس جماعت کی یونیفارم ہوگی جیسے لاٹھی پولیس کے پاس لاٹھی کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

یہاں کئی سوال ذہن میں ابھرتے ہیں۔

(۱) شیعہ حضرات اپنے امام کی قبر کی زیارت کے لئے جاتے ہیں تو وہاں بھی گناہ کا مشغلہ کچھ دیر کے لئے ترک نہیں کر سکتے۔

(۲) حضرت حسین کی قبر کی زیارت کرنے کہاں جاتے ہیں کیونکہ شیعہ مجتہد علامہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب حیات القلوب ۲ ، ۳۰۳ پر لکھا ہے۔

امام جعفر فرماتے ہیں " اے عمش حسین بن علی جب شہید ہوئے تو فرشتے آسمان سے اتر کر اور پانچویں آسمان پر لے جا کر اپنے والد مولا علی کے اس بت کے پاس اس کو رکھ دیا جس کو خدا تعالیٰ نے فرشتوں کی درخواست پر اپنے نور سے پیدا کر کے زیارت گاہ ملائکہ اعلیٰ بنا دیا۔"

ظاہر ہے کہ امام حسین کی نعش کو فرشتے پانچویں آسمان پر لے گئے اور وہاں رکھ دیا۔ پھر زمین پر ان کی قبر کیسے بنائی گئی اور کہاں بنائی گئی، اگر بنائی گئی تو جھوٹ موٹ کی قبر ہوئی اور اگر یہ قبر بناوٹی نہیں اصلی ہے تو پھر ملا باقر جھوٹا ہے لیکن وہ امام جعفر کی روایت بیان کر رہا ہے پھر انہیں سچا کیونکر کہا جائے گا۔

(۳) چلئے قبر جیسی بھی ہے اصلی یا نقلی زائر قبر کا کام بن گیا۔
(۴) اس امر کی وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ سلوک صرف زیارت کے دوران ہوگا یا اس زائر کے ساتھ ہمیشہ یہ سلوک ہوتا ہے۔
(۵) شیعہ زائر کے نصیب جاگ اٹھے باقی شیعوں کے ساتھ کیا سلوک ہوگا یہ معلوم نہیں ہوسکا اس کے ساتھ ہی شیعہ کی اس خوش نصیبی کی وجہ بتائی گئی ہے۔

حب اهل البیت یکفر الذنوب و یضاعف الحسنات

امام فرماتے ہیں کہ ہم اہل بیت کی محبت گناہ کو دور کرتی ہے اور نیکیوں کو دو چند کر دیتی ہے

بات بڑی قیمتی ہے کہ محبت کی نشانی کیئے یا ثبوت کہ آدمی قبر حسین کی زیارت کرے۔ ائمہ کی قبروں کے متعلق شیعہ کا عقیدہ یہ ہے۔

۲- کنز الفوائد۔ شیعہ عالم کراجکی ص ۲۵۸

لیس زیارتنا المشاهدهم علی انهم بها ولکن شرف المواضع فکانت غیبة الاجسام فیها۔

ہماری ان قبروں کی زیارت اس لئے نہیں کی جاتی کہ اجسام آئمہ ان قبروں میں ہیں بلکہ شرف تو مکانوں کیلئے ہیں پس اجسام کی غیبت ہوگی

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب جسم قبر کے اندر نہیں تو قبر کیونکر متبرک ہوگی البتہ صاحب کنز الفوائد نے جو یہ فرمایا کہ امام تین دن سے زیادہ قبر میں نہیں رکھا جاتا بلکہ آسمانوں پر اٹھا لیا جاتا ہے اس وجہ سے ممکن ہے قبر کو شرف حاصل ہوگا کہ تین دن تک امام کا جسم اس میں رہا لیکن حضرت حسین کی قبر کے متعلق تو یہ شرف بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ علامہ باقر مجلسی کا کہنا ہے کہ فرشتوں نے حضرت حسین کی نعش قبر تک پہنچنے ہی نہیں دی جونہی وہ شہید ہوئے فرشتے اٹھا کر پانچویں آسمان پر لے گئے لہذا قبر امام حسین میں کیا تک ہوئی اگر کسی قبر کا نام قبر امام حسین رکھ دینا ہی کافی ہے تو کیوں نہ گھر میں ہی ایک قبر بنا کر اس پر قبر امام حسین لکھ دیا جائے! ور ہر شیعہ پیدائشی زوار بن جائے۔

(۳) تفسیر البرہان ۴ : ۹۱

عن ابی بصیر قال قال ابو عبد اللہ یا ابا محمد ان للہ ملائکة یسقطون الذنوب عن ظهور شیعتنا کما یسقط الریح الورق فی اوان سقوطه وذلك قوله تعالی عزوجل یسبحون بحمد ربهم ویستغفرون للذین امنوا واللہ ما اراد غیرکم۔

ابو بصیر کہتا ہے امام جعفر نے فرمایا اللہ نے فرشتوں کی ایک جماعت صرف اس کام پر مقرر کر رکھی ہے جو ہمارے شیعوں کی پشت پر سے گناہ صاف کرتی ہے جیسے ہوا موسم خزاں میں درختوں کے پتوں کو گرا دیتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرشتے اللہ کی تسبیح اور حمد کرتے ہیں اور اہل ایمان کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کی قسم اہل ایمان سے مراد تم شیعہ ہی تو ہو۔

غیر زائرین شیعہ کا معاملہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا سو وضاحت ہوگئی کہ غیر زائرین کے لئے فرشتوں کی ایک اور جماعت مقرر ہے، مگر اس میں غیر زائرین کی تخصیص کہیں نہیں بلکہ شیعہ ہونا کافی ہے۔ فرشتوں کو صرف کام پر لگانا مقصود ہو تو بات دوسری ہے ورنہ یہ سارا نظام عبث نظر آتا ہے۔ جب گناہ کو مٹا دینے پر فرشتے مقرر ہیں تو گناہوں کا اندراج کرنے کی کیا ضرورت ہے جب لکھا ہوا مٹ جانا یقینی ہے تو لکھنے کا مقصد کیا ہوا۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں کے گناہ لکھنے پر فرشتوں کو مقرر کرنے کی ضرورت ہی نہیں جب انسان ایک فعل عبث پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ سے کسی فعل عبث کی نسبت کرنا کوئی اچھا فعل نہیں۔

(۴) تفسیر مراۃ الانوار ص ۱۵۱

یستغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال الامام واللہ ما کان له من ذنب ولکن ضمن له ان یغفر ذنوب شیعة علی ما تقدم من ذنبهم وما تأخر

(اے نبیؐ) تاکہ اللہ بخش دے جو آگے ہو چکا اور جو بعد میں ہوگا۔ امام نے فرمایا خدا کی قسم رسول اللہ کا تو کوئی گناہ ہی نہ تھا یہ تو اللہ نے ذمہ داری لی ہے کہ میں شیعوں کے اگلے پچھلے سارے گناہ بخش دوں گا

اللہ تعالیٰ نے شیعہ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دینے کی ذمہ داری لے لی ہے۔ "قرآن" گواہ ہے لہذا شیعوں کو گناہ کرنے کے معاملے میں سستی یا کم ہمتی

سے کام نہیں لینا چاہیئے۔

(۵) تفسیر البرھان ۲ : ۳۹۴

یاعلی ان شیعتک مغفور لھم علی ما کان فیھم من ذنوب و عیوب۔

اے علی! آپ کے شیعہ بخشے ہوئے ہیں خواہ ان میں کتنے گناہ اور عیب ہوں۔

(۶) تفسیر البرھان ۴ : ۴۵۶

فنقول ھؤلاء شیعتنا فیقول اللہ تعالی قد جعلت امرھم الیکم وشفعتکم فیھم غفرت لمسیئھم ادخلوھم الجنۃ بغیر حساب۔

امام جعفر فرماتے ہیں کہ اگر اللہ نے کسی شیعہ سے گناہ کے متعلق سوال کیا تو ہم (آئمہ) کہیں گے یہ ہمارا شیعہ ہے تو اللہ فرمائے گا اچھا تو ان کا حساب میں نے آپکے سپرد کیا۔ تمہاری شفاعت انکے حق میں قبول کی اور میں نے ان بدکاروں کو بخش دیا۔ ان کو حساب کے بغیر ہی جنت میں لے جاؤ۔

لوگ روز حساب سے یونہی ڈرتے اور لرزتے ہیں۔ کتنا آسان نسخہ ہے۔ نام لکھا دو شیعہ میں اور بدکاری میں ریکارڈ قائم کر دو۔ بغیر پوچھ گچھ جنت میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ کے لئے عیش کرو۔

یہ تفسیری نکات بڑے خوش کن اور حوصلہ افزا ہیں لیکن شیعہ علماء کے قلم سے کبھی کبھار کوئی ایسی بات نکل جاتی ہے جو سارا مزا کرکرا کر دیتی ہے۔ مثلاً

کنز الفوائد ص ۳۳۶

قد اخبر اللہ تعالی عز وجل عن ابن نبیہ نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح ھذا مع قول الرسول علی رؤس الاشھاد فی اخر ایام من الدنیا

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی نوحؑ کے بیٹے کے متعلق فرمایا کہ وہ تیرے اہل بیت سے نہیں یہ سوال عمل غیر صالح ہے اس کے ساتھ ہی رسول کریمؐ کا یہ قول جو آپ نے علی الاعلان دنیوی زندگی کے آخری ایام میں فرمایا تھا جب آپ نے اپنی بیٹی کو نصیحت کرتے ہوئے مخاطب فرمایا اور وصیت فرمائی پھر آپ

حیث وعظ امتہ وذکرھم ووصاھم ثم اقبل علی اھل بیتہ خاصۃ فقال یا فاطمہ ابنۃ محمد اعملی فانی لا اغنی عنک من اللہ شیئا یا عباس یا عم رسول اللہ اعمل فانی لا اغنی عنک من اللہ شیئا ثم اقبل علی سواھم من الناس فقال یا ایھا الناس لا یدعی مدع ولا یتمنی متمن والذی بعث بالحق لا ینجینی الا عمل مع رحمتہ ولو عصیت لھویت اللھم ھل بلغت۔

خاص طور پر اپنے اہل بیت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے فاطمہ! بیٹی محمدؐ کی عمل کرنا، میں تم سے عذاب کا ذرہ بھر حصہ بھی ٹال نہیں سکوں گا۔ اے عباس! اے رسول خدا کے چچا عمل کرنا میں تم پر سے عذاب الٰہی کا کوئی حصہ دور نہ کر سکوں گا پھر ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے انسانو! کوئی مدعی دعوٰی نہ کرے اور نہ کوئی خواہشات کا بندہ خواہشوں پر ریجھا رہے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا مجھے خود بغیر عمل اور اس کی رحمت کے نجات نہ ہوگی اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو گمراہ ہو جاؤں اے اللہ میں نے آپ کا حکم پہنچا دیا۔

علمائے شیعہ کا یہ اعتراف حقیقت دیکھ کر آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ

۱۔ نبی کریمؐ اپنی بیٹی کو تاکید فرماتے ہیں کہ بیٹی عمل کرنا۔ اگر اعمال کے متعلق مواخذہ ہوا تو میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔

۲۔ نبی کریمؐ اپنے چچا کو تاکید فرما رہے ہیں کہ عمل صالح کا اہتمام کرنا میں تمہیں عذاب سے ہرگز نہیں بچا سکوں گا۔

مگر صاحب تفسیر مرآۃ الانوار کہتے ہیں کہ شیعوں کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے۔ صاحب تفسیر البرہان کہتے ہیں شیعہ سے پوچھ گچھ ہوگی تو امام کہیں گے یہ تو ہمارے شیعہ ہیں، پھر شیعوں کا حساب ہی نہ ہوگا اور سیدھے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا نبی کریمؐ کے مقابلے میں اماموں کا اختیار زیادہ ہوگا یا نبی کریمؐ کا جو تعلق اور جو شفقت اپنی بیٹی اور چچا کے ساتھ ہے۔ شیعوں کے

سا[illegible] اماموں کا تعلق اس سے زیادہ ہے۔

یا نبی کریمؐ اور اہل بیت نبوی کے مقابلے میں شیعہ زیادہ مقدس ہیں کہ ان کے متعلق نبی کریمؐ عمل کی تاکید فرمائیں اور شیعہ کو اپنے امام بدکاری کا کھلا لائسنس جاری کر دیں۔ یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے۔

ممکن ہے یہ کہا جائے کہ نبی کریمؐ نے اپنے اہل بیت کے متعلق یہ کہا ہے شیعوں کے متعلق تو کچھ نہیں فرمایا، مگر اس اقتباس میں ایک شق اور بھی ہے کہ حضورؐ نے آخر میں فرمایا ایھا الناس! یعنی بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ نہ صرف دعوی سے کام چلے گا نہ نری تمناؤں سے بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔ اس لئے اگر شیعہ پر لفظ انسان کا اطلاق ہو سکتا ہے تو عمل صالح کا یہ بھی مکلف ہے اور اگر انسان کا لفظ شیعوں کی شان سے کم تر درجے کا ہے تو وہ آزاد ہیں۔

اس اعلان کی مزید اہمیت یہ ہے کہ حضورؐ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں فرمایا۔ اس لئے یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا، البتہ ایک بات ضرور ہے کہ اللہ نے یا حضورؐ نے یہ حکم منسوخ نہیں فرمایا مگر امام کو حق حاصل ہے کہ نبیؐ کی شریعت ہی کو منسوخ کر دے تو یہ حکم اماموں کی طاقت اور ان کے اختیارات کے سامنے کب ٹھہر سکتا ہے، بہرحال مختصر یہ ہے کہ اگر نبی کریمؐ سے کوئی تعلق ہے تو کام کرنا پڑے گا اور حضورؐ سے واقفیت ہی نہیں تو ہر طرح کی آزادی ہے کیونکہ فرشتوں کی جماعت مقرر ہے تمہاری پشتوں سے داغ گناہ صاف کرتی رہے گی۔

(۷) تفسیر البرہان سید ہاشم بحرانی ۲ : ۳۵

عن ابی عبد اللہ ان الکروبیین	امام جعفرؒ سے روایت ہے کہ ہمارے شیعوں میں
قوم من شیعتنا من الخلق	سے ایک "قوم کروبی" ہے جو آدمؑ سے پہلے پیدا
الاولی جعلھم اللہ خلف العرش	ہوئی اللہ نے انہیں عرش کے پیچھے آباد کیا اگر ان میں
لو قسم نور واحد منھم علی	سے صرف ایک شیعہ کا نور پوری زمین کی مخلوق پر

الارض لکفاھم ثم قال	تقسیم کیا جائے تو کافی ہو گا پھر فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ
ان موسیٰ لما سئل ربہ ما سئل	نے اپنے رب سے جو سوال کیا سو کیا تو اللہ نے
امر واحد من الکروبین تجلی	ایک شیعہ کو حکم دیا اس نے پہاڑ پر تجلی ڈالی
للجبل فجعلہ دکا۔	پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔

قرآن کہتا ہے فلما تجلی ربہ یعنی رب موسیٰؑ نے تجلی ڈالی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور شیعہ تفسیر قرآن کہتی ہے تجلی شیعہ نے ڈالی۔ متن اور تفسیر میں تطابق پیدا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ شیعہ کو رب تسلیم کیا جائے (معاذاللہ) اگر ایسا نہ کیا جائے تو مفسر صاحب مہا جھوٹے بلکہ پاگل تسلیم کرنے پڑیں گے اور اگر ایسا کیا جائے تو شیعہ کی عظمت اور فضیلت واضح ہو جاتی ہے مگر اللہ کے کلام کو معاذاللہ جھوٹ ماننا پڑتا ہے جو ایک مسلمان کی ہمت سے باہر ہے۔ ہاں شیعہ تسلیم کر لیں تو بعید نہیں

(۸) تفسیر البرہان ۱ : ۵۴۰

فان یکفر بھا ھؤلاء یعنی اصحابہ	اصحاب رسول اور قریش اور جنہوں نے امیرالمومنین
وقریشا ومن انکر بیعۃ امیرالمومنین فقد	کی بیعت نہیں کی اگر کفر کریں تو ہم نے قرآن کو
وکلنا بھا قوما لیسوا بھا بکافرین یعنی	امیرالمومنین کے شیعوں کے سپرد کر دیا۔ پھر
شیعۃ امیرالمؤمنین ثم قال تادیبا للرسول	نبی کریمؐ کو ادب سکھاتے ہوئے فرمایا۔
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولئک الذین	شیعان علی ہدایت یافتہ ہیں۔ اے محمدؐ
ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ یا محمد	تو ان کی اقتدا کر۔

شیعوں کی عظمت اور فضیلت کی انتہا ہو گئی وہ جس نے تمام انبیاء کی امامت کرائی اسے حکم ہو رہا ہے کہ شیعوں کا مقتدی بن۔

ع یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

تحریف قرآن اور دینِ شیعہ

شیعہ کی عظمت اور فضیلت ثابت کرنے کے لئے تحریف قرآن کے ہتھیار سے جو کام لیا گیا ہے اس کی چند مثالیں آپ گزشتہ باب میں دیکھ چکے ہیں۔ قدرتی طور پر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیعہ کو یہ عظمت صرف دین شیعہ کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے لہٰذا دین شیعہ سے بھی کچھ واقفیت ہونی ضروری ہے خواہ وہ اجمالی ہی کیوں ہو، چنانچہ ہم دین شیعہ کی چند خصوصیات شیعہ آئمہ اور علماء کی زبانی پیش کرتے ہیں۔

(۱) اصول کافی باب الکتمان۔ امام جعفر فرماتے ہیں

انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ و من اذاعہ اذلہ اللہ۔

شیعو! تم ایسے دین پر ہو کہ جس نے اس دین کو چھپا رکھا اللہ اسے عزت دے گا اور جس نے اس دین کو ظاہر کر دیا اور پھیلایا اللہ اسے ذلیل کرے گا

شیعہ وہ دین ہے جس کے چھپا رکھنے میں عزت ہے اور ظاہر کرنے میں ذلت ہے۔ سوال یہ ہے کہ شیعہ نے اپنی طرف سے جو کتابیں تصنیف فرمائیں۔ مثلاً فقہ وغیرہ اور اماموں کی جو روایات اصلی یا نقلی بنائیں اور پھیلائیں اور کتاب الٰہی کی جو الٹی سیدھی تفسیریں شائع کر ڈالیں کیا یہ دین کو چھپانا ہے یا ظاہر کرنا ہے، اگر یہ چھپانا نہیں کہلا سکتا تو یہ لازماً ظاہر کرنا ہوا۔ امام کے فرمان کے مطابق اس کا نتیجہ ذلت ہے مگر شیعوں میں تو بڑے بڑے معزز حضرات موجود ہیں۔ پھر امام کا قول کیونکر صحیح ہوا؟ اذلہ اللہ سے یہ عقدہ کھلتا ہے کہ انسانوں کے نزدیک ایسے شیعہ کتنے ہی معزز کیوں نہ ہوں اللہ کے ہاں وہ لازماً ذلیل ہیں اگر انہیں ذلیل نہ مانیں تو امام کو جھوٹا تسلیم کرنا پڑتا ہے، لہٰذا اب انسان خود فیصلہ کرے کہ اسے کونسی بات تسلیم کرنی ہے۔

(۲) فصل الخطاب۔ علامہ نوری طبری ص ۸۰

عن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام فی حدیث طویل فیہ ولا تعلموا ھذا الخلق اصول دین اللہ بل ارضوا بما رضی اللہ لھم من ضلالھم

امام موسیٰ بن امام جعفر سے ایک طویل حدیث میں بیان ہوا ہے کہ مخلوق کو اصول دین کی تعلیم مت دو انہیں دین مت سکھاؤ بلکہ ان کی گمراہی پر تم بھی راضی رہو جیسا اللہ ان کی گمراہی پر راضی ہے

پہلی روایت امام جعفر کی ہے دوسری ان کے بیٹے کی، لہٰذا بات پکی ہو گئی، کہ دین شیعہ ایسا دین ہے جو نہ ظاہر کرنے کے قابل ہے نہ اس قابل ہے کہ کسی انسان کو اس کی تعلیم دی جائے۔ پھر یہ ہے کہ کس مرض کی دوا اور کس ضرورت کا علاج۔

دین نام ہی ضابطۂ حیات کا ہے اگر انسان کو جینے کا ڈھنگ سکھانا ذلت کا باعث ہو تو دین کی ضرورت کیا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اسلام کے متعلق بنیادی طور پر اعلان فرمایا کہ ان الدین عند اللہ الاسلام کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے پھر اس دین کے سکھانے کے لئے معلم انسانیت کی زبانی اعلان کرایا قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا کہ اے بنی نوع انسان! مجھے تمہاری طرف صرف اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں تمہیں دین سکھاؤں پھر اس معلم اور مربی کو حکم دیا کہ اُدع الی سبیل ربک کہ لوگوں کو اپنے رب کے رستے کی طرف بلا یعنی دین اسلام کی دعوت دے اور یہ بات بار بار کہلوائی۔ مثلاً قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی یعنی میں علی وجہ البصیرۃ اللہ کی طرف بلاتا ہوں میرا رستہ اور میرا دین یہی ہے اور جو میری اتباع کرے اس کا فریضہ بھی یہی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین شیعہ اللہ کا پسندیدہ دین نہیں بلکہ سرے سے اللہ کا دین ہی نہیں ورنہ اس دین کو ظاہر کرنے والا اللہ کا مبغوض کیوں ہوتا۔

پھر یہ کہ دین شیعہ رسول کریم ؐ کا دین بھی نہیں کیونکہ آپ ؐ جس دین کے معلم اور نمائندے تھے اس کو چھپاتے نہیں تھے بلکہ علی وجہ البصیرت اس کی دعوت دیتے تھے۔

پھر یہ کہ دین شیعہ ان لوگوں کا دین بھی نہیں، جو نبی کریمؐ کے متبع اور پیرو ہیں، بلکہ یہ دین شیعہ کچھ ایسے ذہین لوگوں کا تیار کیا ہوا دین ہے۔ جو جانتے تھے کہ اسے ظاہر کرنا نری جگ ہنسائی ہے لہذا قدغن لگا دی کہ جو ظاہر کرے گا وہ اللہ کے ہاں ذلیل ہوگا

پہلی روایت میں اگر یہ الفاظ کہ "انکم علی دینی" امام جعفر کے ہیں تو اس سے ایک اور نکتہ ملتا ہے کہ امام جعفر کو زرارہ اور ابو بصیر جیسی نابغہ روزگار شخصیتوں کی کارستانیوں کا علم ہو گیا اور اس بات کا علم بھی ہو گیا کہ شیعہ لوگ ایسے لوگوں کا تیار کردہ دین قبول کر رہے ہیں اس لئے انہیں تنبیہہ کی کہ تم جس دین کو اپنا رہے ہو اسے ظاہر کرنا مفت کی ذلت قبول کرنا ہے نیز اس سے یہ نکتہ بھی ملا کہ امام جعفر کا دین یہ نہیں تھا اس لئے فرمایا انکم علی دینی۔ اگر امام جعفر کا مذہب اسلام نہیں بلکہ دین شیعہ ہوتا تو فرماتے نحن علی دینی۔

(۳) فصل الخطاب ص ۲۲۳ اور رجال کشی

عن ابی بصیر قال قال ابو جعفر یقوم القائم بامر جدید وکتاب جدید۔

ابو بصیر کہتا ہے امام باقر نے فرمایا جب امام غائب ظاہر ہوگا تو نیا دین اور نئی کتاب لائے گا۔

اس روایت سے یہ عقدہ کھل گیا کہ پہلی روایت میں امام جعفر نے کیوں فرمایا کہ تم جس دین پر ہو اس کا ظاہر کرنے والا ذلیل اور اس کو چھپانے والا معزز ہے۔ امام باقر نے وضاحت فرما دی کہ دین شیعہ بالکل بے اصل ہے کیونکہ دین کی بنیاد کتاب پر ہوتی ہے جب شیعہ کے پاس کتاب ہی نہیں تو دین کہاں سے آگیا، البتہ امام نے شیعوں کی ڈھارس بندھائی کہ جس غائب امام کے تم منتظر ہو وہ آئے گا تو کتاب جدید لائے گا اور اس کتاب پر مبنی جدید دین بھی پیش کرے گا۔ گویا دین شیعہ کی ابتدا اس روز ہوگی جب یہ دونوں چیزیں ظہور میں آئیں گی۔ رہا حال کا سوال تو ظاہر کہ اب نہ اس کی کوئی اصل ہے نہ کوئی فرع بلکہ اس کی حیثیت وہی ہے جیسے کوئی ڈرامہ سٹیج کیا جاتا ہے کہ افسانہ بھی فرضی، کردار بھی فرضی۔ محض دفع الوقتی کے لئے شوق پورا کرنے کی ایک صورت نکال لی گئی ہے۔

اس روایت میں لفظ "جدید" ذرا کھٹکتا ہے۔ اگر امام غائب کتاب جدید لائے گا تو وہ کتاب قدیم کہاں گئی جو محمد رسول اللہؐ پر نازل ہوئی۔ حضرت علی نے جمع کی۔ شیعہ اس کے انتظار میں دن گزار رہے ہیں اگر امام غائب نے بھی نئی کتاب لانی ہے تو شیعوں کی محرومی کی انتہا اس روز ہوگی جب امام قائم ظاہر ہوگا۔

"کتاب جدید" کی صورت یہ بنی۔ رہا امر جدید کا سوال تو شیعوں کے لئے ایک اور مصیبت ہوئی کہ محمد رسول اللہؐ نے جو دین پیش کیا اور جو شریعت سکھائی وہ تو ہے قدیم۔ امام ظاہر ہو کر دین بھی نیا اور شریعت بھی نئی لائے گا۔ گویا اس دین اور شریعت کا دین محمد رسول اللہؐ اور شریعت محمد رسول اللہؐ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ یعنی امام غائب جب ظاہر ہوگا تو شیعوں کے اس دعوے کے بطلان پر مہر تصدیق ثبت کر دے گا کہ دین شیعہ کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ دین اسلام قدیم ترین دین ہے اور اس کی شریعت جو محمد رسول اللہؐ نے سکھائی وہ بھی قدیم ہے اور یہ دین اور شریعت جو امام غائب لائے گا وہ جدید ہوگی، لہذا امام کا ظہور شیعوں کے لئے گویا محرومی اور مایوسی کی انتہا ہوگی۔

شیعہ اماموں کا تعارف

شیعہ کے نزدیک اماموں کی عظمت کے بیان کے بعد ان کے ائمہ کا کچھ تعارف بھی ضروری ہے۔

۱۔ تفسیر عیاشی ۱:۲۵۲، بحار الانوار علامہ مجلسی ۲۱۰:۰، تفسیر البرہان ۱:۳۸۶

فکان الامام علی ثم کان الحسن ثم کان الحسین بن علی ثم کان علی بن حسین ثم کان محمد بن علی ابو جعفرؑ وکانت الشیعة قبل ان یکون ابو جعفرؑ وهم لا یعرفون مناسك حجهم ولا حلالهم ولا حرامهم حتی کان ابو جعفر فحج لهم وبین لهم مناسك حجهم وحلالهم وحرامهم حتی استغنوا عن الناس وصار الناس یتعلمون منهم بعد ما کانوا یتعلمون من الناس۔	پہلے امام علی، پھر حسن پھر حسین بن علی پھر علی بن حسین پھر محمد بن علی ابو جعفر تھے اور ابو جعفر یعنی امام باقر سے پہلے شیعہ نہ تو حج کے احکام جانتے تھے نہ حلال وحرام سے واقف تھے حتیٰ کہ امام باقر نے ان کے لئے حج کیا اور شیعہ کو حج کے احکام بتائے اور انہیں حلال وحرام سے روشناس کرایا حتیٰ کہ شیعہ دوسرے لوگوں سے سیکھنے سے مستغنی ہو گئے اور اب لوگ ان سے سیکھنے لگے۔

اس تفسیری اقتباس میں گو بارہ میں سے صرف پانچ اماموں کا ذکر ہوا ہے مگر کئی اہم مسائل حل کر دیئے گئے مثلاً

۱۔ اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے کہ شیعہ مذہب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ حلال وحرام کا تعارف پانچویں شیعہ امام محمد باقر نے کرایا۔ اس سے پہلے شیعہ حلال وحرام کا تصور ہی نہیں رکھتے تھے۔

۲۔ عبادات میں حج کی عبادت بڑی اہمیت رکھتی ہے اور حج کے مناسک بھی امام باقر ہی نے شیعہ کو بتائے

۳۔ مناسک حج صرف بتانے نہیں بلکہ عملی نمونہ دیتے ہوئے شیعوں کے سامنے حج کیا اور انہیں حج کرنا سکھایا۔

۴۔ امام باقر سے پہلے شیعہ اپنے مذہب کے مسائل "لوگوں" سے سیکھتے تھے مگر امام باقر کے بعد وہ ایسے عالم بن گئے کہ "لوگ" ان سے سیکھنے لگے۔

یہ چاروں باتیں جہاں نہایت اہم ہیں وہاں ان سے کئی سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں۔

مثلاً دین خواہ دین حق ہو یا دین باطل اس کی بنیاد اس وقت پڑتی ہے جب اس کے ماننے والوں کے لئے جائز و ناجائز یا حلال وحرام میں حد فاضل مقرر کی جائے اس کے بغیر دین کا کوئی تصور ہی ذہن میں نہیں آسکتا دنیا کے مذاہب بلکہ دنیا کی کسی تحریک کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے اس کی ابتداء ہی اس سے ہو گی کہ یہ کام کرنے کا ہے یہ نہ کرنے کا اور اگر شرعی اصطلاح استعمال کی جائے تو کہا جائے گا کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ اس بات پر مزید غور کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ اعمال میں اس تقسیم کی بنیاد دراصل وہ عقیدہ ہوتا ہے وہ فکر ہوتی ہے جو صحیح اور غلط جائز و ناجائز کی تعین کرتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا شیعہ مذہب کی ابتداء ہی پانچویں امام سے ہوئی۔ اس سے پہلے جب انہیں حلال و حرام میں تمیز نہیں تھی بلکہ اس کا تصور ہی نہیں تھا تو ان کے مذہب کا وجود کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ب) اسی سے دوسرا سوال یہ پھوٹتا ہے کہ حلال وحرام تو پانچویں امام نے سکھایا تو پہلے چار کیا کرتے رہے؟ کیا ان کو حلال وحرام کا علم تھا یا نہیں؟

اگر علم تھا تو انہوں نے اپنے شیعوں کو حلال وحرام میں تمیز کرنا کیوں نہ سکھایا؟

اور اگر انہیں خود علم ہی نہیں تھا تو امام کس بات کے ہوئے؟

اگر علم تھا مگر سکھایا نہیں تو کیا خود بھی حلال وحرام کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کی یا ان قیود سے بے نیاز ہو کر رہے؟

اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے حلال وحرام کا علم رکھتے ہوئے ان پابندیوں کے تحت زندگی بسر کی تو اس کا ثبوت کیا ہے؟

۲۔ دوسری بات سے بھی کئی سوال پیدا ہوتے ہیں مثلاً

(ا) امام باقرؒ نے شیعہ کو حج کرنے کی اٹکل سکھائی تو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے شیعہ حج کرتے ہی نہیں تھے۔

(ب) جب شیعہ کو حلال و حرام کا علم نہیں تھا تو اس کا کب علم تھا کہ حج کرنا حلال ہے یا فرض ہے یا عبادت ہے۔

(ج) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مناسک حج بتائے پھر حجۃ الوداع میں حضورؐ نے خود حج کرنے کا عملی نمونہ پیش کیا۔ دین کی تکمیل ہو گئی اور حضورؐ نے حکم دے دیا۔ فلیبلغ الشاھد الغائب تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ حج کے مسائل جو حضورؐ نے بتائے وہ شیعوں کی سمجھ میں نہیں آئے یا شیعوں کو حضورؐ پر اعتماد نہیں تھا۔

اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو یوں لگتا ہے جیسے شیعہ کا حضورؐ کے وقت وجود ہی نہیں تھا اور حجۃ الوداع میں کوئی شیعہ شریک نہیں ہوا۔

(د) امام باقرؒ سے پہلے شیعوں نے کبھی حج نہیں کیا۔

۳۔ تیسری بات کہ امام باقرؒ نے شیعوں کو عملی طور پر حج کرنا سکھایا۔

اس سے ظاہر ہے کہ پہلے چار اماموں نے شیعوں کو حج کے مسائل نہیں بتائے اور کوئی حج نہیں کیا اگر وہ حج کرتے تو اپنے شیعوں کو حج کے مسائل کیوں نہ بتاتے اور سکھاتے، اگر انہوں نے مسائل بتائے سکھائے اور حج کئے تو شیعوں نے اپنے چار اماموں پر یہ تہمت کیوں لگائی کہ ہمیں تو کسی نے حلال و حرام کی تمیز بھی نہیں سکھائی، جن کا اپنوں کے ساتھ یہ سلوک ہے غیروں کو ان سے کیا توقع ہے۔

ع تمہارا تھا دوستدار حالی اور اپنے بیگانے کا رضا جو
سلوک اس سے کئے یہ تم نے تو ہم سے کیا کیا نہ کیجئے گا

۴۔ چوتھی بات کہ امام باقرؒ سے پہلے شیعہ اپنا دین لوگوں سے سیکھتے تھے۔

(ا) سوال یہ ہے کہ وہ لوگ کون تھے؟

(ب) "لوگ" سے مراد امام تو ہو نہیں سکتے کیونکہ شیعہ کا اعتراف ہے کہ امام باقرؒ سے

پہلے انہیں دین کے بنیادی مسائل بلکہ حرام و حلال کا بنیادی مسئلہ بھی کسی امام نے نہیں بتایا۔

(ج) لوگ سے مراد صحابہ ہو سکتے ہیں مگر شیعوں کا اعتراف ہے کہ تین کے بغیر سب صحابہ (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے، لہذا شیعوں سے بعید ہے کہ وہ "مرتدوں" سے دین سیکھتے۔

(د) جو تین رہ گئے ان کے متعلق شیعہ کا عقیدہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کو بھی اپنے دل کی نہیں بتاتے تھے جیسا بیان ہو چکا ہے کہ سلمان اگر اپنے دل کی بات اپنے بھائی کو بتا دیتا تو وہ اسے قتل کر دیتا۔ حالات کی نزاکت کا جب یہ عالم تھا تو کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ شیعوں کو وہ کوئی سچی بات بتاتے۔

اب صرف تین جماعتیں باقی رہ گئیں مشرکین، یہود اور نصاریٰ تو ممکن ہے کہ شیعوں نے اپنا دین ان میں سے کسی جماعت کے لوگوں سے یا سب جماعتوں کے لوگوں سے سیکھا ہو۔

(ہ) امام باقرؒ کے بعد لوگ شیعوں کے محتاج ہو گئے یہ محتاجوں کی جماعت کونسی تھی۔ مسلمانوں نے دین اسلام یا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا یا حضورؐ کے بعد صحابہ کرام سے سیکھا انہیں شیعوں کی کوئی محتاجی نہ تھی رہ گئے مشرکین، یہود اور نصاریٰ تو ممکن ہے شیعوں نے اپنے اساتذہ کی نسلوں کو وہی دین سکھایا ہو جو انہوں نے ان کے آباؤ اجداد سے سیکھا تھا مگر اس کا امکان بھی بہت کم ہے کیونکہ چھٹے امام نے اعلان کر دیا تھا کہ تم جس دین پر ہو اگر تم نے اسے ظاہر کیا تو اللہ تمہیں ذلیل کرے گا اگر شیعوں کو امام پر اعتماد ہے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی شیعہ اپنا دین کسی دوسرے کے سامنے ظاہر کر کے اللہ کے سامنے ذلیل ہو۔ لہذا یہ بات کہ لوگ دین کے بارے میں شیعوں کے محتاج ہو گئے خواب کی بات معلوم ہوتی ہے۔

رہی یہ بات کہ پانچویں امام سے پہلے شیعہ دوسرے لوگوں کے محتاج تھے۔ شیعوں کی محتاجی کے پیش نظر خارج از امکان نہیں البتہ اس امکان کا رخ مشرکین، یہود یا

نصاریٰ کی طرف ہے۔ مسلمانوں سے سیکھنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔ اصول کافی طبع جدید ۳ : ۳۱ پر یہی بات ذرا سے لفظی اختلاف کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔

شرح اصول کافی میں اس حدیث کا ترجمہ لکھتے ہوئے فرمایا

"شیعہ پیش از ابی جعفر مناسک حج و حلال و حرام خود را ہم نمی دانستند"

اس روایت پر طویل غور و فکر کے بعد جو نتیجہ حاصل ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شیعہ مذہب موجود نہیں تھا اور اور نبی کریم ﷺ نے اس مذہب کی تعلیم مطلق نہیں دی۔

(۲) شیعہ کے پہلے چار مزعومہ اماموں کے زمانے میں بھی شیعہ مذہب کا وجود نہیں تھا۔

(۳) چوتھے امام علی بن الحسین کا سن وفات ۹۱ھ ہے یعنی اسلام کی ابتدائی صدی میں شیعہ مذہب کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

(۴) شیعہ مذہب امام باقر سے شروع ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ امام باقر نبی نہیں تھے۔ لہٰذا اس مذہب کا تعلق نبی کریم ﷺ بلکہ کسی نبی سے بھی مطلق نہیں اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے ہماری کتاب ایجاد مذہب شیعہ اور تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین۔

(۵) امام باقر سے اس مذہب کا آغاز تسلیم کیا جائے اور اس کے بغیر چارہ نہیں تو لازماً امام باقر کو نبی ماننا پڑے گا اور یہ عقیدہ ختم نبوت کے منافی اور صریح کفر ہے۔

شیعہ مذہب میں حلال و حرام کے اصول

اس امر کی وضاحت ہو چکی ہے کہ امام باقر سے پہلے شیعہ حلال و حرام سے واقف نہیں تھے۔ اب ذرا یہ دیکھتے ہیں کہ امام باقر اور بعد کے ائمہ نے شیعوں کو حلال و حرام کی تمیز کیسے سکھائی۔

۱۔ تفسیر عیاشی ۱ : ۳۸۲، ۳۸۳

عن زرارہ قال سألت اباجعفر عن الجری فقال ما الجری فنعتتہ لہ قال فقال لا اجد فیما اوحی الی محرما الخ ثم قال لم یحرم اللہ شیئا من الحیوان فی القرآن الا الخنزیر بعینہ ویکرہ کل شیئ من البحر لیس فیہ قشر قال قلت وما القشر قال الذی مثل الورق ولیس ھو بحرام انما ھو مکروہ۔

زرارہ کہتا ہے میں نے امام باقر سے مچھلی جری کے متعلق پوچھا۔ امام نے فرمایا وہ کیا چیز ہے میں نے مچھلی کی وضاحت کی تو امام نے فرمایا کہ میں تو اس چیز کو حرام کہتا ہوں جسے اللہ کی کتاب میں حرام کہا گیا ہے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حیوانوں سے کسی چیز کو بھی حرام نہیں کہا قرآن میں۔ ہاں صرف خنزیر بعینہ حرام ہے۔ دریا کی ہر چیز مکروہ ہے جس میں قشر ہو میں نے پوچھا قشر کیا ہے تو فرمایا مثل ورق کے ہے اور وہ بھی حرام نہیں صرف مکروہ ہے۔

روایت میں قرآن کریم کی آیت جس کا حوالہ دیا گیا ہے یوں ہے۔

قل لا اجد فیما اوحی الی
محرما علی طاعم یطعمہ
الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا
او لحم خنزیر فانہ رجس او فسقا
اھل لغیر اللہ بہ (الانعام)

یعنی امام باقر نے حلت و حرمت کے متعلق ایک اصول بیان فرمایا کہ حلت و حرمت کا فیصلہ قرآن کرتا ہے۔ دوسرا اصول یہ بیان فرمایا کہ خنزیر کے بغیر حیوانات میں سے کوئی چیز حرام نہیں۔

امام نے حوالہ کے طور پر قرآن کی جو آیت پڑھی اس سے چار چیزوں کی حرمت ثابت ہوئی یعنی مردار، دم مسفوح، جو وقت ذبح خارج ہوتا ہے، خنزیر کا گوشت اور جو جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، باقی سب جانور حلال ہیں کیونکہ اصول یہ ہے کہ چیزوں کی اصل حلت ہے۔ شریعت نے حرمت بیان کی ہے اور قرآن جو شریعت کا پہلا ماخذ ہے اس نے صرف یہ چار چیزیں حرام قرار دی ہیں لہذا باقی تمام چرند پرند درند حلال قرار پائے۔

حلال کے دائرے کی اس وسعت کو ذہن میں رکھئے اور اندازہ کیجئے کہ کوئی سو سال بعد شیعوں کو حلال و حرام سے آشنا کیا گیا تو اس میں کتنی سہولت اور دریا دلی کا ثبوت دیا گیا کہ چیل، کوّے، سانپ بچھو سے لے کر کتے اور گدھے تک تمام جانور شیعوں کے لئے حلال قرار پائے کیونکہ قرآن نے ان کی حرمت کا کوئی حکم نہیں دیا اور چیزوں کی اصل حلت ہے۔

۲۔ تفسیر البرہان ۲ : ۳۶۱، تفسیر عیاشی ۱ : ۳۸۲، ۳۸۳ طبع تہران

عن حریز عن ابی عبد اللہ قال سئل عن سباع الطیر والوحش والقنافذ والوطواط، والحمیر والبغال والخیل فقال لیس بحرام الا ما حرم اللہ فی کتابہ وقد نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم خیبر عن اکل لحوم الحمیر وانما نہاھم

حریز امام جعفر سے بیان کرتا ہے کہ امام سے ان پرندوں کے متعلق سوال کیا گیا جو چیرنے پھاڑنے والے ہیں اور درندہ جانوروں کے متعلق، جھا اور چمگادڑ کے متعلق گدھے اور گھوڑے اور خچر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا یہ حرام نہیں ہیں حرام صرف وہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دی۔ اور خیبر میں نبی کریمؐ نے گدھے کا گوشت کھانے سے جو منع فرمایا تھا تو وہ صرف اس لئے تھا کہ سواری

عن اجل ظہرھم ان یفنوا ولیس الحمیر بحرام وقال قرأ ھذا الایۃ قل لا اجد فیما اوحی الی الخ

کے جانور ختم ہی نہ ہو جائیں ورنہ گدھا حرام نہیں ہے پھر امام نے آیت قل لا اجد الخ پڑھی۔

عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر قال کان اصحاب المغیرۃ یکتبون الی ان اسئلہ عن الجری والمارماھی والزمیر وما لیس لہ قشر من السمک حرام ھو ام لا قال سئالتہ من ذلک فقال یا محمد اقرا ھذہ الایۃ التی فی الانعام قال فقرأتھا حتی فرغت منھا فقال انما الحرام ما حرم اللہ فی کتابہ ولکنھم یعافون اشیاء۔

محمد بن مسلم امام باقر سے بیان کرتا ہے کہ مغیرہ کے ساتھیوں نے مجھے لکھا تھا کہ میں امام باقر سے پوچھوں مچھلی جری کے متعلق، سانپ کے متعلق اور جس مچھلی پر قشر نہیں اس کے متعلق کہ یہ حرام ہیں یا حلال تو میں نے امام سے پوچھا تو فرمایا اے محمدؐ! سورۃ انعام کی یہ آیت پڑھ۔ راوی کہتا ہے میں نے پڑھی جب پڑھ چکا تو امام نے فرمایا کہ حرام صرف وہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے لیکن لوگ کراہت کرتے ہیں۔

ان روایات میں کئی جانوروں کے نام آئے ہیں جن کے متعلق پوچھنے والوں کو شبہ تھا کہ حرام ہیں یا حلال تو امام نے فیصلہ دے دیا کہ یہ سب جانور حلال ہیں یہ اور بات ہے کہ لوگوں کو ان سے گھن آنے لگے۔ اللہ نے ان کے کھانے سے منع نہیں کیا۔ اب ذرا یہ فہرست ملاحظہ ہو۔

سباع الطیر۔ شکاری پرندے مثلاً باز، شکرا، چیل، کوا وغیرہ

سباع الوحش۔ درندے جانور شیر، چیتا، بھیڑیا، گیدڑ، ریچھ، بندر وغیرہ

وطواط۔ چمگادڑ، قنافذ، جمع ہے قنفذ کی خارپشت جسے جھا کہتے ہیں۔

جری۔ ثعبان الماء یعنی پانی کا سانپ۔

حمیر: جمع حمار کی گدھے ۔ بغال، خچر۔ فیل ۔ گھوڑا

اس فہرست پر نگاہ دوڑائیے۔ امام باقر سے پہلے شیعہ کو حلال و حرام کا علم نہیں تھا اب جو امام سے ان جانوروں کے متعلق سوال کیا تو ظاہر ہے کہ شیعہ ان جانوروں کا گوشت کھاتے ہوں گے صرف احتیاطاً پوچھا یا دیکھا ہو گا کہ جو لوگ قرآن کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں اور نبی کریم کی شریعت کو برحق جانتے ہیں وہ تو ان جانوروں کو حرام سمجھتے ہیں، لہٰذا امام سے پوچھ لینا چاہیئے چنانچہ امام نے ان کی خلش دور فرمادی اور صاف بتا دیا کہ یہ سب جانور اور پرندے حلال ہیں کیونکہ قرآن میں ان کو حرام نہیں کہا گیا ہے۔

پہلے چار اماموں کے عہد میں شیعہ کو حرام و حلال کا تصور ہی نہیں تھا لہٰذا ان کے لئے میدان بڑا وسیع تھا خطرہ تھا کہ کہیں یہ دائرہ تنگ نہ کر دیا جائے گو شیعوں کے پانچویں امام کو ایک طرف تو قرآن پر کامل عبور تھا دوسری طرف شیعوں کے ساتھ شفقت اور رعایت کا لحاظ بھی تھا لہٰذا قرآن کی روشنی میں شیعہ کو یہ مژدہ سنا دیا کہ چیل کوے سے لے کر کتے اور گدھے تک ہر جانور کا گوشت کھاؤ مزے سے کھاؤ ناک نہ چڑھاؤ اور دل میں شبہ تک نہ آنے دو۔

رہی یہ بات کہ تمہیں کسی نے بتایا ہے کہ نبی کریمؐ نے جنگ خیبر میں گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا تو یہ ممانعت حلال و حرام سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ اس میں ایک مصلحت پیش نظر تھی کہ جنگ میں اگر گدھوں کا گوشت کھانا شروع کر دیا جاتا تو سواری اور باربرداری کے لئے جانور کہاں سے ملتے لہٰذا یہ ایک وقتی مصلحت تھی ورنہ گدھا تو حلال طیب ہے۔

یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ امام باقر اور امام جعفر کے اس احسان کی شیعوں نے کیوں ناقدری شروع کر دی ہے اگر یہ امام کے سچے پیرو ہوتے تو ملک کے کئی مسائل حل ہو سکتے تھے مثلاً شیعوں کے لئے گوشت کی دکانیں الگ ہوتی ان میں کتے، بلے، گیدڑ، گدھے، سانپ، چوہے، چیل، کوے ذبح ہوتے بکتے اور شیعہ مزے اڑاتے اور یہ گوشت کا مسئلہ حل ہو جاتا لوگ کہتے ہیں صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے اس لئے شیعہ اگر اب اپنے عظیم امام کی نافرمانی سے باز آجائیں اور امام کے فیصلے کو قبول

تحریف قرآن اور تقابل ادیان

شیعہ مفسرین قرآن نے قرآن ہی سے شیعہ مذہب کی عظمت اور برتری ثابت کرنے کی خوب کوشش کی جس کے نمونے گذشتہ ابواب میں پیش کئے جا چکے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ رات کی ظلمت نہ ہو تو دن کی روشنی کا احساس اور اس کی قدر کون کرے۔ معلوم ہوتا ہے اسی اصول کے تحت شیعہ مفسرین نے شیعہ کے مقابل دوسرے مذاہب کے لوگوں کے حالات بیان کر کے شیعہ کی عظمت کو چار چاند لگانے کی کوشش کی ہے اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ تفسیر مراۃ الانوار صہ ۲۰۴

وقال بعض العلماء فی وجہ التسمیۃ	بعض علمائے شیعہ نے عمر فاروق کو شیطان
الثانی (عمر فاروق) بالشیطان۔ ان ولد	کہنے کی وجہ یہ بتائی کہ ولد الزنا اور غیر شیعہ
الزنا بل غیر الشیعۃ مطلقا یخلق	کی پیدائش یوں ہوتی ہے کہ مرد یعنی اس
من ماء الرجل وماء الشیطان	کے باپ کا پانی اور شیطان کا پانی ملتا ہے تو
و ولد الشیطان شیطان ۔ اقول و	وہ پیدا ہوتا ہے اور شیطان کا بیٹا شیطان ہوتا ہے میں کہتا ہوں
لهذا ورد ایضا یطلق علی هؤلاء	کہ حدیثوں میں یہ وارد ہوا ہے کہ یہ شیطان کے بھائی
اخوان الشیاطین کما ورد فی الاخ	ہیں جیسا کہ وارد ہوا لفظ اخ ہیں۔ پس اسی بنا پر یہ تاویل
وقال فعلی هذا یصح تاویل الشیاطین	صحیح ہو گی کہ شیطان وہ ہے جو دشمن رسول اور دشمن آل رسول
باعداء النبی والائمۃ وبخلفاء الجور	ہو اور یہ تاویل بھی صحیح ہو گی کہ خلفائے جور شیاطین ہیں۔
والشیاطین باکبرهم ورئیس الکل ای الاول والثانی	ان میں بڑا شیطان عمر فاروق ہے یا ابوبکر ہے۔

اس بیان سے مفسر صاحب کا اصل مقصد تو ابوبکرؓ اور عمرؓ کو شیطان ثابت کرنے کیلئے تحریف قرآن سے کام لیتے ہوئے اخوان الشیطان بنانا تھا۔ مگر اس میں ایک اصول بیان

کیا گیا ہے۔ کہ شیعہ کے بغیر تمام بنی نوع انسان شیطان کی اولاد ہیں اور شیطان کا بیٹا شیطان ہوتا ہے لہٰذا شیعہ کے بغیر تمام بنی نوع انسان شیطان ہیں۔ ظاہر ہے کہ شیعہ کو یہ مرتبہ بلند شیعہ ہونے کی وجہ سے ملا۔ اور غیر شیعہ پر یہ عنایت صرف شیعہ نہ ہونے کی وجہ سے ہوئی۔

۲۔ تفسیر مراۃ الانوار صـ۱۰۶

ان بنی آدم محب التاویل انما هو من لم یوال فلانا و فلانا فان من والاهما فانما هو شرك الشیطان فهو ابوه فافهم ـ

"یقیناً انسان محبت کرنے والا ہے۔ اس کی تاویل اس کے بغیر کچھ نہیں کہ جو شخص ابوبکر و عمر کو دوست رکھے اور جس نے ان کے ساتھ دوستی رکھی وہ شیطان کی اولاد ہے۔"

پہلی روایت میں بتایا گیا شیعہ کے بغیر ہر انسان شیطان کی اولاد ہے۔ اس روایت میں خصوصیت سے اہل السنت والجماعت پر عنایت کی گئی۔ کیونکہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کو دوست رکھنے کا حکم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اس لئے ان کی محبت اہل السنت کے عقائد میں داخل ہے۔

۳۔ ایضاً صـ۲۰۳

عن الرضا الناصب مشرك وفي بعض الزیارات اشرك من اتخذكم لان حب علی لا تجتمع مع حب اعدائه فكل محب لاعدائه مبغض له ناصب مشرك بالمغیبین

امام رضا کہتے ہیں کہ ناصبی (سنی) مشرک ہے بعض کتب زیارات میں آیا ہے کہ جس نے اماموں سے بغض رکھا اس نے شرک کیا کیونکہ حضرت علی کی محبت اور ان کے دشمنوں کی محبت جمع نہیں ہوسکتی پس صحابہ کرام کا دوست حضرت علی کا دشمن ہے ناصبی ہے مشرک ہے۔

غیر شیعہ میں سے ناصبی کو مشرک قرار دیا گیا مگر ناصبی کسے کہتے ہیں۔

اسی تفسیر مراۃ الانوار کے صـ۲۰۸ پر علی بن عیسٰی سے روایت ہے کہ اس نے امام ابوالحسن سے پوچھا کہ کیا ناصبی اسے کہتے ہیں۔ جو ابوبکر و عمر کی تقدیم اور ان کی امامت

کا اعتقاد رکھے تو امام نے جواب دیا کہ من كان علی هذا فهو ناصب۔ یعنی ہاں جو اس عقیدے پر ہو وہ ناصب ہے۔ اہل السنت والجماعت اسی عقیدے پر ہیں۔ لہٰذا شیعہ لٹریچر میں جہاں ناصب کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد اہل السنت والجماعت ہیں۔

۴۔ ایضاً صـ۸۸

ان كل من والی قوما انهو منهم وان لم یكن من جنسهم ولشاركهم جمیعا تی كونهم من نطفة الشیطان كما قال تعالی شاركهم فی الاموال والاولاد ـ

جس نے کسی قوم سے محبت کی وہ انہیں میں سے ہے۔ خواہ اس کی جنس مختلف ہو کیونکہ اس کی پیدائش میں شیطان کا نطفہ شریک ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو جا۔

ان چار روایات اور ایسی دیگر شیعہ روایات کا ماحصل یہ ہے کہ غیر شیعہ بالعموم اور سنی بالخصوص شیطان ہیں شیطان کی اولاد ہیں ولد الزنا ہیں۔ مشرک ہیں اور شیعہ مفسرین کی یہ تمام "گوہر افشانی" تفسیر قرآن بھی ہے۔

عقائد کے اعتبار سے شیعہ کی عظمت ثابت ہوگئی رہا اعمال کا سوال تو اس میں کچھ پیچیدگی ہے جس کا احساس خود شیعوں کو ہوتا رہا۔ چنانچہ

۱ تفسیر البرهان ۱: ۲۴۳

عن ابن یعفور قال قلت لابی عبد الله انی اخالط الناس فیكثر عجبی من اقوام لا یتولونكم و یتولون فلانا و فلانا لهم امانة و صدق و وفاء و قوم یتولونكم ولیس لهم تلك الامانة ولا الوفاء ولا الصدق

عبداللہ بن یعفور نے امام جعفر سے کہا کہ میں لوگوں سے ملتا ہوں اور میرے تعجب کی انتہا نہیں رہتی جب میں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو آپ کو دوست نہیں رکھتے اور ابوبکر اور عمر کو دوست رکھتے ہیں مگر وہ لوگ بڑے امین ہیں سچے ہیں اور ایفائے عہد کرتے ہیں اور وہ لوگ جو آپ کو دوست رکھتے ہیں یعنی شیعہ ان میں نہ امانت ہے نہ وفا ہے نہ

صدق ہے یعنی بد دیانت بھی ہیں بے وفا بھی ہیں
اور جھوٹے بھی ہیں۔

عبداللہ بن یعفور امام جعفر کا مصاحب خاص ہے اور دیدہ ور کہ ماحول کو تنقیدی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور اس صورت حال کا مشاہدہ کرتا ہے کہ جہاں تک باہمی معاملات کا تعلق ہے شیعہ میں دنیا کی ہر برائی پائی جاتی ہے حالانکہ عقائد میں شیعہ کی برتری کا تصور دیا جاتا ہے اور غیر شیعہ بالخصوص سنی ہر خوبی اور شرافت کی زندہ مثالیں ہیں۔ تو اس کو اس تضاد پر تعجب ہوتا ہے اور اپنے امام سے اس کی وجہ پوچھتا ہے۔

۲۔ تفسیر البرہان ۲ : ۳۶۴ ابراہیم اپنے شیعہ امام محمد باقر سے سوال کرتا ہے

قلت یا ابن رسول اللہ انی اجد من	میں نے کہا اے ابن رسول میں آپ کے شیعوں کو
شیعتکم من یشرب الخمر و یقطع	دیکھتا ہوں کہ وہ شراب پیتے ہیں رہزنی کرتے ہیں
الطریق و یخیف السبیل و یزنی	مسافروں کو لوٹتے ہیں۔ زنا اور لواطت کے مرتکب
و یلوط و یاکل الربوا و یرتکب الفواحش	ہوتے ہیں۔ سود کھاتے ہیں اور بے حیائی کے کام
و یتهاون بالصلوۃ والصیام	کرتے ہیں نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ عبادات میں
والزکوۃ و یقطع الرحم و یاتی	کوئی دلچسپی نہیں رکھتے قطع رحمی کرتے ہیں اور
الکبائر فکیف هذا ولم ذاک الی	کبائر کے مرتکب ہوتے ہیں ایسا کیوں ہے؟ ....
ان قال فقلت یا ابن رسول اللہ	پھر میں نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے دشمن
انی اجد من اعدائکم و ناصبیکم	سنی لوگ نماز روزہ کی کثرت کرتے ہیں زکوٰۃ ادا
من یکثر الصلوۃ والصیام و یخرج	کرتے ہیں حج اور عمرہ پے در پے کرتے ہیں۔
الزکوۃ و یتابع بین العمرۃ والحج	جہاد کے بڑے حریص ہیں۔ نیکی اور صلح رحمی
و یحرص علی الجهاد و یاثر علی	کی تبلیغ کرتے ہیں اپنے بھائیوں کے حقوق ادا
البر وعلی صلۃ الارحام و یقضی حقوق	کرتے ہیں ان کی مالی اعانت کرتے ہیں شراب
اخوانه و یواسیهم من ماله و یتجنب من	سے دور بھاگتے ہیں۔ زنا اور لواطت بے حیائی
شرب الخمر والزنا واللواط وسائر الفواحش	کے کاموں سے دور رہتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے
فمم ذاک ولم ذاک۔	

یہ ابراہیم امام محمد باقر کا مصاحب اور شاگرد ہے۔ عبداللہ بن یعفور اور ابراہیم دونوں راوی ائمہ کے مصاحب خاص ہیں پھر شیعوں کے متعلق ائمہ سے جو سوال کرتے ہیں۔ اس میں ان کے تعجب کا اظہار تو صاف طور پر ہو رہا ہے مگر سوال یہ ہے کہ انہیں یہ تعجب کیوں ہے اس کی وجہ انہوں نے خود کچھ نہیں بتائی البتہ حالات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ

۱ - ائمہ نے اپنے شیعوں کے متعلق بقول شیعہ عام تاثر یہ دیا کہ شیعہ کوئی ما فوق الفطرت مخلوق ہے جیسا کہ گذشتہ باب میں تفصیل سے بیان ہو چکا۔

۲ - غیر شیعہ شیطان کی اولاد ہیں کیونکہ غیر شیعہ کی پیدائش میں ان کے باپ کے پانی کے ساتھ شیطان کا پانی شامل ہو جاتا ہے۔ اور شیطان کا بیٹا شیطان ہوتا ہے۔

ائمہ نے شیعہ کی پیدائش اور عقیدہ کی برتری کا جو تاثر دیا اس کا تقاضا یہ تھا کہ شیعہ کی عملی زندگی فرشتوں سے کم نہ ہوتی۔ مگر حال یہ ہے کہ دنیا کی کوئی برائی بے حیائی فحاشی اور ظلم ایسا نہیں جو شیعہ کی خصوصیات میں شمار نہ ہو۔ دوسری طرف عبادات، عقائد اور معاملات اخلاق میں کوئی خوبی ایسی نہیں جو سنیوں میں نہ پائی جاتی ہو تو ان شیعہ راویوں کو تعجب ہوا کہ آم کے بیج سے آک اور تھوہر کیوں پھوٹ رہی ہے اور نیم کے بیج سے آم کے پھل کیوں مل رہے ہیں۔ ان کے تعجب کی دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان راویوں جیسے عوامی شیعہ جب اس تضاد کو محسوس کر رہے ہیں تو ائمہ کو اس کا احساس کیوں نہیں ہوتا یہ ڈاکوؤں چوروں شرابیوں، زانیوں اور بے ایمانوں کی فوج کیوں بھرتی کرتے چلے جا رہے ہیں یہ تعجب قدرتی امر ہے ائمہ کو بھی لازماً یہ احساس تو ہوتا ہوگا۔ مگر ان کے اطمینان کی کوئی وجہ ضرور ہوگی چنانچہ صاحب تفسیر عیاشی نے اس راز سے پردہ اٹھایا ہے۔

۳ - تفسیر عیاشی ۱ : ۱۳۸

عن عبداللہ بن یعفور قال قلت لابی	عبداللہ بن یعفور کہتا ہے میں نے امام جعفر سے
عبداللہ انی اخالط الناس فیکثر عجبی	کہا کہ میں لوگوں سے ملتا جلتا ہوں تو میرے
من اقوام لا یتولونکم و یتولون فلانا	تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی جب میں دیکھتا

وندانا لهم امانة وصدق و وفاء واقوام يتولونكم ليس لهم تلك الامانة و لا الوفاء ولا الصدق قال فاستوى ابو عبد الله جالسا واقبل علی کالغضبان ثم قال لا دين لمن دان بولاية امام جائر ليس من الله ولا عتب على من دان بولاية امام عدل من الله قال قلت لا دين لا ولئك و لا عتب على هولاء

ہوں کہ جو لوگ آپکو دوست نہیں رکھتے اور ابو بکر و عمر کو دوست رکھتے ہیں ان میں امانت ہے صداقت ہے اور ایفائے عہد ہے اور آپکے محبوں میں نہ ایمانداری ہے نہ سچائی ہے نہ ایفائے عہد ہے۔ راوی لکھتا ہے یہ سن کر امام جعفر اٹھ کے سیدھے بیٹھ گئے۔ اور نہایت غصہ سے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ظالم خلیفے کی اطاعت کرنے والے کا کوئی دین نہیں اور جو عادل امام کی اطاعت کرتا ہے جو خدا کی طرف سے امام ہے اسے کوئی حرج نہیں۔ راوی کہتا ہے میں نے پھر کہا ان کا کوئی دین نہیں اور ان کے لئے کوئی حرج نہیں۔

یہی روایت اصول کافی طبع جدید صد ٢٦١ پر موجود ہے۔

اس روایت سے کئی عقدے حل ہو گئے۔

١ - ابن یعفور جیسے لوگوں کے تعجب کا خاتمہ ہوا کہ شیعہ ہونا ہی سب سے بڑا کمال ہے جو تمام عیبوں کو مٹا دیتا ہے

٢ - معلوم ہوا کہ ابو بکر و عمر کی محبت کا خاصہ یہ ہے کہ ان کے چاہنے والوں میں امانت صداقت اور ایفائے عہد کے وصف پیدا ہو جاتے ہیں اور ائمہ کی محبت کی خاصیت یہ ہے کہ آدمی بد دیانت جھوٹا اور بد عہد بن جاتا ہے۔

٣ - یہ کوئی نری علمی بات نہیں بلکہ عملی دنیا میں شیعہ کی یہ خاصیت اس طرح ابھر کر سامنے آتی ہے کہ ابن یعفور اور ابراہیم جیسے شیعوں نے بھی نوٹ کر لیا حالانکہ جو شخص ہر وقت کسی متعفن ماحول میں رہے اسے بدبو کا احساس نہیں ہوتا اور خوشبو میں دلچسپی نہیں ہوتی مگر کمال یہ ہے کہ ان سربرآوردہ شیعوں نے بھی اپنے شیعوں کے ... محسوس کر لئے

امام کی ایک بات سمجھ میں نہیں آسکی۔ کہ آپنے فرمایا کہ لا عتب علی من دان بولایۃ امام عدل وان کے معنی اگر اطاعت اور تابعداری ہوں۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ شیعہ لوگ یہ سب کچھ امام کی اطاعت میں کرتے ہیں۔ کیا امام انہیں حکم دیتے ہیں کہ ڈاکے مارو۔ شراب پیو بے ایمانی کرو۔ زنا کرو لواطت کرو سود کھاؤ بے حیائی کرو۔ اگر بات یہی ہے تو شیعہ واقعی فرض منصبی ادا کرتے ہیں مگر اس طرح اماموں کا جو امیج بنتا ہے۔ وہ کوئی شریفانہ نہیں اور اگر امام انہیں اس سب بدمعاشی کا حکم نہیں دیتے مگر شیعہ سینہ زوری سے کرتے ہیں تو اماموں کی اطاعت کہاں سے قرار دی جا سکتی ہے اور جب اطاعت نہیں تو عتاب کیوں نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کچھ کرنے کرانے کا جھمیلہ سرے سے موجود نہیں بس صرف کہہ دو ہم محب اہل بیت میں پھر جو چاہو کرو۔ برائی میں شیطان کو بھی نیچا دکھا دو تو کچھ نہیں بگڑتا ہے

جفا میں بھی ہیں فریب بھی ہیں خود بھی سے سنگار بھی ہے
اور اس پہ یہ دعوائے حق پرستی اور اس پہ یاں افتخار بھی ہے

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ دنیا کی ہر خوبی اختیار کرو عقائد، عبادات سے معاملات اور اخلاق میں تمہاری شخصیت میں کہیں انگلی اٹھانے کی جگہ نہ ملے مگر تم نے ابو بکر و عمر سے محبت کی تو تمہاری ساری خوبیوں پہ پانی پھر گیا۔ تمہاری دیانت امانت، صداقت نماز روزہ صلح رحمی، حج عمرہ۔ ایثار قربانی سب بے کار نتیجہ یہ نکلا کہ دین نام ہے۔ صحابہ کرام سے عملاً دشمنی رکھنے کا اور محبت اہل بیت کا زبانی دعوی کرنے کا۔ اس دین میں ہر برائی حلال اور ہر نیکی حرام ہے۔ یہ ہے فرق شیعہ اور غیر شیعہ میں۔

٤ - تفسیر مراۃ الانوار صد ١٤٨

وسياتي في الميتة ما يدل على ان عدو علي ان شرب من الفرات ولو قال بسم الله الرحمن الرحیم

"مردار" کی بحث میں آئے گا جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ علی کا دشمن اگر دریائے فرات سے پانی پئے اور بسم اللہ پڑھے

نی اولہ والحمد للہ فی آخرہ	آخر میں الحمد للہ پڑھے پھر یہ پانی مردار ہے
ماکان ذلک الا میتہ او دما	اور بہتا خون ہے جو قطعی حرام ہے پس ممکن
مسفوحا فیمکن تاویل الدم	ہے کہ خون سے مراد سنی کی کھائی ہوئی غذا ہے
بماکول الناصبی وما فی قلبہ	اور اس کے دل میں جو نجاست بھری ہوئی
من نجاستہ	ہے۔

یعنی سنی کا کھانا پینا حقیقۃً سب حرام اور نجاست ہے خواہ وہ بظاہر کیسا ہی حلال اور طیب ہو۔

۵۔ تفسیر البرہان ۴ : ۴۵۳

عن ابی عبد اللہ قال لا یبالی	امام جعفر نے فرمایا کہ سنی نماز پڑھے یا زنا
الناصب صلی ام زنیٰ وھذ	کرے ان میں کوئی فرق نہ سمجھے یہ آیت
الایۃ نزلت فیھم عاملۃ	ان کے حق میں نازل ہوئی عمل کرنے والے
ناصبۃ تصلی نارا حامیۃ۔	تکلیف اٹھانے والے دہکتی ہوئی آگ میں
	داخل ہوں گے۔

امام نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ سنی کی نماز اور اس کا زنا کرنا ایک جیسا ہے ایک جیسا ہونے کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ سنی کا زنا کرنا بھی نماز کی طرح عبادت ہے یہ صورت سنی کے حق میں ممکن نہیں کیونکہ یہ خصوصیت صرف شیعہ کو حاصل ہے جیسا کہ تفسیر منہج الصادقین کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ جو شیعہ عمر بھر میں ایک دفعہ متعہ کرے اس کا درجہ حسین کے برابر جو دو دفعہ متعہ کرے حسن کے برابر تین دفعہ کرے تو علی کے برابر چار دفعہ کرے تو رسول کے برابر ہے۔ اور متعہ دراصل زنا کا بدلا ہوا نام ہے تفصیل کے لئے دیکھئے ہماری کتاب تحفۃ المسلمین دوسری صورت یہ ہے کہ سنی کی نماز بھی ایسا ہی گناہ ہے جیسا زنا۔ اس صورت میں یہ امر یقینی ہو جاتا ہے کہ سنی کی عبادت اور نیکی دراصل گناہ اور وبال ہی ہے مگر ایک الجھن پیدا ہو جاتی ہے کہ گزشتہ کسی باب میں بیان ہوا ہے کہ سنیوں کی نیکیاں شیعوں کو دی جائیں گی حتیٰ کہ ایک لاکھ

سنیوں کی نیکیاں دیکر ایک شیعہ کو جہنم سے بچایا جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ جب سنی کی عبادت بھی نیکی نہیں تو سنیوں سے کیا لیا جائے گا اگر سنی کی نماز بھی زنا ہے تو یہ جنس شیعوں کے پاس پہلے ہی کیا کم ہوگی با ایں ہمہ اگر شیعوں کی نجات سنیوں کی نیکیوں کی وجہ سے ہوگی اور

(۱۱) شیعوں کے ہاں نجات ہی زنا پر موقوف ہے تو اس نجات کا تصور خود کر لیجئے کیسی ہوگی۔

سنی کی عبادت بھی زنا کے برابر ہے تو ثابت ہوا کہ یا پہلا مفروضہ غلط ہے یا دوسرا دونوں کا صحیح ہونا ممکن نہیں۔

امام نے شیعوں کی برائیوں اور سنیوں کی نیکیوں کا عقدہ بھی حل کر دیا ہے۔

۶۔ تفسیر البرہان ۲ : ۳۶۴۔

فما رأیتہ من شیعتنا من زنا او لواط	ابراہیم کو امام جعفر ایک اصولی مسئلہ سمجھاتے
او ترک صلوۃ او صیام او حج او	ہیں اے ابراہیم شیعہ سے جو زنا لواطت
جہاد او جنایۃ او کبیرۃ من	ترک نماز روزہ حج جہاد اور کبیرہ گناہ دیکھتا
ہذہ الکبائر فھو من طینۃ	ہے وہ اس مٹی کی وجہ سے ہے جو ناصبی یعنی
الناصب و عنصرہ الذی قد مزج	سنی کی مٹی شیعہ کی مٹی میں مل گئی اور سنی
فیہ الی ان قال وما رأیت من	سے جو تو نیکیاں نماز روزہ حج جہاد زکوٰۃ
الناصب و مواظبتہ علی الصلوۃ والصیام والحج	وغیرہ دیکھتا ہے وہ اس وجہ سے کہ شیعہ
والجہاد والزکوۃ وابواب البر فھو	کی سنی کی مٹی میں مل گئی۔
من طینۃ المؤمن الاعزتہ فوزج فیہ	

اس مسئلہ کو اسی کتاب ج ۴: ۴۵۴ پر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اصول یہ ہے کہ شیعہ اصلاً پاک طینت ہے اس سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا اور سنی اصلاً پلید مٹی سے بنایا گیا ہے اس سے کوئی نیکی ہو نہیں سکتی اب جو شیعہ میں برائیاں اور سنیوں میں نیکیاں نظر آتی ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کی مٹی ادھر ادھر مل گئی اور یہ گڑبڑ پیدا ہوئی۔ لہٰذا سنی کی نیکیاں دراصل شیعہ کی مٹی کی وجہ سے ہیں

لہٰذا وہ شیعہ کی نیکیاں ہیں اور شیعہ کی برائیاں دراصل سنی کی مٹی کی وجہ سے ہیں اس لئے یہ برائیاں سنی ہی کی ہوئیں۔ لہٰذا شیعہ اور سنی میں وہی نسبت ہوئی جو فرشتہ اور شیطان میں ہے۔ کہ پہلے سے برائی ہو نہیں سکتی اور دوسرا نیکی کر ہی نہیں سکتا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب شیعہ اور سنی کی مٹی میں ہی جدا جدا خاصیت رکھی گئی تو یہ گڑ بڑ کیسے ہو گئی اگر اللہ تعالےٰ نے ہی ادھر ادھر آمیزش کر دی تو یہ مٹیاں علیحدہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اور اگر فرشتوں سے یہ سہو ہو گیا تو یفعلون ما یؤمرون یونہی برائے وزن بیت کیا گیا ہے (معاذ اللہ)

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان میں کیا صرف شیعہ اور سنی ہی شامل ہیں باقی مذاہب کے لوگ اور لا مذہب بھی آخر مٹی ہی سے پیدا ہوئے ہیں ان کی مٹی کا کوئی ذکر نہیں کہ وہ کیسی تھی اور ان کی بھی گڑ بڑ کہیں ہوئی یا نہیں۔ بھول چوک بھی ہو تو سنیوں کے معاملے میں اور شیعہ کا کفارہ بنیں۔ تب بھی سنی اور دنیا میں شیعوں کے ہدف ملامت بھی سنی ہی بنیں۔

تیسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دونوں جگہ اصل مغلوب ہو گیا اور قبضہ مخالفانہ کرنے والا غالب رہا۔ یعنی شیعوں کی مٹی سنی کی مٹی میں ملی تو وہ نیکی کرنے لگا اس کی اصل جو برائی تھی، وہ دب گئی اسی طرح سنی کی مٹی جو شیعہ کی مٹی میں ملی تو شیعہ برائی کرنے لگا۔ اور اس کی اصل جو نیکی تھی وہ دب گئی۔ دونوں طرف اصل مغلوب مجبور اور کمزور ہے اور "حملہ آور" مٹی دونوں جگہ غالب ہے نہ جانے کیوں۔

۷۔ تفسیر البرہان ۴: ۸۹ اور تفسیر قمی سورۃ زمر کی آیت کے تحت۔

فقال لهم خزنتها سلام عليكم طبتم اى طابت مواليدكم لانه لا يدخل الجنة الا طيب المواد فادخلوها خالدين قال امير المومنين

اور اہل جنت کو فرشتے کہیں گے تم پر سلام ہو پاک ہوئے تم یعنی تمہاری پیدائش پاک ہے کیونکہ جنت میں وہی داخل ہوگا جو پاک پیدائش والا ہے یعنی حلالی ہے پس داخل ہو جاؤ جنت میں ہمیشہ کے لئے حضرت

انّا فلانا وفلانا وفلانا غصبونا حقنا واشتروا بها الاماء وتزوجوا بها النساء الا وقد جعلنا لشيعتنا من ذالك فى حل لتطيب مواليدهم

علی نے فرمایا کہ ابوبکر عمر اور عثمان نے ہمارا حق غصب کیا اس مال سے لونڈیاں خریدیں اس مال سے عورتوں سے نکاح کیا (لہٰذا سب اولاد حرام کی ہوتی) محقق بات یہ ہے کہ ہم نے یہ مال شیعہ کے لئے حلال کر دیا ہے کیونکہ شیعہ کی پیدائش پاک اور حلال ہے۔

جنت میں داخلہ کا معیار تو شیعہ نے مقرر کر دیا مگر اس سے کئی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں

۱۔ شیعہ کو اقرار ہے کہ نبی کریم کے زمانے میں شیعہ کا وجود نہیں تھا کیونکہ خلافت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔

۲۔ نبی کریم کے بعد خلافت کا سوال پیدا ہوا بقول شیعہ جو لوگ حضرت علی کو خلیفہ تسلیم کرنے لگے۔ وہ ہوئے شیعہ اور جن لوگوں نے بقول شیعہ غاصبین کو خلیفہ تسلیم کیا وہ مرتد ہو گئے۔

۳۔ مرتد نہ ہونے والوں میں چار کا نام آیا ہے ان میں سے ایک تو حضرت علی ہوئے یعنی بقول شیعہ بلا فصل اور تین جو باقی رہ گئے انہوں نے حضرت علی کو خلیفہ بعد فصل تسلیم کیا گیا ہو۔ لہٰذا بقول شیعہ وہی شیعہ ہوئے۔

۴۔ حرامی اور حلالی کا مدار نسب و نسل پر ہے مذہب پر نہیں۔

۵۔ اگر صرف شیعہ ہی حلالی ہیں تو ان تین حضرات کی اولاد میں سے ہی ہوتے ضروری ہیں ورنہ وہ حلال نہیں بن سکتے۔

۶۔ اگر کوئی غیر شیعہ مذہب تبدیل کر کے شیعہ ہو جائے تو مذہب تبدیل ہوگا حلالی پھر بھی نہیں بن سکے گا لہٰذا شیعہ کا حلالی ثابت ہونا بھی محالات میں سے ہے۔

چونکہ ہر شیعہ ان تین (مقداد، سلمان، ابوذر) کی نسل سے نہیں ثابت ہو سکتا لہٰذا شیعہ ہونے کے باوجود حلالی بھی ثابت نہیں ہو سکتا اور ولد الزنا کے متعلق شیعہ روایت یہ ہے کہ

تفسیر عیاشی ۲: ۱۴۸

عن ابی عبد اللہ ان نوحاً حمل الکلب فی السفینۃ ولم یحمل ولد الزنا ومنہ قال ینبغی لولد الزنا ان لا تجوز شہادتہ ولا یوم الناس۔ لم یحمل نوح فی السفینۃ وقد حمل فیہا الکلب والخنزیر۔

امام جعفر نے فرمایا حضرت نوح نے کتے کو کشتی میں سوار کیا مگر حرامی کو سوار نہ کیا اور آپ فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ حرامی کی شہادت قبول نہ کی جائے اور اسے امام نہ بنایا جائے حضرت نوح نے حرامی کو کشتی میں سوار نہ کیا تھا حالانکہ کتے اور سور کو کشتی میں سوار کیا تھا۔

ان تفسیری رموز سے صورت یہ پیدا ہوئی کہ

۱ - غیر شیعہ کی طینت پاک نہیں لہٰذا اس کی اولاد کی طینت بھی پاک نہیں۔

۲ - شیعہ کے آبا ؤ اجداد غیر شیعہ تھے لہٰذا اخلاف کے مذہب تبدیل کر لینے کے باوجود طینت وہی ناپاک ہی رہی۔

۳ - ناپاک طینت والا انسان کتے اور خنزیر سے بدتر ہے۔

۴ - غیر شیعہ کی طینت بقول شیعہ ناپاک ہوئی اور شیعہ کی طینت ان ناپاکوں کی اولاد سے ہونے کی وجہ سے ناپاک ہوئی۔ لہٰذا کوئی انسان خواہ شیعہ ہو یا غیر شیعہ وہ کتے اور سور سے بھی برا ہے۔ شیعہ مفسرین کی نکتہ آفرینی ملاحظہ ہو اور شرف انسانیت کا تصور کیجیے۔

موجودہ قرآن اور پوشیدہ قرآن میں فرق

قاعدہ یہ ہے کہ انسان جب کوئی دعویٰ کرتا ہے تو لازماً کسی دلیل کی بنیاد پر ایسا کرتا ہے اور اگر بے سوچے سمجھے کوئی دعویٰ کر بیٹھے تو اسے ثابت کرنے کے لیے دلیل تلاش کرنی پڑتی ہے اور اگر نہ ملے۔ تو اپنی انا کی تسکین کے لئے دلیل گھڑنی پڑتی ہے۔ خواہ وہ دلیل کتنی بودی اور بے سر و پا ہو انسان اس جھوٹی تسلی پر ہی اکتفا کر لیتا ہے۔

شیعہ نے موجودہ قرآن کو کتاب الٰہی تسلیم کرنے سے انکار کیا اور ایک موہوم کتاب کو کتاب الٰہی تسلیم کرنے پر اصرار کیا اس لئے ان سر دو دعووں کیلئے دلیلیں تیار کرنا ضروری تھا تیار کرنا اس لئے کہ کسی موہوم چیز کی دلیل ہوا نہیں کرتی مگر تیار کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں شیعہ کے چند دلائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱ - اصول کافی باب انہ لم یجمع القرآن کلہ الا الائمۃ و تفسیر مرآۃ الانوار صـ ۲۷

امام باقر سے روایت ہے۔

ما ادعی احد من الناس انہ جمع القرآن کلہ کما انزل اللہ الا کذاب وما جمعہ وما حفظہ کما انزل اللہ الا علی ابن ابی طالب والائمۃ من بعدہ

جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے سارا قرآن جیسا نازل ہوا تھا جمع کیا ہے۔ تو وہ جھوٹا ہے سوائے علی ابن ابی طالب کہ صرف انھوں نے سارا قرآن جمع کیا اور حفظ کیا

۲ - تفسیر البرہان ج ا صـ ۔ امام باقر سے یہی روایت درج ہے

پہلا فرق یہ ہے کہ سارا قرآن حضرت علی کے بغیر کسی نے جمع نہیں کیا حفظ نہیں کیا اور موجودہ قرآن چونکہ حضرت علی نے جمع نہیں کیا لہٰذا یہ سارا قرآن نہیں سارا قرآن وہ ہے جو صرف حضرت علی نے جمع کیا۔

روایت میں والائمۃ من بعدہ کا لفظ کچھ اشکال پیدا کرتا ہے۔ اگر اس کا

تعلق جمع اور حفظ دونوں سے ہے تو یہ ممکن نہیں کیونکہ بعد کے ائمہ نزول قرآن کے وقت یا تو پیدا ہی نہیں ہوئے تھے یا اس عمر کو نہیں پہنچے تھے کہ انہیں قرآن جمع کرنے کا شعور ہو۔ ہاں اگر اس کا تعلق حفظ سے ہو تو اس امر کا امکان ہے کہ حضرت علی نے جمع کر کے جو قرآن بعد کے ائمہ کے لئے چھوڑا انہوں نے اس کی خوب حفاظت کی ایسی حفاظت کہ اسے ہوا بھی نہیں لگنے دی۔

۲۔ فصل الخطاب صہ ۳۳۸

ان القرآن الذی جاء بہ جبرئیل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبعۃ عشر الف اٰیۃ و فی روایت سلیم ثمانیۃ عشر اٰیۃ	یقیناً جو قرآن جبریل امین نبیؐ کے پاس لائے تھے۔ وہ سترہ ہزار آیت کا تھا اور سلیم کی روایت کے مطابق وہ ۱۸ ہزار آیت کا تھا۔

۳۔ ایضاً صہ ۱۲۴ ان الموجود منہ علی القول المعروف ستۃ الاف اٰیۃ ومائتہ اٰیۃ دست وثلاثون اٰیۃ

موجودہ قرآن ۶۲۳۶ آیت کا ہے۔

یہ دو روایات پہلے فرق کی تائید کرتی ہیں کہ واقعی سارا قرآن وہی ہو سکتا ہے جو سترہ یا اٹھارہ ہزار آیات کا ہے۔ ۶۲۳۶ آیتوں والا قرآن سارا قرآن نہیں ہو سکتا۔

اب اس فرق کی وجہ ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ فصل الخطاب صہ ۲۲۴

و باحتمال اخفائہ علیھم بعض ما نزل واختصاصہ علیا بالقرأت ولہ احتمال انفرادہ امیرالمومنین ببعض ماکتبہ بیان اظھرھم کانفرادہ غیرہ	یہ احتمال بھی ہے کہ رسولؐ خدا نے بعض حصہ قرآن صحابہ کرام سے پوشیدہ رکھا۔ اس بعض کو حضرت علی کے پڑھنے کے لئے مختص کیا ہو۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ رسول خدا نے بعض قرآن سے حضرت علی کو منفرد کیا جو انہوں نے لکھا جیسا کہ بعض اوروں کو منفرد کیا تھا بعض حصہ قرآن سے۔

یعنی یہ فرق دو وجہ سے پڑ سکتا ہے۔

(۱) نبی کریم نے قرآن کا بعض حصہ صحابہ سے پوشیدہ رکھا وہ حضرت علی کیلئے مختص کیا ہو۔

دلیل بنانے کا کچھ حق تو ادا کیا۔ مگر اس کا بودا پن بھی ظاہر ہے کیونکہ اس بات کا کہیں ثبوت نہیں ملتا کہ اللہ اپنے رسول پر کتاب نازل کرے مگر ہو انسانوں سے چھپانے کے لئے۔ یہ بات کچھ اس طرح بنی کہ ڈاکٹر کہے کہ یہ دوا فلاں مرض کی ہے مگر خبردار نہ کسی کو بتانی ہے نہ استعمال کرانی ہے۔ کوئی پوچھے کہ اس بتانے میں کیا تک ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ قرآن کے کچھ حصے کے لئے حضرت علی کو منفرد کیا جو صرف انہوں نے لکھا یعنی جو حصہ حضرت علی کے لئے منفرد کیا وہ صرف انہی کیلئے تھا دوسروں کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ فرق اتنا بڑا ہے کہ اس پر کچھ حصہ کا لفظ صادق نہیں آتا۔ یعنی قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے ۶۲۳۶ آیتیں اور صرف حضرت علی کے لئے ۱۱۷۶۴ آیتیں۔ کیا یہ کچھ حصہ بنتا ہے یا تقریباً دوگنا بنتا ہے۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن تو کتاب ہدایت ہے پوری انسانیت کی ہدایت کے لئے ۶۲۳۶ آیتیں کافی ہیں اور حضرت علی کی ہدایت کے لئے ۱۱۷۶۴ آیتیں بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ ۶۲۳۶ میں بھی حضرت علی کسی نہ کسی حد تک حصہ دار ضرور ہیں۔ حیرت ہے کہ حضرت علی کی ہدایت کا اتنا اہتمام کیوں کیا گیا حالانکہ داناؤں کا قول ہے عقلمند را اشارہ کافی است۔ اور حضرت علی تو ابوالائمہ ہیں اور عقل مجسم ہیں اور ان کو ہدایت دینے پر اتنا زور لگایا گیا۔

پہلا احتمال کہ نبی کریمؐ نے قرآن کا کچھ حصہ چھپا کے رکھا گو نبی کریمؐ کی صریح توہین ہے۔ مگر اس چھپانے کی وجہ بھی شیعہ نے تراش لی۔

۵۔ فصل الخطاب صہ ۸۱

وکتمان القرآن عن ھولاء فی	اس موقع پر قرآن کا صحابہ سے پوشیدہ رکھنا

هذا المقام اولی من وجوه عدیدة لا بل تسلیمه الیهم اشبه ببیع السلاح من اعداء الدین اذفیه تقویته للمنافقین ولصوص الشریعة سید المرسلین ووجود فرد تام صحیح محفوظ منه عند الامام کان فی اسقاط الوجوب الکفائی عن الجماعة

کئی وجوہ سے بہتر تھا قرآن کا ان کے حوالے کر دینا ایسا تھا جیسے دشمن کو ہتھیار دے دینا ہے دشمنان دین کو قرآن دینے میں منافقوں کو قوت ملتی تھی اور شریعت سید المرسلین کے چوروں کو تقویت حاصل ہوتی تھی اور قرآن کا صحیح وسالم نسخہ امام غائب کے پاس محفوظ ہے جو باقی جماعت سے وجوب کفائی کے ساقط کرنے کے لئے کافی ہے۔

قرآن کو چھپا رکھنے کے وجوہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر یہ بات حقیقت پر مبنی ہوتی تو کہہ دیا جاتا ہے کہ اللہ نے چھپا رکھنے کا حکم دیا تھا۔ نبی کریم نے چھپا رکھا بات ختم ہوئی مگر موجودہ قرآن میں اس کے خلاف قرآن کی تبلیغ دعوت ثقلین کے احکام ہیں۔ چھپا رکھنے کا کہیں اشارہ بھی نہیں ملتا۔ رہی یہ بات کہ پوشیدہ قرآن میں شاید کچھ حصہ چھپا رکھنے کا حکم ہو۔ اس کا احتمال تو ہے مگر شیعہ نے جو وجوہ عدیدہ گھڑنے کے کوشش کی ہے وہی اس کی تردید ہے ورنہ شیعہ مفسرین امام باقر سے کوئی روایت تیار کر دیتے کہ پوشیدہ قران میں اس کو پوشیدہ رکھنے کا حکم خود اللہ نے دیا تھا۔

منافقین کی قوت میں اضافہ کرنے کا خطرہ کے پیش نظر اور فی هذا المقام کے پیش نظر اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ صحابہ کے سامنے وہ پوشیدہ قرآن اس وجہ سے ظاہر نہیں کیا گیا مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں اسکو کیوں ظاہر نہیں کیا اگر ان کے عہد میں بھی "منافقین" اور "لصوص شریعت" کے قوت پکڑنے کا خطرہ تھا تو کیا شیر خدا میں اس موہوم خطرے کا مقابلہ کرنے کی قوت نہیں تھی؟ اس سے تو معاذ اللہ حضرت علی کی بے بسی اور پرلے درجے کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔

لصوص شریعت کی ترکیب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوشیدہ قرآن میں کچھ ایسے بنیادی مسائل تھے کہ "لصوص شریعت" ان آیتوں سے غلط مسائل استنباط کر کے شریعت کو بگاڑ دیتے۔ واقعی بات تو خطرے کی ہے مگر حضرت علی نے وہ اصل شریعت جس میں چوری کا عنصر نہ ہوا اپنے عہد میں کیوں رائج نہ کی۔ اب کون فیصلہ کرے کہ علامہ نوری طبرسی شیعہ عالم نے لصوص شریعت کس کو قرار دیا ہے ایک طرف چوری کا موہوم خطرہ ہے دوسری طرف بالفعل چوری کا ثبوت مل رہا ہے۔

آخری بات یہ کہی گئی ہے۔ کہ قرآن کی حفاظت شیعہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور قرآن کی حفاظت کا مفہوم یہی کہ جس مقصد کے لئے قرآن نازل کیا گیا تھا اس سے وہی کام لیا جاتا ہے۔ وہ مقصد دو ہیں اول اس پر ایمان دوم اس کی تعلیمات کے مطابق عمل تو شیعہ کا عقیدہ یہ ہوا کہ قرآن پر ایمان ہو یا عمل امام غائب کر رہا ہے۔ لہٰذا شیعہ اس بار سے سبکدوش ہو گئے۔ انہیں قرآن پر نہ ایمان لانے کی ضرورت ہے۔ نہ اس پر عمل کرنے کا تکلف ضروری ہے اور یہ عقیدہ عین عقل کے مطابق ہے۔ کہ جب وہ قرآن بندوں کے لئے نازل ہی نہیں ہوا۔ بلکہ حضرت علی کے لئے نازل ہوا تو امام جانے اور قرآن جانے شیعوں کا قرآن سے کیا واسطہ۔

حضرت علی کے منفرد ہونے کے ثبوت میں ارشاد ہوتا ہے

۶ انوار النعمانیہ صہ ۲۴۷ صہ ۲۴۸

عثمان واضرابه ما کانوا یحضرون الا فی المسجد مع جماعة الناس فما یکتبون الا ما نزل به جبرئیل بین الملأ واما الذی کان یأتی به داخل بیته صلی اللہ علیہ وسلم فلم یکن یکتبه الا امیر المومنین لان له محرمیته دخولا وخروجا فکان ینفرد بکتابه هذا و

حضرت عثمان اور ان جیسے لوگ اس وقت قرآن لکھا کرتے تھے جو مسجد نبوی میں نازل ہوتا تھا مگر جو تنہائی میں نبی کریم کے گھر میں نازل ہوتا تھا وہ صرف حضرت علی ہی لکھا کرتے تھے۔ اس حصہ میں وہ منفرد تھے حضرت علی چونکہ محرم تھے اس لئے حضور کے گھر میں آنے جانے کی انہیں آزادی تھی

شیعہ ظاہر اور باطن حق پر تھے اور وہ صرف چار تھے۔ مقداد، سلمان، ابوذر اور حضرت علی حضرت علی جن ایات میں منفرد تھے ان کی تعداد حساب سے ۱۱۷۴ لگتی ہے اس کا کہیں سراغ نہیں ملتا کہ ان تین حضرات کے لئے جو آیات نازل ہوئیں جن میں یہ منفرد تھے اور جو کسی نے دوسرے کو نہیں بتائیں وہ کتنی آیات تھیں خیر اس کو تو جانے دیجئے اس روایت سے دو نئے نکتے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ جو قرآن حضرت علی نے جمع کیا وہ کل قرآن نہیں یہ دعویٰ غلط ہو گیا کیونکہ سلمان اور ان کے ساتھی جن آیات میں منفرد تھے انہوں نے وہ آیتیں کسی کو نہیں بتائیں اور حضرت علی کے کل قرآن جمع کرنے کا دعویٰ غلط ہوا۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن دو نہ ہوئے پانچ ہوئے۔ اول وہ قرآن جو مسلمانوں کے پاس موجود ہے دوسرا وہ جو امام غائب نے چھپا رکھا ہے۔ تیسرا وہ جو سلمان کیلئے علیحدگی میں نازل ہوا۔ چوتھا وہ جس میں ابوذر منفرد ہیں پانچواں وہ جو تنہائی میں مقداد کے لئے نازل ہوا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ پورا قرآن نبی کریمؐ نے معاذ اللہ نہ اماموں کو دیا نہ مسلمانوں کو دیا کچھ حصہ کسی سے چھپایا کچھ حصہ کسی سے چھپایا اور معاذ اللہ ان علیک الا البلاغ اور وما ارسلناک الا کافۃ للناس کا اعلان کرنے والا رب العالمین دیکھتا رہ گیا اور قرآن چوری ہوتا رہا۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اس روایت میں سے ایک بات قابل غور ہے کہ سلمان و اصحابہ نے قرآن کا وہ حصہ جس میں وہ منفرد تھے کسی کو بتایا یا نہیں تو اس سلسلے میں دو احتمال ہیں اول یہ اپنے ساتھیوں کو ایک دوسرے نے بتا دیا ہو۔ دوسرا یہ ہے کہ تمام صحابہ کو بتا دیا ہو تو ان دونوں امور کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

۸ - اصول کافی کتاب الحجۃ

عن ابی عبد اللہ قال ذکرت

امام جعفر نے فرمایا ایک روز امام زین العابدین

ھذا القرآن الموجود الآن فی ایدی الناس ھو خط عثمان

اور کسی کو یہ آزادی نہ تھی اور یہ قرآن جو موجود ہے یہ حضرت عثمان کا لکھا ہوا ہے

اس روایت میں حضرت علی کے انفراد کی وجہ یہ بتائی گئی کہ قرآن کا جو حصہ گھر میں نازل ہوتا تھا وہ صرف حضرت علی لکھتے تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نزول قرآن کے متعلق جو روایات ملتی ہیں یا جن کو علماء شان نزول کے سلسلے میں نقل کرتے ہیں ان کو دیکھا جائے۔ تو کیا یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ ۶۲۳۶ آیات تو علی الاعلان نازل ہوئیں جو پوری انسانیت کے لئے اور ۱۱۷۴ آیتیں درپردہ گھر میں نازل ہوئیں اور وہ صرف ایک آدمی کے لئے تھیں۔ کیا اس تناسب کو عقل عام باور کرتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بلیتہ میں ضمیر کا مرجع کونسا ہے۔؟

حضور کا گھر سے مراد ازواج مطہرات کے گھر ہی تو ہیں ان میں حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام حبیبہ اور دیگر ازواج مطہرات شامل ہیں اگر حضرت علیؓ حضورؐ کے داماد ہونے کی بنا پر محرم تھے تو حضرت عثمان کیوں نہ تھے جو دوہرے داماد ہیں کیا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اپنی بیٹیوں کے لئے محرم نہ تھے۔ کیا امیر معاویہ اپنی بہن کے لئے محرم نہ تھے۔ صرف حضرت علی کی محرمیت میں کونسی خصوصیت ہے۔

حضرت علی کے منفرد ہونے کے وصف کو تقویت دینے کے لئے ایک اور نظیر پیش کی جاتی ہے۔

۷ - فصل الخطاب صفحہ ۹۱

ان جماعۃ ممن کانوا علی الحق ظاھرا و باطنا کسلمان و اصحابہ کانوا منفردین ایضا ببعض الآیات کانفراد غیرھم

ایک جماعت ظاہری اور باطنی طور پر حق پر تھی جیسے سلمان اور ان کے ساتھی یہ لوگ بھی بعض ایات میں منفرد تھے جن کا علم دوسروں کو نہیں تھا۔

اس روایت سے ظاہر ہوا کہ آیات کے نزول میں منفرد وہی لوگ تھے جو بقول

التقيته يوما عند علي بن الحسين فقال
والله لو علم ابوذر ما في قلب سلمان لقتله
ولقد اخا رسول الله بينهما
فما ظنكم بسائر الخلق

کے پاس تقیہ کا ذکر چھیڑا تو فرمایا خدا کی قسم اگر ابوذر کو معلوم ہو جاتا کہ سلمان کے دل میں کیا ہے تو سلمان کو قتل کر دیتا حالانکہ نبی کریمؐ نے ان دونوں کے درمیان رشتۂ اخوت قائم کیا تھا یعنی بھائی بھائی بنایا تھا تو باقی مخلوق کے متعلق کیا پوچھتے ہو۔

ظاہر ہے کہ دل کی بات دین اور ایمان ہی تو ہے اور قرآن کی آیات دین سکھانے کے لئے نازل ہوئیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ان منفردین نے جب اپنا دین اپنے کسی ساتھی کے سامنے ظاہر نہیں کیا تو قرآن کی وہ آیات جو صرف انہی کے لئے نازل ہوئیں اور حضورؐ نے معاذ اللہ صرف اس کے کان میں کہہ دیں وہ بھید کب اپنے ساتھیوں کو بتا سکتے تھے۔ کون خواہ مخواہ قتل ہونا چاہتا ہے۔

۹۔ فصل الخطاب صفحہ ۸

والظاهر هو اذ كتمانهم على الجماعة ما كان عندهم من القرآن لعدم وجوب تبليغه عليهم قبل مطالبتهم به وبعدها و يحتمل كراهيته لهم لكونه داخلا في اعانة الظالمين بل حرمته من حيث كونه اعانة لهم في الظلم لوضوح كون جمعهم هذا في مقابل جمع امامهم الذى كان يجب عليهم اطاعته والاخذ بما جاء به سيما مع قصدهم بجمعهم الاضرار عليه كما علم۔

(ابوذر اور سلمان کے پاس) قرآن کا جو حصہ تھا صحابہ سے چھپا رکھنے کا جواز ظاہر ہے ان پر واجب نہ تھا کہ قرآن صحابہ کو دیتے ان کے مطالبہ سے پہلے اور بعد اس کی کراہیت کا احتمال بھی ہے کیونکہ ان پر ظاہر کرنا ظالموں کی امداد کرنا تھا بلکہ ان پر ظاہر کرنا حرام تھا کیونکہ ظالم کی امداد میں داخل تھا کیونکہ ان کا جمع کرنا قرآن کا حضرت علی کے مقابلہ میں تھا۔ اور یہ بات واضح ہے۔ کہ صحابہ پر حضرت علی کی اطاعت واجب تھی اور جب قرآن کو حضرت علی نے جمع کیا تھا اس پر عمل کرنا ان پر واجب تھا خاص طور پر صحابہ کا مقصد ہی حضرت علی کو نقصان پہنچانا تھا

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ منفردین کی جماعت نے کسی صحابی کو قرآن کا وہ حصہ نہیں بتایا جو صرف ان کا حصہ تھا۔ مگر کیوں نہیں بتایا اس کی کئی وجوہات ہیں اول یہ کہ ان پر بتانا واجب نہیں تھا یا یوں کہئے کہ چھپانا واجب تھا اور یہ بات معقول نظر آتی ہے جب بقول شیعہ نبی کریمؐ پر قرآن چھپانا واجب تھا تو اور کسی پر قرآن ظاہر کرنا واجب کیوں ہو۔ بات وجوب اور عدم وجوب کی نہیں قرآن کا ظاہر کرنا ظلم ہے۔ ظاہر ہے کہ جان بوجھ کر حرام کے مرتکب وہ کیوں ہوتے دوم یہ کہ قرآن کا صحابہ کے سامنے ظاہر کرنا ظلم پر اعانت کے مترادف تھا۔ اس کا مطلب یہی بنتا ہے۔ کہ قرآن کا جو حصہ ان کے پاس تھا اس میں معاذ اللہ ظلم کرنے کی تعلیم تھی لہٰذا انہوں نے یہی سمجھا کہ تھوک ظلم کے مقابلے میں پرچون ظلم نسبتاً ہلکا گناہ ہے اس لئے ہم ہی کرتے رہیں گے سب لوگ کیوں کریں۔

تیسری بات بڑی عجیب ہے بلکہ عجوبہ ہے کہ صحابہ میں قرآن جمع کرنے کا مقابلہ تھا۔ ایک طرف حضرت علی دوسری طرف سارے صحابہ اور اس مقابلے کی غرض ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانا تھا۔ (معاذ اللہ) گویا نبی کریمؐ نے نہ تو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا نہ کسی کو کاتب وحی مقرر کیا نہ اس کی حفاظت کا اہتمام کیا نہ اس کی ضرورت سمجھی بس صحابہ نے از خود یہ سرد جنگ چھیڑی اور جاری رکھی۔

۱۰۔ فصل الخطاب صفحہ ۹۷

انه كان لعلي سيد المومنين قرانا مخصوصا جمعه بنفسه بعد وفات رسول الله وعرضه على القوم فاعرضوا عنه فحجبه

حضرت علی کا ایک مخصوص قرآن تھا جو انہوں نے نبی کریمؐ کے بعد خود جمع کیا تھا پھر قوم کے سامنے پیش کیا قوم نے اس سے اعراض کیا تو حضرت علی نے قرآن چھپا دیا حضرت علی کے بعد یہ قرآن ان کی

عن اعين الناس وكان عنده ولده يتوارثونه امام عن امام كسائر خصائص الامامة وخزائن النبوة وهو عند الحجة عجل الله فرجه يظهره للناس عند ظهوره ويأمرهم بقرأته وهو مخالف لهذا القرآن الموجود من حيث التاليف وترتيب السور والايات بل الكلمات ايضا ومن جهته الزيادة والنقيصة ومن حيث ان الحق مع علي وعلي مع الحق ففي القرآن الموجود تغيير من جهتين فهو المطلوب

اولاد میں یکے بعد دیگرے بطور میراث پہنچتا رہا جس طرح ان کی اولاد کو امامت کی خصوصیات اور نبوت کے خزانے بطور میراث پہنچتے رہے اب وہ قرآن امام مہدی کے پاس ہے اللہ انہیں جلد غار سے نکالے۔ امام وہ قرآن ظاہر کرے گا اور لوگوں کو پڑھنے کا حکم دے گا۔ وہ قرآن موجودہ قرآن کے مخالف ہے تالیف میں سورتوں کی ترتیب میں آیات کی ترتیب میں بلکہ کلمات میں بھی اور کمی اور زیادتی کے اعتبار سے بھی چونکہ حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہیں۔ اور موجودہ قرآن دو جہتوں سے اصل قرآن سے مختلف ہے۔ یعنی تالیف و ترتیب اور کمی بیشی کی جہت سے اور شیعہ کو یہی امر مطلوب تھا۔

موجودہ قرآن اور پوشیدہ قرآن میں فرق اور مخالفت کے تمام پہلو اس روایت میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔

شیعہ کی مجبوری اور اس کا حل

شیعہ اسلام کے مدعی ہیں اور اسلام آسمانی دین ہے اور آسمانی دین کے لئے آسمانی کتاب لازمی ہے اور شیعہ اسلام کی آسمانی کتاب قرآن کے منکر ہیں اس لئے ان کی مجبوری یہ ہے کہ دعویٰ اسلام سے دستبردار ہونا ان کے مفاد کے خلاف ہے اور قرآن پر ایمان رکھنا ان کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اس لئے وہ تقیہ کی آڑ لیتے ہیں۔ اور یہ ان کے پاس ایسا کامیاب حربہ ہے کہ ہر مشکل وقت کام آتا ہے اور کہہ دیتے ہیں۔ امام نے اصل قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور موجودہ قرآن ہی سے کام چلانے کی ہدایت کی ہے۔

۱۔ فصل الخطاب ص ۲۷

متى قرأ الانسان بما يخالف ما بين الدفتين غمز نفسه من اهل الخلاف واغرى به الجبارين وعرض نفسه لهلاك فمنعونا من قرأته اتقاء ان يخالفه

جب کسی انسان نے اصل قرآن کو پڑھا جو موجودہ قرآن کے مخالف ہے۔ اہل خلاف کے سامنے اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالا اور مخالفین کو اپنے خلاف بھڑکایا۔ اس لئے ائمہ نے ہمکو منع فرمایا کہ اصل قرآن نہ پڑھو

اس روایت میں ایک پہلو بیان ہوا کہ ائمہ نے ہمیں اصل قرآن پڑھنے سے منع فرمایا اس سے یہ ثابت ہوا کہ اصل قرآن جو پوشیدہ رکھا گیا ہے وہ بھی پڑھنے کے لئے نہیں ہے۔ تو ظاہر ہے کہ جب اسے پڑھنے کی ممانعت ہے تو اس پر عمل کرنے کی اجازت کیسے ہو سکتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن خواہ وہ کامل ہے جو حضرت علی نے جمع کیا اور ائمہ نے اس کی حفاظت کی مگر وہ پڑھنے کی چیز نہیں ائمہ نے اس کی ممانعت کر دی اور اس پر عمل کرنا تو لازماً ممنوع ٹھہرا۔

پھر اس روایت میں اس ممانعت کی وجہ بیان ہوئی کہ اس پوشیدہ قرآن کے پڑھنے کے دو نقصان ہیں ایک تو دشمنوں کو بھڑکانا ہے دوسرا اپنی جان گنوانا ہے یعنی حق کی خاطر اپنی جان کو مشکل میں ڈالنا حماقت ہے اور حق کے اظہار سے اگر دشمن بھڑک اٹھیں تو اظہار حق ممنوع ہے۔ یہ نسخہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اگر معلوم ہوتا یا آپ اسے استعمال کرتے تو قریش قطعاً نہ بھڑکتے مگر دوسرا نتیجہ یہ نکلتا کہ اسلام کا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔

ایک اور بات اس روایت سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ صاحب فصل الخطاب علامہ نوری نے ائمہ کی ممانعت کی اطلاع دی ہے ائمہ کی زبانی کوئی روایت بیان نہیں کی۔ ممکن ہے یہ ممانعت بھی تقیہ کے تحت ہو۔ بہر حال اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شیعہ کے عقیدہ کے مطابق پوشیدہ قرآن جو حضرت علی نے جمع کیا اس کے پڑھنے کی ممانعت ہے۔

۲ - فصل الخطاب صد ۲۱۸

عن ابی عبد الله قال ان الله مدينة خلف البحر سعتها مسيرة اربعين يوما منها قوم لم يعصوا الله قط الى ان قال اذا رأيتهم رايت الخشوع والاستكانة وطلب ما يقربهم اليه اذا حبسناهم ظنوا ان ذالك من سخط يتعاهدون ساعة التي تأتيهم فيها لايسئمون ولا يفترون يتلون كتاب الله كما علمناهم وان فيما نعلمهم

امام جعفر فرماتے ہیں کہ سمندر کے پیچھے اللہ نے ایک شہر بسا رکھا ہے جس کی وسعت چالیس روز کی مسافت کے برابر ہے اس میں ایک قوم (شیعہ) آباد ہے جس نے کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی انہیں جب بھی دیکھو گے سکون اور خشوع میں پاؤ گے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی طلب میں پاؤ گے۔ جب ہم نے انہیں اس شہر میں بند کیا تھا انہوں نے سمجھا کہ امام ہم سے ناراض ہیں وہ اپنی ہر ساعت کی نگہبانی کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں نہ سست ہوتے ہیں

ما لو سئلی علی الناس لكفروا ولانكروه ۔

ہر وقت اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہیں جیسا ہم نے ان کو تعلیم دی ہے اور جو کچھ ہم نے انہیں پڑھایا ہے اگر وہ لوگوں کے سامنے پڑھیں تو لوگ کافر ہو جائیں اور قرآن کا انکار کر دیں ۔

اس روایت میں چند حقائق" کا انکشاف کیا گیا ہے۔

(۱) سمندر کے پیچھے ایک شہر آباد ہے۔ سمندر کی سطح اس کے کنارے بلکہ اس کی گہرائی تک ماہرین جغرافیہ نے چھان ماری ہے۔ نقشے تیار کر دیئے ہیں۔ مگر سمندر کے "پیچھے" کی طرف کا انکشاف صرف علامہ نوری نے ہی کیا ہے۔ اس کی مراد بھی وہی بتا سکتے ہیں۔ انسانی علوم سمندر کے پیچھے کی سمت کا تعین کرنے سے قاصر ہیں۔

(۱۱) وہاں ایک شہر آباد ہے جس کی وسعت ۴۰ روز کی مسافت کے برابر ہے اس مسافت کا پیمانہ کوئی ذریعہ سفر ہی ہو سکتا ہے۔ اور پیدل گھڑ سواری، موٹر، ہوائی جہاز سب ہو سکتے ہیں ان میں سے سب سے سست رفتار پیدل کی ہے اور گذشتہ زمانے میں ایک روز کی مسافت ایک منزل شمار ہوتی تھی اور وہ عموماً ۱۲ کوس یعنی ۱۸ میل کے قریب بنتی تھی اس پیمانے سے حساب کیا جائے تو ۴۰ روز کی مسافت ۷۲۰ میل بنتی ہے ظاہر ہے کہ یہ رقبے کا پیمانہ نہیں بلکہ طول کا پیمانہ ہے۔ تو اس شہر کی لمبائی کہیئے یا چوڑائی ۷۲۰ میل ہے یعنی قریباً کراچی سے لاہور تک اس اعتبار سے اس شہر کی وسعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اتنا بڑا اور آباد شہر اس ایٹمی دور میں بھی انسان کی نگاہ سے اوجھل ہے۔

(۱۱۱) اتنے وسیع شہر میں صرف ایک قوم بستی ہے جو کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتی اس بیان سے اس شہر کے معلوم نہ ہونے کا سراغ ملتا ہے وہ یوں کہ کرہ ارض پر کوئی ایسا شہر یا ملک نہیں جہاں انسان بستے ہوں اور تمام کے تمام

اللہ تعالیٰ کے ایسے فرمانبردار ہوں کہ ان سے کبھی نافرمانی کا صدور نہ ہو۔ ہاں فرشتے وہ واحد مخلوق ہے جس کا وصف قرآن میں بیان ہوا ہے کہ لایعصون اللہ کہ وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کی مخلوق انسان نہیں ہیں۔ بلکہ کسی اور نوع سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱۱۱) وہ قوم ہر وقت وہ قرآن پڑھتی رہتی ہے جو ہم (ائمہ شیعہ) نے انہیں پڑھایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ قوم شیعہ ہے۔ مگر حیرت ہے کہ وہ شیعے جو انسانوں میں بستے ہیں۔ اور یہاں کے شیعوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہاں کے شیعوں کے متعلق شیعہ علماء کا مشاہدہ یہ ہے کہ وہ شرابی و زانی، لوطی چور اور نہ جانے کیا کیا کچھ ہیں اور اس نامعلوم شہر کے شیعہ اللہ کی نافرمانی کبھی نہیں کرتے۔ اتنا عظیم فرق!

(۷) پچھلی روایت میں بتایا گیا تھا کہ ائمہ نے وہ پوشیدہ قرآن پڑھنا یوں سکھایا کہ اب وہ پڑھنے پڑھتے تھکتے ہی نہیں۔

(۱۱۱) وہ قرآن اگر الناس یعنی لوگوں کے سامنے پڑھا جائے تو کافر ہو جائیں اور قرآن کا انکار کر بیٹھیں یعنی وہ قرآن نہ تو لوگوں کے پڑھنے کی چیز ہے نہ لوگوں کے سامنے پڑھنے کے لائق ہے۔ پھر یہ کہ جو قرآن نبی کریمؐ پہ نازل ہوا تھا۔ وہ تو کافروں کو مسلمان بنایا کرتا تھا مگر اس قرآن کی عجیب خاصیت ہے کہ مسلمانوں کو کافر بناتا ہے۔

(۱۱۱) ہم (ائمہ) نے ان کو وہاں بند کیا ہے یہ روایت امام جعفر کی ہے اور اس مخلوق کے بند کرنے والوں کے لئے لفظ ہم استعمال ہوا ہے اس لئے بند کرنے والا کوئی ایک امام نہیں معلوم ہوتا اور امام جعفر سے پہلے شیعوں کے پانچ امام گذر چکے تھے اور ایک وقت ایک امام ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا بند کرنے کا عمل چھ اماموں کے دور میں جاری نہیں رہ سکتا کسی ایک امام ہی نے ان کو بند کیا مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ کس امام نے بند کیا مگر اتنا ظاہر ہوتا ہے یہ بند کرنے

ہی ایسا تھا کہ تمام ائمہ نے اسے پسند کیا۔

مختصر یہ پہلی روایت میں جس قرآن کے پڑھنے سے ائمہ نے منع کیا تھا اس روایت میں اس کے پڑھنے کی تعلیم ائمہ نے دی یہ اور بات ہے کہ یہ پڑھنے والی مخلوق بنی نوع انسان سے کوئی مختلف ہو۔

۳۔ انوار النعمانیہ۔ طبع قدیم ص ۲۴۵ محدث الجزائری

قلت قد روی فی الاخبار	میں کہتا ہوں کہ روایات کثیرہ میں موجود ہے
انهم علیهم السلام امروا	کہ اماموں نے شیعہ کو موجودہ قرآن کو نماز
شیعتهم بقراۃ هذا الموجود	وغیرہ میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اور وقتی طور
من القرآن فی الصلوۃ	پر اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے
وغیرها والعمل باحکامه حتی	یہاں تک کہ امام مہدی ظاہر ہو جائے اس
یظهر مولانا صاحب الزمان	وقت یہ موجودہ قرآن لوگوں کے ہاتھوں سے
فیرتفع هذا القرآن من	آسمان کی طرف اٹھالیا جائے گا۔ اور امام مہدی
ایدی الناس الی السماء ویخرج	وہ قرآن ظاہر کرے گا۔ جو حضرت علی نے
القرآن الذی الفه امیر المومنین	جمع کیا تھا اسی وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ
ویقراء و یعمل باحکامه الی	موجودہ قرآن قواعد اور قوانین عربی کے
ان قال ومن ثم ترى قواعد	مخالف ہے مثلاً واو مفرد کے بعد الف
خط تخالف قواعد العربیه	لکھنا اور واو جمع کے بعد الف نہ لکھنا اور
مثل کتابة الالف بعد الواو المفرده وعدمها بعد	اس تحریر کا نام رکھا قرآنی رسم الخط اور یہ
بعد الواو الجمع غیر ذلك وسموه رسم الخط القرآنی ولم	نہ سمجھے کہ حضرت عثمان کو عربی کا علم ہی
یعلموا انه من عدم اطلاع عثمان علی قواعد العربیه	نہ تھا۔

علامہ نوری کہتے ہیں ائمہ نے پوشیدہ قرآن کے پڑھنے سے منع فرمایا اور محدث الجزائری کہتے ہیں کہ ائمہ نے موجودہ قرآن پڑھنے کا حکم دیا ہے مگر دونوں علماء بات اپنی کرتے ہیں نام اماموں کا لیتے ہیں۔ موجودہ قرآن کا وصف ہدایت

اور رحمت ہے۔ اور پوشیدہ قرآن کا وصف روایت ۲ میں بیان ہو چکا ہے اس کے سننے والے سنتے ہی کافر ہو جائیں گے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ائمہ نے شیعوں کو وقتی طور پر ہدایت کے راستے پر چلنے کا حکم دیا ہے اور مستقل طور پر اس قرآن پر عمل کرنے کا حکم ہے جس کے سننے سے ہی آدمی کافر ہو جاتا ہے یہ سودا تو خسارے کا نظر آتا ہے۔

ان دو روایتوں کے برعکس گذشتہ باب میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ شیعہ کا عقیدہ ہے۔ کہ موجودہ قرآن میں کفر کے ستونوں پر عملی زندگی تعمیر کرنے کا حکم دیا لہٰذا امام غائب کے ظاہر ہونے سے پہلے جو شیعہ دنیا میں آئے اور چلے گئے وہ تو کفر کی تعلیمات اپنانے پر مامور ہوئے عجیب بات ہے۔

محدث الجزائری نے ایک اور انکشاف کیا کہ امام غائب جب ظاہر ہو گا تو موجودہ قرآن آسمان کی طرف اٹھا لیا جائے گا یہ بات عین فطرت کے مطابق معلوم ہوتی ہے کہ جو چیز آسمان سے نازل ہوئی تھی وہ آسمان ہی طرف اٹھا لی گئی کیونکہ مخلوق کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ اکثریت کے اعتبار سے یا تمام اس آسمانی نعمت کے نااہل ہو گئے لہٰذا انہیں زمینی کتاب امام کی طرف سے ملے گی جو وہ غار سے نکال کے لائیں گے۔

دوسرا انکشاف یہ کیا کہ حضرت عثمان قواعد عربی سے واقف نہیں تھے واقعی جس شخص کی مادری زبان عربی ہو اور جس کی تربیت محمد رسول اللہ نے ۲۴ برس تک کی ہو۔ اور جس کو صاحب قرآن نے کاتب وحی مقرر کیا ہو وہ بھلا قواعد عربیہ سے کیسے واقف ہو سکتا ہے۔ یہ تبحر علمی کسی الجزائری کے حصہ میں ہی آ سکتا ہے۔ وہ شخص کیونکر سمجھے جس کے قبیلے کی زبان کو رب العالمین عربی مبین کے نام سے یاد فرماتا ہے مگر جہاں بات "ہر چہ خواہی کن" پر پہنچ جائے وہاں ایسی نکتہ آفرینی کوئی قابل تعجب نہیں ہوئی۔

ے خدا کی شان ہے نا چیز۔ چیز بن بیٹھیں
جو بے تمیز ہوں یوں باتمیز بن بیٹھیں!

شیعوں کی مجبوری دیکھیے کہ جس کو کفر کی کتاب سمجھتے ہیں اسی پر وقتی طور پر عمل کرنے کا حکم اماموں سے منسوب کرکے کفر پر قائم رہتے ہوئے کفر سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔

۴ - تفسیر مراۃ الانوار صد ۳۶

عن محمد سلمان عن بعض اصحابه عن ابی الحسن قال قلت له جعلت فداك انا نسمع الایات في القرآن ليس هي عندنا كما نسمعها ولا نحسن ان نقرأها كما بلغنا عنكم هل نأثم قال لا۔ اقرءوا كما تعلمتم فسيجيئكم من يعلمكم

محمد بن سلمان اپنے بعض دوستوں سے روایت کرتا ہے کہ میں نے امام ابو الحسن سے کہا قربان جاؤں ہم ایسی آیات قرآنی سنتے ہیں جو اس قرآن میں نہیں جو ہمیں آپ سے ملا ہے اور ہم ان آیات کو پڑھنا اچھا نہیں جانتے کیا ان آیات کو پڑھنے میں ہم گنہگار ہونگے امام نے کہا نہیں عنقریب تمہارے پاس آئے گا (امام مہدی) جو تمہیں تعلیم دے گا۔

۵ - ایضاً صد ۳۸

عن سالم بن سلمه قال قرأ رجل على ابي عبد الله وانا اسمع حروفا من القرآن ليس على ما يقرؤها الناس فقال له ابو عبد الله كف عن هذه القراءة اقرأ كما يقرأ الناس حتى يقوم القائم۔

سالم بن سلمہ کہتا ہے امام جعفر کے سامنے قرآن پڑھا میں سن رہا تھا۔ اس نے کچھ حرف اس طرح پڑھے جیسے اور لوگ نہیں پڑھتے تو امام نے فرمایا رک جا یوں مت پڑھ بلکہ اس طرح پڑھ جیسے اور لوگ پڑھتے ہیں امام مہدی کے ظاہر ہونے تک (موجودہ قرآن ہی پڑھا کر)

اس مفسر عظیم نے امام سے روایت پیش کر دی کہ موجودہ قرآن پڑھنے کا واقعی امام نے حکم دیا ہے اور امام غائب کے ظاہر ہونے تک مجبوری ہے کہ اسے غلط جانتے ہوئے اس سے تعلق رکھنا ہے مگر یہ یقین ضرور رکھنا ہے۔

کہ یہ حکم عبوری دور کے لئے ہے امام کے ظاہر ہونے پر سب کچھ بدل جائے گا۔
لہٰذا امام کے ظاہر ہونے سے پہلے سب شیعوں کو غلط عقیدے پر قائم رہنا
ہے اور غلط طرز عمل اپنائے رکھنا ہے۔

افہام و تفہیم

میری علمی اور مناظرہ زندگی میں ایسے واقعات پیش آتے رہے کہ قرآن کریم کے متعلق شیعہ کی طرف سے سوالات پیش کئے جاتے رہے خواہ وہ سوال طلب حق کی غرض سے ہوں یا محض ذہنی کشتی مقصود رہو مگر ان کے جوابات خاصا علمی ذخیرہ ہیں لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایسے چند سوالات اور ان کے جوابات پیش کر دیئے جائیں

۱۔ سوال: نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ اہل بیت اور قرآن سے تمسک کرنا یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ حوض کوثر پر آکر ہمارے پیش ہوں گے۔

۱۔ الجواب:۔ اس حدیث میں تین الفاظ قابل غور ہیں۔ اول تمسک دوم قرآن سوم اہل بیت۔ اہل بیت کی ترکیب کا مفہوم خود شیعہ کے ہاں بڑا پہلو دار ہے، بہر حال جس پر زیادہ تر اعتماد کیا جاتا ہے وہ ائمہ شیعہ ہیں۔

تمسک کا لفظ اپنے دینی مفہوم کے اعتبار سے ایمان اور عمل سے عبارت ہے یعنی تمسک سے مراد یہ ہے کہ اس کے حق ہونے پر یقین ہو اور اس کی تعلیمات کے مطابق عملی زندگی ہو۔

قرآن کا مفہوم شیعہ کے نزدیک وہ کتاب ہے جو اماموں کے بغیر کسی کو دیکھنا نصیب نہ ہوئی اور یکے بعد دیگرے ائمہ کو بطور میراث پہنچتی رہی اور ائمہ نے اس کی ایسی حفاظت کی کہ اسے ہوا بھی نہ لگنے دی اور شیعہ کے علاوہ جو لوگ اسلام کو دین حق سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن کا مفہوم وہ کتاب ہے جو نبی کریمؐ پر انسانوں کی

ہدایت کے لئے نازل ہوئی اور حضورؐ نے اس کا ایک ایک لفظ صحابہ تک پہنچایا، اور اس کی حفاظت کا یہ اہتمام کیا گیا کہ صدیاں گزرنے کے باوجود اس کا ایک حرف بلکہ ایک شوشا تک نہیں بدلا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیعہ کے اہل بیت نے کس قرآن کے ساتھ تمسک کیا اگر پوشیدہ قرآن کے ساتھ تمسک کیا تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ جب وہ قرآن ہی موجود نہیں تو اس کے ساتھ تمسک کا کیا مطلب۔ اور اگر کہا جائے کہ ائمہ نے اسی پوشیدہ قرآن کے ساتھ تمسک کیا تو ان کی زندگی کا ہر کام اس کے موجودہ قرآن سے مختلف بلکہ الٹا ہونا چاہیئے، کیونکہ گذشتہ ابواب میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ شیعہ کے نزدیک کہ موجودہ قرآن میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیا گیا ہے اور اگر ائمہ نے موجودہ قرآن کے ساتھ تمسک کیا تو انہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق اصل قرآن کو چھوڑ دیا، لہذا قرآن اور اہل بیت میں جدائی تو ہو گئی۔ تمسک کا معاملہ بڑا ٹیڑھا نظر آتا ہے کہ عمل کرنے کے لئے اصل قرآن نہیں اور جو قرآن موجود ہے اس پر عمل کرنا قرآن سے تمسک نہیں بنتا۔ یہاں تو تمسک میں بھی تفریق ہو گئی۔ ایمان پوشیدہ قرآن پہ اور عمل موجود قرآن پر یعنی اہل بیت نے دونوں قرآنوں سے یہیں علیحدگی اختیار کر لی۔ حوض کا وقت تو ابھی بڑا دور ہے۔

یہ دعوی کہ اہل بیت اور قرآن جدا نہ ہوں گے اس کے دلائل شیعہ کتب سے پیش خدمت ہیں۔

(ا) ابان بن تغلب امام جعفر سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا ہمارے والد امام باقر بنوامیّہ کے زمانے میں فتوی دیا کرتے تھے کہ باز اور شاہین جن جانور کو قتل کریں وہ حلال ہیں آپ کا فتوی تقیّہ سے تھا، مجھے بنوامیّہ کا خوف نہیں میں کہتا ہوں وہ حرام ہیں (فروع کافی جلد دوم کتاب الصید)

امام باقر جب اہل بیت سے ہیں اور قرآن اور اہل بیت کبھی جدا نہ ہوں گے لہذا انہوں نے ایک چیز کو حلال قرار دیا تو لازماً کتاب اللہ سے اخذ کیا ہو گا اور عمر بھر انہیں حرام کھلاتے رہے جنہیں اہل بیت سے تمسک کا حکم ہے اور وہ بھی صرف

اس بناء پر کہ بنوامیہ کا موہوم خوف تھا۔ امام جعفر کو چونکہ خوف نہیں تھا اس لئے حقیقت بتا دی کہ میرے باپ نے جسے حلال کہا تھا وہ حقیقت میں حرام ہے باپ بیٹے میں لازماً کسی ایک نے تو قرآن کے خلاف کیا، لہذا قرآن سے کبھی جدا نہ ہوں گے والی بات تو ختم ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ حرام و حلال کا معیار قرآن نہیں بلکہ کوئی وہمی خطرہ ہے پھر یہ ہے کہ باپ نے تو تقیّہ کیا تو بیٹے کے متعلق کیا ضمانت ہے کہ تقیّہ نہ کرے، پھر کسی مسئلہ کے متعلق بھی حتمی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حق ہے یا باطل ہے اب فیصلہ طلب بات یہ ہے کہ باپ اور بیٹے میں سے کسی کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ اور قرآن جدا نہ ہوئے

زرارہ بن اعین کہتے ہیں کہ میں نے امام باقر سے مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا پھر ایک شخص آیا اس نے وہی سوال کیا، آپ نے پہلے جواب سے مختلف جواب دیا پھر تیسرا شخص آیا اس نے وہی بات پوچھی اور ایسا جواب پایا جو ہم دونوں سے مختلف تھا جب وہ دونوں چلے گئے تو میں نے عرض کیا اے ابن رسول دو شخص عراق کے باشندے آپ کے قدیمی شیعہ آپ سے مسئلہ پوچھتے ہیں اور آپ ان دونوں کو مختلف جواب دیتے ہیں؟ فرمایا یہی بہتر ہے اور ہمارے اور تمہارے بچاؤ کا باعث ہے۔ میں نے پھر آپ کے صاحبزادہ امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ آپ کے شیعہ جن کو آپ کے نیزے کی نوک پر یا آگ کے شعلوں میں دھکیل دیں تو تامل نہ کریں وہ آپ کے پاس سے مختلف عقیدے لے کر نکلتے ہیں تو آپ نے وہی جواب دیا جو آپ کے والد نے دیا تھا۔

(کافی: کتاب العلم باب اختلاف الحدیث)

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن اہل بیت سے تمسک کرنے کا حکم ہے اور جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ اور قرآن جدا نہیں ہوں گے ان کے پیش نظر تو صرف اپنا بچاؤ کرنا تھا حقیقی دین سکھانا یا صحیح عقیدہ بتانا ان کے پروگرام سے خارج تھا۔

عن ابی عبد اللہ قال انی اتکلم علی سبعین وجھا۔ لی فی کلھا المخرج وایضا عن ابی بصیر قال سمعت ابا عبد اللہ انی اتکلم بالکلمۃ الواحدۃ لھا سبعون وجھا ان

شئت اخذت کذا و ان شئت اخذت کذا (اساس الاصول ص ۶۵)

"امام جعفر نے فرمایا میں ایسی گفتگو کرتا ہوں جس کے ستر پہلو نکل سکتے ہیں اور ہر پہلو میں میرے لئے نکلنے کا راستہ ہوتا ہے نیز ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر سے سُنا، فرماتے تھے میں ایسی بات کہتا ہوں جس کے ستر معنی نکل سکتے ہیں۔ میں چاہوں تو اس کا مفہوم یہ لوں، چاہوں تو وہ لوں۔"

اب کوئی خدا لگتی کہے کہ اس قسم کے ثقل سے کوئی ہدایت حاصل کی جا سکتی ہے اس لئے اگر کوئی تمسک کرے تو اس کو حق کیسے معلوم ہو سکے گا کیا ہادی اور ہادی بھی ایسا جسے ثقل دوم کہا گیا ہو کے لئے ضروری ہے کہ صاف اور حق بات کبھی نہ کہے، ہمیشہ پہلو دار کلام کرے جب اس کے سامنے مقصد یہ ہو کہ بات ایسی کروں کہ کوئی گرفت کرے تو نکل سکوں تو اس ہادی سے تمسک کرنے والوں پر کیا بیتے گی، جب بات کے ستر پہلو ہوں تو خود امام کا عقیدہ اور مذہب یقینی طور پر کون معلوم کر سکتا ہے بلکہ اس سے تو ظاہر ہے کہ امام کا کوئی مذہب ہی ثابت نہیں ہو سکتا۔

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال جاء رجل فلما نظر الیہ ابو عبداللہ قال انا واللہ لاضلنہ انا واللہ لاوھمنہ فجلس الرجل فسئلہ مسئلہ فافتاہ فلما خرج قال ابو عبداللہ لقد افتیتہ بالضلالۃ التی لا ہدایۃ فیھا! (مختصر بصائر الدرجات ص ۹۴)

ایک آدمی امام جعفر کے پاس آیا، امام نے اسے دیکھ کر فرمایا خدا کی قسم میں اسے ضرور گمراہ کروں گا، میں اسے ضرور وہم میں ڈالوں گا۔ وہ بیٹھا مسئلہ پوچھا، امام نے فتویٰ دیا اور چلا گیا تو فرمایا میں نے اسے گمراہ کرنے والا فتویٰ دیا ہے۔ میرے فتوے میں مطلق کوئی ہدایت نہیں —— اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا حضورؐ نے اسی اہل بیت سے تمسک کرنے کی وصیت فرمائی تھی، اگر یہی ہے تو وہاں سے تو اعلان ہو رہا ہے کہ ہمارے پاس مطلق ہدایت نہیں تو کیا حضورؐ نے گمراہی کے لئے تمسک کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

اہل بیت کے علوم بیان کرتے ہوئے اصول کافی میں ابو بصیر کی طویل روایت بیان کی گئی ہے کہ امام کے پاس قرآن کے علاوہ مصحف فاطمہ، چمڑے کا تھیلا وغیرہ بھی ہوتا ہے اور مصحف فاطمہ کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

قال مصحف فیہ مثل قرآنکم ھذا ثلاث مرات واللہ ما فیہ من قرآنکم حرف واحد

مصحف وہ ہے جس میں تمہارے قرآن سے تین گنا ہے خدا کی قسم اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔

لیجئے اللہ کی کتاب مصحف فاطمہ کا ایک تہائی ہے مگر قرآن سے تمسک کی وصیت تو حضورؐ نے فرمائی تھی اس نئے ذخیرے سے تمسک کا حکم کس نے دیا اور یہ کہاں سے آگیا پھر ایسے ضخیم سرمایہ کے ہوتے ہوئے قرآن کی ضرورت ہی کیا رہ گئی۔

یہ چند مثالیں تو مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ اہل بیت سے تمسک کرنے والوں کے لٹریچر میں اہل بیت کی سیرت و کردار کا وہ نقشہ کھینچا گیا ہے کہ خدا کی پناہ، جہاں اتنے پیچ پڑے ہوں وہاں اس سے تمسک کی عملی صورت کوئی دانشور بنا سکے تو یہ عظیم ریسرچ ہوگی۔

سوال نمبر ۲ :- اگر قرآن کو محرف مان لیا جائے تو بھی ایمان میں خلل نہیں آتا جیسے توریت اور انجیل محرف ہیں مگر ہمارا ان پر ایمان ہے۔

الجواب :- قرآن کو موجودہ توریت اور انجیل پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے بلکہ قیاس فاسد ہے۔ ہمارا ایمان موجودہ توریت محرف پر نہیں بلکہ ایمان اس پر ہے کہ توریت اور انجیل نام کی کتابیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں وہ برحق تھیں مگر شیعہ کا ایمان نزول قرآن پر بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ شیعہ لوگ قرآن کے نزول کے عینی شاہدوں اور ناقلین قرآن کی جماعت کو جھوٹا ہی نہیں بلکہ ایمان سے محروم قرار دے چکے ہیں جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ پھر قرآن کے نزول پر ایمان کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں توریت و انجیل کے نزول کی شہادت خود قرآن دیتا ہے اور قرآن کے نزول کی شہادت صحابہ دیتے ہیں، گویا توریت و انجیل کے نزول کے شاہد بھی صحابہ ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ سابقہ کتاب الٰہی پر صرف ایمان لانا ضروری ہے مگر قرآن پر ایمان لانے کے ساتھ عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ شیعہ کا نہ تو قرآن پر ایمان ہے نہ اس پر عمل ہے۔

سوال نمبر ۳ :۔ ہماری تحریف کی روایات کی تاویل ہو سکتی ہے کہ ان کا تعلق اختلافِ قرات سے ہے۔

الجواب :۔ یہ سوال مذہب شیعہ اور اقوال ائمہ سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ ائمہ تو اختلاف قرات کے منکر ہیں اور ائمہ کا یہ کہنا کہ قرآن منزل ۱۸ ہزار آیت کا تھا اور قرآن موجودہ ۶۲۳۶ آیت اختلاف قرأت کہلا سکتا ہے یا اختصار قرات

مجتہد لکھنوی نے تاویل یوں کی ہے کہ جن روایتوں میں آتا ہے کہ هذه الآية هكذا انزلت ان میں تاویل کی گنجائش ہے کہ تفسیر هذه الآية هكذا انزلت یعنی اس آیت کی تفسیر یوں نازل ہوئی تھی۔

مجتہد صاحب کی یہ تاویل کئی وجوہ سے باطل ہے۔

(۱) شیعہ کا اقرار موجود ہے کہ روایات تحریف قرآن تحریف پر صاف اور بصراحت دلالت کرتی ہیں، لہذا صراحت کے اقرار کے ساتھ تاویل کا اقدام ہی حرام ہے یہاں "ہو سکتی" ہے کا احتمال کہاں۔

(۲) علامہ نوری نے فصل الخطاب ص ۱۵۶ پر تصریح کر دی ہے کہ تحریف سے مراد تحریف لفظی ہے۔

ان الظاهر من التحريف تحريف اللفظ	ظاہر ہے تحریف سے مراد تحریف لفظی ہے
لا المعنى قلت حمل التحريف	معنوی نہیں اور تحریف کو تحریف معنوی پر محمول
على المعنوى نبه قد مر فساد بما مزيد	کرنا فاسد ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور اسقاط سے
عليه وحمل الاسقاط على اسقاط التاويل أوضح منه	اسقاط تاویل مراد لینا اس سے بھی زیادہ فاسد ہے

(۳) تفسیر قرآن الفاظ کی صورت میں نازل نہیں ہوتی تھی بلکہ معانی کی صورت میں حضور اکرمؐ کے قلب اطہر پر نازل ہوتی تھی ان معانی کو نبی کریمؐ اپنے الفاظ

میں بیان فرماتے تھے اور اس کو حدیث کہتے ہیں، یعنی قرآن کا متن اور اس کی تفسیر دونوں منزل من اللہ ہیں فرق یہ ہے کہ متن بصورت الفاظ نازل ہوا تھا اور تفسیر بصورت معانی نازل ہوتی جس کو حضور اکرمؐ اپنے الفاظ میں بیان فرماتے۔ متن کا نام قرآن ہے اور تفسیر کا نام حدیث ہے۔ تفسیر کو قرآن نہیں کہتے اور اس تفسیر قرآن میں صرف حضور اکرمؐ کے الفاظ ہی نہیں بلکہ آپ کا قول، فعل اور تقریر اور صحابی کا قول فعل اور تقریر سب شامل ہیں۔ قال تعالیٰ ولقد يسرناه بلسانك؛ یعنی ہم نے آپ کی زبان سے قرآن کو آسان کر دیا۔ بلسانك سے مراد حدیث رسولؐ ہے جو قرآن کی نبوی تفسیر ہے۔

سوال شیعہ نمبر ۴ :۔ تحریف سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آیات کا محل بدل دیا جائے مقدم کو مؤخر کر دیا جائے اور مؤخر کو مقدم کر دیا جائے۔

الجواب :۔ تقدیم تاخیر کے لئے تحریف کی اصطلاح استعمال کرنا ایجاد بندہ ہے اس کو زیادہ سے زیادہ تغیر ترتیب کہا جا سکتا ہے جس سے خبط ربط ہو سکتا ہے اور تقدیم و تاخیر بھی مراد الٰہی کو خراب کر دیتی ہے لہذا تحریف کا نام تقدیم و تاخیر بھی رکھ دیا جائے تو شیعہ کا مسئلہ جوں کا توں الجھا ہی رہے گا چنانچہ

علامہ نوری نے فصل الخطاب ص ۱۴۷ پر فرمایا

فمن تقدم سورة او اخرها فقد	جس نے سورۃ قرآن کو آگے پیچھے کر دیا اس
افسد نظم القرآن .	نے نظم قرآن کو فاسد کر دیا۔

پھر ص ۲۷۰

افمن كان على بينة من ربه يعني رسول	پس جو شخص واضح راہ پر ہے اپنے رب سے
الله ويتلوه شاهد منه وصيه اماما ورحمة	یعنی رسول کریمؐ شاہد سے امام مراد ہے جو
ومن قبله كتاب موسىٰ اولئك يؤمنون به	وصی رسولؐ کا اس سے پہلے کتاب موسیٰ رحمت
حرفوها وقالوا افمن كان على بينة من	تھی وہ لوگ اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں

ویتلوہ شاھد منہ ومن قبلہ کتاب موسیٰ مگر قرآن میں صحابہ نے تحریف کر کے ایک حرف کو اماما ورحمۃ فقد مواحرفا علی حرف فذھب معنی الآیۃ آگے پیچھے کر دیا پس آیت کا معنی ہی بدل گیا۔

یعنی لفظ امام لفظ منہ کے ساتھ تھا مگر صحابہ نے امام کو مؤخر کر کے صفت کتاب موسیٰ کا بنا دیا، یعنی لفظ امام کو مؤخر کر کے آیت کا معنی فاسد کر دیا، لہذا ثابت ہو گیا کہ تقدیم تاخیر سے مراد الٰہی بدل جاتی ہے۔ تحریف سے تقدیم تاخیر مراد لینے کی پناہ گاہ بے کار ثابت ہوئی۔ لفظ تحریف استعمال کرو یا اصطلاح تقدیم تاخیر اپنا لو نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے اور وہ یہ کہ شیعہ تحریف قرآن کے بہرصورت قائل ہیں، محض لیبل بدلنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔

سوال شیعہ نمبر ۵ :۔ قرآن کے محرف ہونے کے باوجود ہمارا ایمان قرآن پر موجود ہے تحریف کا گناہ صحابہ پر ہے۔

الجواب :۔ قرآن کے محرف ہونے پر بھی قرآن پر ایمان ہے" کا مطلب یہ ہوا کہ شیعہ کا پختہ ایمان ہے کہ یہ قرآن وہ نہیں جو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا تھا۔ اب کوئی پوچھے کہ اس ایمان اور کفر میں فرق کیا ہے، بہر حال اس سوال سے آپ نے اس حقیقت کا اظہار کر دیا کہ آپ قرآن کے محرف ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ تحریف قرآن کے گناہ کا ارتکاب صحابہ نے کیا۔ دیکھنا یہ ہے کہ صحابہ میں کون کون سے حضرات اس فعل میں سر فہرست آتے ہیں۔ آپ نے تو یہاں تک تسلیم کر لیا کہ حضرت عثمان وغیرہ وہی قرآن لکھتے جو مسجد نبوی میں نازل ہوتا تھا اور گھر میں نازل ہونے والا قرآن حضرت علی کے بغیر کوئی نہ لکھتا تھا تو حفاظت قرآن کی ذمہ داری بھی سب سے زیادہ حضرت علی پر آتی ہے، پھر آپ کہتے ہیں کہ حضرت علی بحکم الٰہی نبی کریم ﷺ کے وصی اور خلیفہ بلا فصل تھے۔

دیکھنا یہ ہے کہ خلیفہ یا نائب کا منصب کس امر کا تقاضا کرتا ہے؟ جو ڈیوٹی اصل حاکم کی ہوتی ہے وہی فرائض خلیفہ کو ادا کرنے ہوتے ہیں۔ خلیفہ بلا فصل کے سامنے تحریف قرآن ہوتی رہی اور وہ دیکھتے رہے کیا خلافت کا تقاضا یہی تھا؟ کیا نبی کریم ﷺ اپنی حیات طیبہ میں یہی کام کرتے رہے جو حضرت علی نے کیا۔ آپ یہی کہیں گے کہ حضرت علی کمزور تھے۔

اصحاب ثلاثہ کے سامنے ان کا بس نہیں چلتا تھا مگر کمزوری کی بھی کوئی حد ہوتی ہے جب حضرت علی خود خلیفہ بنے اس وقت کس کا ڈر تھا کہ اصل قرآن غیر محرف کو رائج نہ کیا اور محرف قرآن کو درست نہ کیا اگر حضرت علی ایسے ہی کمزور تھے کہ نہ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں دین کو بگڑنے سے بچا سکے نہ اپنے عہد حکومت میں بگڑے ہوئے دین کی اصلاح کر سکے تو انہیں خلیفہ بلا فصل اور وصی بنانے کا مقصد کیا تھا جو خلیفہ نہ سنتِ رسول جاری کر سکے نہ قرآن درست کر سکے نہ اصل قرآن رائج کر سکے نہ جہاد کر سکے اسے خلیفہ مقرر کرنے سے غرض کیا ہو سکتی ہے۔ یہی کہا جا سکتا ہے کہ مقرر کرنے والے رسول کریم ﷺ ہیں اور آپ نے بحکم الٰہی حضرت علی کو خلیفہ اور وصی مقرر کیا، پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا کو علم نہیں تھا کہ حضرت علی اتنے کمزور ہیں کہ وزیر ہوں یا امیر کسی حال میں بھی نیابت کا حق ادا نہیں کر سکیں گے آخری جواب یہی بن سکتا ہے کہ خدا کو بدا ہو گیا، انجام کار نہ سوچ سکا اور حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل بنا دیا۔ یہ جواب ایسا ہے کہ بس لاجواب ہے۔

سوال شیعہ نمبر ۶ :۔ مولوی اسماعیل شیعہ نے کہا تھا کہ قرآن ہمیں تواتر طبقاتی سے ملا ہے اور تحریف قرآن کا عقیدہ شیعہ روایات سے بلاشبہ۔ تواتر سے ثابت ہے مگر یہ تواتر معنوی ہے اور تواتر معنوی کا مقابلہ تواتر طبقاتی سے نہیں ہو سکتا، کیونکہ تواتر طبقاتی اعلیٰ قسم ہے اور تواتر معنوی ادنیٰ۔ لہذا حکم تواتر طبقاتی پر ہو گا۔

الجواب :۔ پہلی بات یہ ہے کہ آپ نے تسلیم کر لیا کہ قرآن کا محرف ہونا تواتر سے ثابت ہے۔ رہی بات تواتر معنوی اور طبقاتی کی تو آپ اپنے ائمہ معصومین سے تواتر طبقاتی کی کوئی روایت دکھائیں۔ ائمہ سے عدم تحریف کی ایک صحیح روایت دکھا دیں میں ترک مذہب کی شرط پر یہ چیلنج کرتا ہوں۔ کتب شیعہ میں چار قسم کے تواتر کا کہیں وجود ہی نہیں پایا جاتا۔

مولوی صاحب :۔ آپ نے فتح الملہم سے کہیں تواتر طبقاتی کا لفظ دیکھ لیا۔ حضرت انور شاہ نے چار قسم کا تواتر لکھا ہے تواتر روایت، تواتر توارث، تواتر طبقاتی اور تواتر معنوی مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے ان چار قسموں کے تواتر کا انکار کفر ہے۔

مولوی صاحب :- آپ نے سوال کیا کیا خود اپنی زبان سے اپنے آپ پر شیعہ پر کفر کا فتویٰ صادر کر دیا کہ شیعہ تواتر معنوی سے تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

سوال شیعہ نمبر ۷ :- سنیوں کی کتابوں میں بھی روایات تحریف قرآن موجود ہیں۔

یہ سوال ایسا ہے کہ شیعہ کو اس پر ناز ہے چنانچہ مولوی اعجاز الحسن بدایونی نے تنبیہہ الناصبین میں علامہ حائری نے مواعظ تحریف میں، علامہ دلدار علی نے صوارم میں اور مولوی حامد حسین نے استقصاء الافحام میں اور مرزا محمد کشمیری نے نذھہ میں ۔

الجواب :-

(۱) الزامی جواب حقیقی جواب ہرگز نہیں ہوسکتا، مناظرانہ فنکاری سے کام لیتے ہوئے کسی سنی کے مقابلہ میں یہ الزامی جواب دے کر خوش ہو سکتے ہیں مگر خود تحریف کے عقیدے سے دستبردار نہیں ہو سکتے بلکہ اس جواب میں آپ کا اقرار موجود ہے کہ آپ تحریف قرآن کے قائل ہیں اگر کسی یہودی، عیسائی یا آریہ کو آپ ہی جواب دیں تو اسے جواب نہیں کہا جائے گا، لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ اپنے عقیدہ تحریف قرآن کا کوئی علمی اور تحقیقی جواب دیں۔

(۲) اہلسنت کے ہاں جو روایات ملتی ہیں ان سے کسی سنی عالم نے آج تک نہ تحریف قرآن کا مفہوم سمجھا، نہ بیان کیا، بلکہ علمائے سنت کے مفسرین اور محدثین کی ایک جماعت نے نسخ تلاوت کا بھی اس بناء پر انکار کر دیا کہ جن روایات سے بعض آیات کا منسوخ التلاوت ہونا ثابت ہوتا ہے وہ سب اخبار احاد ہیں اور ظنی ہیں ان کی وجہ سے کسی آیت کا نزول و نسخ ثابت نہیں ہوسکتا، چنانچہ تفسیر اتقان میں علامہ سیوطی نے قاضی ابوبکر سے نقل کیا ہے۔

تنبیہہ :- حکی القاضی فی الانتصار	قاضی ابوبکر نے نئی کتاب انتصار میں علماء کی ایک جماعت
عن قوم انکار ھذا الضرب لان الاخبار	کا انکار نقل کیا ہے کہ اس قسم کی روایات اخبار
فیہ اخبار احاد و لا یجوز القطع	احاد ہیں اور قرآن کے نازل ہونے اور منسوخ ہو

علی نزول قرآن و نسخہ باخبار الاحاد	جانے کا یقین کرنے کے لئے ان روایات کو سند تسلیم
لا حجۃ فیھا . .	نہیں کیا جاسکتا۔

بفرض محال یہ روایات صحیح بھی ہوتیں تو واجب الرد تھیں کیونکہ قرآن تواتر طبقاتی سے ثابت ہے کہ اور یہ غیر متواتر روایات اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، پھر یہ بات ہے کہ یہ روایات "نسخ" کے متعلق ہیں اگر یہ تحریف کی روایات ہوتی تو اہلسنت کے اصول کے مطابق تواتر کے مقابلہ میں مردود تھیں اس کے برعکس شیعہ کے ہاں تحریف کی روایات کا یہ مقام ہے کہ

(الف) وہ متواتر ہیں

(ب) زائد از دو ہزار ہیں

(ج) روایات امامت کا ہم پلہ ہیں

(د) قرآن کی تحریف پر صاف دلالت کرتی ہیں

اور ان روایات کی سند پر شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن محرف ہے۔

(۳) نسخ کی جو روایات اہل سنت کے ہاں پائی جاتی ہیں وہ نبی کریم سے منقول نہیں اور اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور شخص معصوم نہیں اس کے برعکس تحریف قرآن کی روایات شیعہ کے ہاں متواتر طور پر اماموں سے منقول ہیں جو ان کے ہاں معصوم اور مفترض الطاعۃ ہیں۔

(۴) اہلسنت میں کوئی شخص تحریف قرآن کا قائل نہیں بلکہ وہ اس عقیدہ کو بدترین کفر جانتے ہیں اور اس امر کا اقرار شیعہ کو بھی ہے چنانچہ مولوی حامد حسین نے استقصاء الافحام جلد ۱ ص ۹ پر دیا گیا ہے۔

مصحف عثمانی کہ اہلسنت آں را قرآن	مصحف عثمانی کو اہلسنت قرآن کامل اعتقاد کرتے ہیں
کامل اعتقاد کنند و معتقد نقصان آں را	اور اس میں کمی بیشی کے قائل کو ناقص الایمان بلکہ
ناقص الایمان بلکہ خارج از اسلام پندارند	خارج از اسلام جانتے ہیں۔

یہ شیعہ سلطان المناظرین کا اقرار ہے۔

۵۔ جو روایات تفسیر اتقان یا در منثور یا معالم التنزیل سے پیش کی جاتی ہیں ان روایات کا یہ مضمون نہیں کہ اس آیت میں تحریف کر دی گئی ہے یا کمی یا زیادتی کی گئی ہے، جیسا کہ شیعہ روایات میں صاف صاف یہ ذکر کیا جاتا ہے۔ اہلسنت کے تمام علماء و محدثین مفسرین نے ان روایات کو نسخ تلاوت پر محمول کیا ہے کسی ایک عالم نے بھی ان سے تحریف کا مفہوم نہیں لیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مناظرے کے مقام سے ہٹ کر شیعہ مفسرین نے بھی تین قسم کا نسخ مانا ہے جیسا کہ شیعہ مفسر ابو علی طبرسی نے اپنی تفسیر مجمع البیان میں زیر آیت ما ننسخ من آیۃ میں لکھا ہے۔

والنسخ فی القرآن علی ضروب منها ان یرفع حکم الآیۃ وتلاوتها کما روی عن ابی بکرۃ انه قال کنا نقرأ لا ترغبوا عن آبائکم فانه کفر بکم ومنها ان تثبت الآیۃ فی الخط ویرفع حکمها کقوله فان فاتکم شیٔ من ازواجکم فعاقبوا فهذہ ثابت اللفظ فی الخط مرتفعہ الحکم ومنها ما یرتفع اللفظ ویثبت الحکم کآیۃ الرجم وقد جاءت اخبار کثیرۃ بان اشیاء کانت فی القرآن ونسخ تلاوتها فمنها ما روی عن ابی موسیٰ انهم کانوا یقرؤن لو کان لابن آدم وادیان لابتغی بها ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب۔ ثم رفع وعن انس ان سبعین من الانصار الذین قتلوا ببئر معونۃ قرأنا فیهم قرآنا بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا ثم رفع ذالک قد ذکرنا حقیقۃ النسخ عند المحققین۔

قرآن میں نسخ کئی قسم کا ہوا ہے مثلاً ایک یہ کہ آیت اس کا حکم اور تلاوت دونوں ممنوع ہو جائیں جیسا کہ ابی بکرہ کی روایت میں منقول ہے کہ ہم یہ پڑھتے تھے الاترغبوا الخ۔ دوسری قسم یہ کہ تلاوت باقی رہے اور حکم منسوخ ہو جائے جیسا کہ آیت فان فاتکم الخ اس کا لفظ موجود ہے حکم اس کا منسوخ ہے اور تیسری قسم یہ کہ تلاوت منسوخ ہو جائے اور حکم باقی رہے جیسا کہ آیت رجم۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر روایات میں آچکا ہے کہ قرآن میں کچھ آیتیں ایسی تھیں جن کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے ازاں جملہ ایک روایت وہ ہے کہ ابو موسیٰ سے منقول ہے کہ لو کان لابن آدم الخ اس کی لوگ تلاوت کرتے تھے پھر وہ منسوخ ہو گئی اور انس سے روایت ہے کہ ستر انصاری جو بیر معونہ میں شہید ہوئے تھے ان کے متعلق قرآن میں کچھ آیتیں نازل ہوئی تھیں یعنی بلغوا عنا الخ پھر ابو علی طبرسی کہتا ہے کہ نسخ کی حقیقت جو محققین کے نزدیک مسلم ہے میں نے بیان کر دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ محقق بھی تین قسم کا نسخ مانتے ہیں پھر حیرت ہے کہ وہ اہلسنت کی روایات نسخ کو تحریف پر کیوں محمول کرتے ہیں۔

تحریف قرآن کا عقیدہ اہلسنت کے ہاں عقلاً بھی محال ہے، کیونکہ اہلسنت صحابہ کرامؓ کو کامل الایمان اور جاں نثاران رسولؐ اور محافظین قرآن مانتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو کتابت وحی کی خدمت پر مقرر کیا تھا جن میں خلفائے اربعہ، حضرت امیر معاویہؓ، ربان سعید، خالد بن ولید، ابی ابن کعب، زید بن ثابت اور ثابت بن قیس، ارقم بن ابی اور حنظلہ بن ربیع وغیرہم شامل ہیں ان میں سے نزول آیت کے وقت جو شخص حاضر ہوتا فوراً ضبط تحریر میں لے آتا اس طرح حضور اکرمؐ نے خود حفاظت قرآن کا اہتمام کیا اور حضورؐ کی زندگی میں صحابہؓ میں سے حفاظ قرآن کی ایک جماعت موجود تھی جن میں خلفائے اربعہؓ، امیر معاویہؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ، ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ، ابو ہریرہؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، عمرو ابن عاص، عبداللہ بن عمر عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن سائبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمیٰؓ ابی ابن کعب، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ، ابو درداؓ، مجمع بن حارثہؓ، انس بن مالکؓ اور ابو زیدؓ وغیرہ قرآن کے حافظ موجود تھے وہ حفاظ قرآن ان کے علاوہ ہیں جو ستر کے قریب بیر معونہ میں شہید ہوئے اور اس سے کہیں زیادہ یمامہ کی لڑائی میں،

قرآن کریم تین بار جمع ہوا۔ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس دور میں جمع قرآن کی صورت یہ تھی کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاتب الوحی کو فرماتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں فلاں محل اور مقام پر رکھو، یعنی آیات کی ترتیب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی جو لوگ لکھنا جانتے تھے وہ مختلف چیزوں پر لکھتے تھے جن میں ہڈیاں، پتے، پتھر اور کپڑا وغیرہ شامل ہیں۔

جمع قرآن کا دوسرا دور صدیق اکبرؓ کا کارنامہ ہے آپ نے تمام صحابہ کے پاس سے لکھا ہوا مواد منگوایا اور حفاظ قرآن کی مدد سے اسی ترتیب کے ساتھ جمع کیا گیا جو نبی کریمؐ نے صحابہ کو سکھائی تھی۔

تیسرا دور حضرت عثمانؓ کا ہے اس دور میں ایک تو قریش کے لہجے پر قرآن پڑھنے پر لوگوں کو جمع کیا گیا پھر وہ آیات جو منسوخ التلاوت تھیں نکال دی گئیں پھر وہ عبارتیں جو تلاوت قرآن کے دوران متن کے علاوہ بطور دعا پڑھی جاتی تھیں اور بعض حضرات نے لکھ رکھی تھیں وہ نکال دی گئیں، اسی طرح جو مشکل الفاظ کے معانی صحابہؓ نے لکھوا رکھے تھے یا کسی قرآنی آیت کی کوئی خاصیت لکھی ہوئی تھی وہ عبارتیں نکال دی گئیں۔ اس اقدام کو کوئی کور باطن اس طرح slno lmlxE کر سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن کا کچھ حصہ اپنی مرضی سے نکال دیا تھا مگر اس قرآن پر صحابہؓ کا اجماع اور اس ترتیب پر صحابہؓ کا اتفاق قرآن کے غیر محرف ہونے کی قطعی دلیل ہے اور یہی قرآن تواتر طبقاتی سے ہم کو ملا ہے اگر تواتر سے امان اٹھ جائے تو دنیا میں کوئی چیز، کوئی مذہب اور کوئی دین یقینی نہیں رہے گا۔ یہ بات صرف شیعہ کی عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ خلفائے ثلاثہ کوئی مافوق الفطرت قوت کے مالک تھے کہ اتنی بڑی جماعت جو ایک لاکھ اور کئی ہزار پر مشتمل تھی اور حد تواتر کو پہنچ چکی تھی اس ساری جماعت کو جھوٹ پر جمع کر لیا ورنہ یہ دعویٰ کوئی صحیح العقل انسان تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ خیال رہے کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن کو ترتیب نزولی پر جمع نہیں کیا بلکہ اس ترتیب پر جمع کیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطلع ہو کر صحابہؓ کو بتائی تھی۔ آیات کی ترتیب توقیفی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی اسی ترتیب سے جمع ہوا۔ سورتوں کی ترتیب میں اختلاف ہے۔ تفسیر مناہل العرفان جلد ۱ ص ۳۴۷ پر لکھا ہے۔

ان ترتیب السور کلها توقیفی بتعلیم الرسول کترتیب الآیات وانه لم یوضع سورة فی مکانها الا بامر منه صلی الله علیه وسلم

تمام سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے جو نبی کریمؐ کی تعلیم سے رکھی گئی جس طرح ترتیب آیات کو ہر آیت اور سورۃ اپنے اپنے محل پر بحکم رسولؐ رکھی گئی۔

اور ابو جعفر نحاس نے اپنی تفسیر الناسخ المنسوخ میں فرمایا۔

والمختار ان تألیف السور والآیات علی هذا الترتیب من رسول الله صلی الله علیه وسلم

اور مذہب مختار یہ ہے کہ قرآن کی سورتوں اور آیتوں کی ترتیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رکھی گئی

اور علامہ ابوبکر انباری کا فرمان ہے کہ

ویقف جبرئیل النبی صلی الله علیه وسلم علی موضع السورة والآیات والحروف کله۔

اور حضرت جبرئیل نبی کریمؐ کو مطلع کرتے تھے ہر سورۃ ہر آیت اور ہر حرف کے متعلق کہ فلاں جگہ رکھا جائے

تفسیر مناہل العرفان میں ہے کہ قرآن کا رسم الخط بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہے۔

انهٗ توقیفی لا تجوز مخالفتهٗ وذلك مذهب الجمهور۔

تالیف و ترتیب قرآن کی توقیفی ہے اس کی مخالفت ناجائز ہے اور یہی مذہب ہے جمہور اسلام کا۔

حضرت عثمانؓ نے قرآن کریم کی نقول تیار کرا کر ممالک محروسہ میں بھیج دیں۔ علامہ ابن عاشر نے فرمایا کہ ان کی تعداد چھ تھی اور مختلف مقامات کی نسبت سے ان کے نام مکی، شامی، بصری، کوفی اور مدنی عام اور ایک نسخہ حضرت عثمان نے اپنے پاس رکھا تھا جسے مدنی خاص کہا گیا، بعض کا قول ہے کہ یہ تعداد زیادہ تھی، ایک بحرین میں بھیجا، ایک یمن میں اور ایک مصر میں بھیجا۔

حضرت عثمان نے ہر جگہ قرآن کی تعلیم دینے کے لئے معلمین بھی مقرر فرمائے۔ مدینہ منورہ میں زید بن ثابت کو، مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن سائب کو، شام میں مغیرہ بن شعبہ کو، کوفہ میں ابا عبدالرحمٰن سلمی کو اور بصرہ میں عامر بن عبدالقیس کو مقرر فرمایا پھر یہ روش تابعین میں قائم رہی، چنانچہ تفسیر مناہل العرفان میں ہے:۔

ثم نقل التابعون عن الصحابة فقرأ اهل کل عصر و مصر بما فی مصحفهم تلقیا عن الصحابة الذین تلقوه من فم رسول الله ﷺ فقاموا فی ذلك مقام الصحابة الذین تلقوه من فم رسول الله ﷺ ثم اجتمعت الامة وهی معصومة من الخطاء فی اجماعها علیٰ

پھر یہ قرآن تابعین نے نقل کیا اور ہر ملک اور ہر زمانے کے مسلمانوں نے اسے پڑھا صحابہ نے جیسے نبی کریمؐ کی زبان سے یہ قرآن سنا، تابعین کو پہنچایا اسی طرح تابعین نے آئندہ نسل کو منتقل کیا۔ امت کا اس پر اجماع ہے اور یہ قرآن ہر قسم کی خطا سے محفوظ ہے۔!

ما فی المصاحف

کتب حوالہ

کتب شیعہ

۱۔ تفسیر صافی ۔ علامہ محسن کاشی۔

۲۔ تفسیر مرآۃ الانوار و مشکوٰۃ الاسرار ۔ شیخ جلیل ابو الحسن شریف ۔ طبع جدید ۔ تہران

۳۔ تفسیر البرہان ۔ سید ہاشم بحرانی

۴۔ تفسیر مجمع البیان فی معانی القرآن ۔ ابو علی طبرسی۔

۵۔ تفسیر عیاشی ۔ ابو النصر محمد بن مسعود عیاش سمرقندی۔

۶۔ تفسیر قمی ۔ علی بن ابراہیم شاگرد امام حسن عسکری۔

۷۔ تفسیر فرات بن ابراہیم کوفی ۔ طبع نجف اشرف

۸۔ اصول کافی ۔ محمد بن یعقوب کلینی

۹۔ احتجاج طبرسی ۔ طبع قدیم ۔ احمد بن ابو طالب

۱۰۔ فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب ۔ علامہ نوری طبرسی

۱۱۔ انوار نعمانیہ ۔ سید نعمت اللہ محدث الجزائری۔

۱۲۔ تنبیہ الناصبین ۔ اعجاز الحسن بدایونی۔

۱۳۔ شرح کافی ۔ علامہ خلیل قزوینی۔

۱۴۔ روضہ کافی۔

۱۵۔ اساس الاصول ۔ علامہ دیدار علی۔

۱۶۔ مناقب شہر بن آشوب ۔ طبع قم

۱۷۔ کتاب السیاری ۔ احمد بن محمد سیار

۱۸۔ استقصاء الافہام ۔ مولوی حامد حسین لکھنوی

۱۹۔ رجال کشی۔

۲۰۔ کنز الفوائد ۔ ابو الفتح محمد بن علی کراجکی۔

۲۱۔ معالم الدین و ملاذ المجتہدین ۔ علامہ جمال الدین ابو منصور حسن بن زین الدین شہید ثانی۔

۲۲۔ کشف المحجہ لثمرۃ المہجہ ۔ علامہ سید رضی الدین ابو القاسم علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن طاؤس۔

۲۳۔ اعلام الوریٰ ۔ علامہ طبرسی طبع تہران

۲۴۔ بحار الانوار ۔ ملا باقر مجلسی

۲۵۔ مختصر بصائر الدرجات۔

۲۶۔ ناسخ التواریخ۔

۲۷۔ مرآۃ العقول شرح اصول۔